تفسیر معارف القرآن اور تفسیر الکوثر کے موضوعات نکاح وطلاق

(تقابلی مطالعہ)

تحقیقی مقالہ برائے

ایم۔فل علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

محمد حسن

ایم۔فل علوم اسلامیہ

نگران مقالہ

ڈاکٹر ارم سلطانہ

اسسٹنٹ پروفیسر

شعبہ علوم اسلامیہ نمل

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

سیشن 2016-2019

تفسیر معارف القرآن اور تفسیر الکوثر کے موضوعات نکاح وطلاق

(تقابلی مطالعہ)

تحقیقی مقالہ برائے

ایم۔فل علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

محمد حسن

ایم۔فل علوم اسلامیہ

نگران مقالہ

ڈاکٹر ارم سلطانہ

اسسٹنٹ پروفیسر

شعبہ علوم اسلامیہ نمل

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

سیشن 2016-2019

©(محمد حسن)

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست عناوین

رموز و اشارات viii

ABSTRACT ix

مقدمہ x

ابواب بندی: xvii

باب اول: معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن اور ان کے مولفین کا تعارف 1

فصل اول: مولفین کا تعارف 2

مبحث اول: مفتی محمد شفیع کا تعارف 3

مبحث دوم: شیخ محسن علی نجفی کا تعارف 9

فصل دوم: کتب تفاسیر کا تعارف 20

مبحث اول: معارف القرآن کا تعارف 21

مبحث دوم: الکوثر فی تفسیر القرآن کا تعارف 27

فصل سوم: معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن کی اہمیت 33

مبحث اول: تفاسیر کی اہمیت 34

مبحث دوم: تفاسیر کے مصادر و اسلوب 40

باب دوم: معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن میں نکاح کے احکام 56

فصل اول: نکاح کا تعارف، ضرورت، اہمیت اور ارکان 57

مبحث اول: نکاح کا تعارف 58

مبحث دوم: نکاح کی ضرورت واہمیت 66

مبحث سوم: نکاح کے ارکان 75

فصل دوم: نکاح کے احکام 81

فصل سوم: نکاح کے مقاصد و فوائد 94

باب سوم: معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن میں طلاق کے احکام 108

فصل اول: طلاق کا مفہوم، شرعی حیثیت، اقسام اور شرائط 109

مبحث اول: طلاق کا مفہوم 110

مبحث دوم: طلاق کی اقسام اور شرائط 121

فصل دوم: طلاق کے احکام 143

فصل سوم: طلاق کے معاشرے پر اثرات 156

باب چہارم: نکاح و طلاق کے مباحث کا تقابلی مطالعہ 160

فصل اول: نکاح کے احکامات کا تقابل 161

مبحث اول: نکاح کی تعریف واہمیت 162

مبحث دوم: نکاح کے احکامات کا تقابل 165

فصل دوم: طلاق کے احکامات کا تقابلی جائزہ 190

مبحث اول: طلاق کا مفہوم، مشروعیت اور شرائط 191

مبحث دوم: طلاق کی اقسام 197

مبحث سوم: طلاق کا طریقہ کار 209

سفارشات: 216

فہرست آیات 218

فہرست احادیث 221

فہرست اماکن 224

کتابیات 225

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھااور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے ،وہ مجموعی طورپر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **تفسیر معارف القرآن اور تفسیر الکوثر کے موضوعات نکاح وطلاق**

(تقابلی مطالعہ)

Commandments of Nikah and Talaq (divorce) In Maa'rif-ul-Quran and Tafseer-ul- Alkauthar (A Comparative Study)

نام ڈگری: ایم فل علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: **محمد حسن**

رجسٹریشن نمبر: MP-IS-AF16-ID-013

ڈاکٹرارم سلطانہ

(نگران مقالہ) ____________________ دستخط نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر شاہد صدیقی

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ____________________ دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

بریگیڈیئر محمد ابراہیم

(ڈائریکٹر جنرل) ____________________ دستخط ڈائریکٹر جنرل

تاریخ: ____________________

حلف نامہ فارم

(Candidate declaration form)

میں **محمد حسن** ولد **حاجی قاسم**

رجسٹریشن نمبر: MP-IS-AF16-ID-013

طالبعلم، ایم فل، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ

بعنوان: **تفسیر معارف القرآن اور تفسیر الکوثر کے موضوعات نکاح وطلاق**

(تقابلی مطالعہ)

Commandments of Nikah and Talaq (divorce) In Maa'rif-ul-Quran and Tafseer-ul- Alkauthar (A Comparative Study)

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور **ڈاکٹر ارم سلطانہ** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: **محمد حسن**

دستخط مقالہ نگار: ____________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

اظہار تشکر

الْحمد لله رب الْعَالمين وَالصَّلَاة وَالسَّلَام على سيدنَا مُحَمَّد وَآله وَصَحبه أَجْمَعِينَ۔

اما بعد! : بے پناہ حمد و ثنا اس بابرکت ذات اقدس کے لیے جو تمام جہانوں کا رب ہے جو مالک کل کائنات ہے جس کی رحمت و برکت مجھے گھیرے ہوئے ہے۔ خداوند عالم کا مجھ پر احسان ہے کہ اس نے مجھے اپنے دین کے علم کو سمجھنے کے لیے منتخب فرمایا اور پھر مجھے یہ توفیق بخشی کہ میں اس تحقیقی مقالہ کو تحریر کرنے کے قابل ہوا۔ درود و سلام ہو نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفی ﷺ اور ان کی پاک آل اور اصحاب پر۔

اس کے بعد میں اپنے والدین کا شکر گزار ہوں جن کی دعائیں، مدد اور تعاون ہر لمحہ میرے ساتھ رہا۔ میرے والد محترم جنہوں نے ہر کٹھن لمحے میں میرا ساتھ دیا اور میری راہ کی مشکلات کو اپنے دستِ شفقت کے ذریعے سہل بنایا۔ میری والدہ جنہوں نے اس تمام دورانیے میں خصوصی تعاون کیا کہ میں وقت کا درست استعمال کر سکوں۔

اس کے بعد صدر شعبہ پروفیسر ڈاکٹر نور حیات خان صاحب کا ممنون و مشکور ہوں جن کے توسط سے اس یونیورسٹی میں شعبہ علوم اسلامیہ میں کمال کی طرف سفر جاری ہے اور جن کی شفقت اس تحقیقی مقالہ میں میرے شامل حال رہی اور اسکے بعد میں اپنے نگران مقالہ محترمہ ڈاکٹر ارم سلطانہ صاحبہ کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے اس مقالہ کی ترتیب و تدوین میں میری مدد کی اور ہر لمحہ میری رہنمائی کی۔

ساتھ ہی ساتھ میں اپنے تمام ان احباب کا مشکور ہوں جنہوں نے تحقیق کے سلسلے میں میرے ساتھ تعاون کیا اور مطلوبہ کتب کی فراہمی کو ممکن بنایا۔

اور آخر میں جامعۃ الکوثر کے تمام اساتذہ کرام خاص طور پر جناب حجۃ الاسلام جناب شیخ محسن علی نجفی کا نام نہ لوں تو ناانصافی ہو گی ان کی زندگی سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ راقم کی تربیت و تعلیم میں آپ کی رہنمائی پیش پیش رہی ہر قدم پر ہر حوالے سے آپ کا تعاون حاصل رہا۔ اپنے بہن بھائیوں، خاص طور پر بھائی اقبال، بھائی ابراہیم، بھائی عارف اور بھائی رضا کا مشکور ہوں جنھوں نے میرے ساتھ ہر موڑ پر مالی تعاون کیا۔ اور آخر میں ڈاکٹر اصغر علی مرزا اور جناب نیاز شیدائی صاحب کا بے انتہا مشکور ہوں جنہوں نے مقالے کے تحقیقی دورانیے میں میری مدد کرتے رہیں۔

محمد حسن

طالبعلم: ایم۔ فل علوم اسلامیہ

رموز واشارات

تحقیق میں مندرجہ ذیل رموز واشارات کو استعمال کیا گیا ہے۔

۱۔	﴿ ﴾	آیات کریمہ کے لیے
۲۔	(( ))	احادیث پاک کے لیے
۳۔	" "	اقتباس کے لیے
۴۔	ص	صفحہ ظاہر کرنے کے لیے
۵۔	ج	جلد ظاہر کرنے کے لیے
۶۔	س ن	سن اشاعت نہ ہونے کو ظاہر کرنے کے لیے

ABSTRACT

Islamic system gives an ample importance to the Domestic and Internal (family) system, so the interpreters (Mufassireen) also give a great value to this system in their exegesis (tafaseer). **Mufti M. Shafi** and **Sheikh Mohsin Ali Najafi** are also among those exegetists (Mufassireen) who have deliberated this domestic (Family) system in their interpretations of the Holy Quran; which consist of ten volumes named as “Maa’rif-ul-Quran" and "Alkauthar fi Tafseer-ul- Quran”.

This research work aims at discussing different aspects of family system regarding Nikah and Talaq (Divorce) in opinion of the both above mentioned exegetists.

The translation of the Quranic verses presented in this thesis has been taken from Blagh-e-Quran of Sheikh Mohsin Ali Najafi.

The thesis consists of four chapters; the first chapter comprises of introductory discussion, which has a brief introductory review of the interpreter (mufassir) and exegesis (tafseer). The second chapter deals with the discussion of Nikah. The Third chapter shares out the confab of Divorce (talaq). In the last and fourth chapter a comparative discussion regarding Nikah and Divorce, end summary and recommendations have been presented.

مقدمہ

موضوع کا تعارف واہمیت:

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے جب اس کائنات کی تخلیق کی تو اس میں انسان کو دیگر تمام مخلوقات سے افضل واشرف بنایا صرف ظاہری حسن وجمال ہی نہیں بلکہ اسے عقل وخرد کی عظیم نعمت دے کر دیگر مخلوقات سے ممتاز کر دیا پھر اس افضلیت وامتیاز پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ جملہ دیگر مخلوقات کو اس کے لیے مسخر کر دیا اور اس کی خدمت پر معمور کر دیا ارشاد فرمایا:

﴿أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً﴾ (1)

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ نے تمہارے لیے مسخر کیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں کامل کر دی ہیں۔

لیکن جہاں اللہ پاک وتعالیٰ نے اسے یہ اعزاز بخشا وہاں انسان کو اپنے اعمال کی جواب دہی کا ذمہ دار بھی ٹھہرایا انسان اپنے خالق ومالک کی اطاعت وفرمان برداری سے عروج وکمال حاصل کرتا ہے اور اللہ عزوجل کی راہ حق سے فرار کرتے ہوئے نہ صرف اسفل السافلین کی مذلت میں گرتا ہے بلکہ جہنم کا سزاوار بھی ٹھہرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ' نے انسان کو اس دنیا میں ایک کامیاب زندگی گزارنے کا پابند بنایا ہے۔ایسی زندگی جس میں ایک مہذب اسلامی معاشرہ ترتیب پائے اور وہ معاشرہ جس میں انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی پر امن اور کامیابی کے ساتھ گزرے ایک ایسا معاشرے تشکیل پائے جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں ادا ہو سکیں جس میں انسان کی ازدواجی سماجی اور معاشرتی زندگی استوار ہو سکے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اور اسے عقل وخرد کی قوت عطا کی ہے معاشرتی زندگی میں بگاڑ اور فساد ضرور ہوتا ہے اس میں خامیاں اور کمزوریاں بھی ہوتی ہیں ان خرابیوں اور کمزوریوں کو نہ تو سرے سے ختم کیا جا سکتا ہے اور نہ انہیں اپنے حال پر چھوڑا جا سکتا ہے کہ وہ پروان چڑھتی رہیں بلکہ ان کے سد باب کے لیے اپنی کاوشیں جاری رکھنے کا انسان کو پابند بنایا گیا ہے معاشرتی زندگی کے مختلف شعبوں میں خامیاں پائی جاتی ہیں مگر معاشرہ جس اکائی سے تشکیل پاتا ہے وہ ایک خاندان ہے اور ایک خاندان میں اگر

---

1 ۔ سورۃ لقمان: 20/31

فساد پیدا ہو جائے تو سارے معاشرہ پر اس کے اثرات پڑتے ہیں اور معاشرہ میں بے چینی اور بے قراری کی کیفیت رہتی ہے لہذا یہ ماننا پڑے گا کہ ایک خاندان میں فساد اور بگاڑ دیگر تمام معاشرتی فسادات اور خامیوں کے مقابلے میں زیادہ نقصان دہ ہے۔

ایک خاندان کے اصل افراد میاں اور بیوی ہیں ہم اپنے معاشرے میں دیکھتے ہیں کہ آئے روز میاں اور بیوی کے درمیان تنازعات اور فسادات میں اضافہ ہوتا جارہا ہے یہ معمولی نوعیت کے اختلافات میاں بیوی کے درمیان بعض اوقات طلاق پر منتج ہوتے ہیں جس سے ایک ہنستا بستا گھر اجڑ جاتا ہے اور خاندانی فسادات کی اصل وجہ حقوق وواجبات سے ناآشنائی اور شرعی حدود سے تجاوز ہے معاشرے کے اکثر لوگوں کو عائلی حقوق وفرائض کا علم ہیں ہی نہیں اور اس لا علمی کی وجہ کہیں عائلی مسائل کے بارے غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اس لاعلمی کی بناپر بعض اوقات میاں اور بیوی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں جس سے فساد پیدا ہوتا ہے اور آخر کار طلاق پر بات ختم ہوتی ہے چنانچہ نکاح وطلاق کے مسائل اور احکام سے آگاہی اور ان کے شرعی حل کے لئے درج ذیل تحقیقی مقالہ ترتیب دیا گیا ہے۔

بیان مسئلہ:

ازواجی زندگی کے اس طویل سفر میں کئی ایسے موڑ آتے ہیں کہ جہاں خاوند اور بیوی کے درمیان اختلاف اور نزاع پیدا ہو جاتا ہے یہ اختلاف پیدا ہونا خلاف فطرت نہیں کیوں کہ طبع انسانی جدا جدا ہیں لیکن اس اختلاف کی بنا پر خاوند اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ہو جانا ایک ناپسندیدہ فعل اور معاشرتی بے چینی کا باعث ہے اسی طرح نکاح و طلاق کے حوالے سے ہمارے معاشرے میں کچھ غلط فہمیاں اور غیر شرعی روایات بھی پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے بہت سارے خوشحال گھرانے ویران ہو جاتے ہیں دینی تعلیم سے دوری اور بالخصوص نکاح وطلاق کے بنیادی اصولوں سے لاعلمی کی وجہ سے آج ہمارے معاشرے میں طلاق اور خلع کا تناسب بڑھ چکا ہے۔ چنانچہ نکاح وطلاق کے بارے میں معاشرے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ اور ازدواجی اور عائلی پیچیدگی کا قرآن وسنت کے مطابق حل تلاش کرنا، اس تحقیق کا بنیادی مقصد ہے تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ اسلام جہاں ہمیں ایک طرف کامل ضابطہ حیات عطا کرتا ہے وہاں دوسری طرف اس معاشرتی نظام میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل بھی پیش کرتا ہے۔

تحدید:

زیر نظر مقالہ معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن کے نکاح وطلاق کے مشترکات اور اختلافی مباحث پر مشتمل ہے لہذا ان دونوں تفاسیر سے ہی استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن وحدیث سے بھی استفادہ کیا گیا ہے

مقاصد تحقیق:

اس تحقیق کے درج ذیل مقاصد ہیں:

1۔ تفسیر معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن کی روشنی میں احناف اور جعفری مکتب کے ہاں پائے جانے والے نکاح اور طلاق کے مشترکات کو منظر عام لاکر دونوں مسالک کے لئے قابل عمل نکات فکر کو بیان کرنا۔

2۔ مذکورہ تفاسیر کی روشنی میں احناف اور جعفری مکتب فکر کے درمیان نکاح اور طلاق کے بارے میں موجود غلط فہمیوں اور شکوک وشبہات کو دور کرنا۔

3۔ مذکورہ تفاسیر کو مد نظر رکھتے ہوئے نکاح اور طلاق کے بنیادی مسائل اور مبتلابہ مسائل سے مکلفین کو آگاہی فراہم کرنا۔

تحقیقی سوالات:

1۔ نکاح وطلاق کے بنیادی مسائل کیا ہے؟

2۔ نکاح وطلاق کے مشترکات اور اختلافات کون کون سے ہیں؟

3۔ نکاح وطلاق کی شرعی حیثیت اور حدود وقیود کیا ہیں؟

پس منظری مطالعہ:

زیر نظر موضوع "تفسیر معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن کے موضوعات نکاح وطلاق" پر اگرچہ مجوزہ صورت میں کوئی تحقیق نہیں ہوئی البتہ اس کے موضوعات سے متعلق مختلف علماء وسکالرز نے کام کئے ہیں جو مقالہ ہذا کی تحریر سے قبل موضوع کے انتخاب اور دوران تحقیق کارگر ثابت ہوئے۔

1۔اسلام کا عائلی نظام: محمد رضی الاسلام ندوی

اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ابتدا میں خاندان کی اہمیت اور اس کی مختصر تاریخ بیان کی گئی ہے۔ نظام خاندان کے مخالفین کے دلائل ذکر کر کے ان کارد کیا گیا ہے اور عرب کے خاندانی اور قبائلی نظام کی تفصیلات تاریخ عرب کی روشنی میں بیان کرتے ہوئے اسلام نے اس نظام میں جو اصلاحات کیں، ان پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسرے حصے میں اسلامی خاندان کے خدّوخال واضح کیے گئے ہیں۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ نظام خاندان کی تشکیل میں اسلام نے انسان کے جنسی جذبے کی کس حد تک رعایت کی ہے؟ ازدواجی تعلقات کو کن حدود وقیود کا پابند کیا ہے؟ اور

اہل خاندان کے کیا حقوق و فرائض بیان کیے ہیں ؟ تیسرے حصے میں ، جو نصف کتاب سے زائد صفحات پر مشتمل ہے، بعض ان مسائل سے بحث کی گئی ہے، جو بسااوقات مسلم معاشرہ میں پیش آتے ہیں، یا جن پر دوسروں کی طرف سے اعتراضات کیے جاتے ہیں۔

2۔ تحفۃ العروس: محمود مہدی استنبولی، مکتبہ اسلامیہ لاہور، 2011ء

اس کتاب میں شوہروں کو اپنی بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ یہ کتاب مہذب انداز میں میاں بیوی کے ازدواجی تعلقات پر کتاب وسنت اور ائمہ سلف کے اقوال کے ذریعے روشنی ڈالتی ہے۔ میاں بیوی کے ازدواجی تعلقات ایک نہایت ہی نازک موضوع ہے جس پر عموماً بازار میں سطحی اور فحش کتابیں دستیاب ہوتی ہیں جو تعلیم کم دیتی ہیں اور جنسی ہیجان انگیزی کا سبب زیادہ بنتی ہے۔ یہ کتاب اس قسم کے فحش مواد سے پاک ہے۔ البتہ اس کتاب میں کچھ ایسی باتیں بھی آگئیں کہ جن کا بیان ہمارے ہاں شرم وحیا کے معاشرے میں رائج تصورات کی روشنی میں کچھ نامناسب معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ ہمارے ہاں شادی حضرات کی تعلیم کے لیے کسی قسم کے شادی کورسز یا ازدواجی کورسز موجود نہیں ہیں لہٰذا ایسے میں اس قسم کا لٹریچر ایک ضرورت بن جاتی ہے جس میں ایک نئے شادی شدہ جوڑے کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بہت سے مسائل میں رہنمائی کی جائے۔

3۔ شادی اسلام کی نظر میں: عبداللہ دانش، مدرسہ تجوید القرآن رحمانیہ رجسٹرڈ لاہور، 2015ء

دینِ اسلام میں بھی شادی کو ایک اہم معاشرتی تقریب کی حیثیت حاصل ہے۔ تقریب نکاح کا طریقہ اس قدر آسان ہونے کے باوجود ہمارے موجودہ معاشرے میں اسے ایک مشکل ترین تقریب بنادیا گیا ہے۔ بات طے کرنے سے لے کر قدم قدم پر ایسی رسومات ادا کی جاتی ہیں جن میں مال خرچ بھی ہوتا ہے اور متعلقین کو بھی بار بار مال اور وقت خرچ کر کے ان رسومات میں شریک کیا جاتا ہے۔ ان رسومات پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے اکثر کا تعلق ہندو مذہب کی شادی کی رسومات سے ہے۔ اور کچھ لوازمات مغربی معاشرے کے بھی شامل کر لیے گیے ہیں۔ زیر تبصرہ کتابچہ ''شادی اسلام کی نظر میں'' مولانا عبد اللہ دانش صاحب کی تحریر ہے۔ انہوں نے اس موضوع کو بڑے ہی مؤثر و دلکش اور دلنشیں انداز میں پیش فرمایا ہے۔

4۔الزواج: استذہ مرضیہ مدنی، اسلامک انسٹیٹیوٹ گارڈن ٹاؤن لاہور، 2015ء

زیر نظر کتاب ''الزواج'' محترمہ رضیہ مدنی صاحبہ کے شادی بیاہ اور حقوق الزوجین کے موضوع پر اسلامک انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام طالبات و خواتین کو دیئے گئے لیکچرز کی کتابی صورت ہے۔خواتین کے شدید مطالبہ پر محترمہ کے ان لیکچرز کو اسلامک انسٹی کی ایک استاد عفیفہ بٹ صاحبہ نے بڑی محنت سے مرتب کیا ہے۔مصنفہ نے اس میں نکاح کی اہمیت، رشتے کا انتخاب، شروطِ نکاح، مسنون نکاح، نکاح کے موقع پر رسم و رواج کی حقیقت، زوجین کے حقوق و فرائض وغیرہ جیسے موضوعات کو آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں عام فہم انداز میں پیش کیا ہے۔

5۔احکام نکاح: مولانا محمد علی جانباز، مکتبہ قدوسیہ لاہور، اشاعت 2005ء

کتاب ''احکام نکاح'' شارح سنن ابن ماجہ شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز کی تصنیف ہے۔اس کتاب میں انہوں نے نکاح کا معنٰی، نکاح کی اہمیت و ضرورت، نکاح کا حکم، نکاح کے ارکان و شرائط، شادی و بیاہ کی رسومات، مسنون نکاح، آداب زفاف، مسئلہ تعدد زواج، نکاح کی اقسام، زوجین کے حقوق وغیرہ کو قرآن و سنت کے دلائل کی روشنی میں پیش کیا ہے۔

6۔احکام طلاق، محمد علی جانباز، مکتبہ قدوسیہ لاہور، 2004ء

اس کتاب میں طلاق کے احکامات کے ساتھ ساتھ خلع، لعان، ظہار، ایلاء اور احکام عدت کے مسائل بھی شامل کر دیئے گئے ہیں تاکہ ان مسائل سے بھی آگاہی حاصل ہو جائے۔اس کتاب میں طلاق کے لفظی و اصطلاحی مفاہیم اور باقی مذاہب کی روشنی میں ان کا مفہوم بیان کرنے کی سعی کی گئی ہے اور مسالک کو بھی بیان کیا گیا ہے اور مجلس واحد کی تین طلاقوں کے ثبوت وغیرہ کی اہم مباحث بھی کتاب کی زینت ہیں۔یہ کتاب ''احکام طلاق'' مولانا محمد علی جانباز کی مرتب کردہ ہے۔

7۔اسلام کا قانون طلاق اور اس کا ناجائز استعمال: ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد، مکتبہ حسین محمد بادامی، 2013ء

اس کتاب میں 'طلاق' کے بڑھتے ہوئے واقعات کے اسباب کو تلاش کرنے اور ان کا حل ڈھونڈنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس کے علاوہ اسلام کے قانونِ طلاق کو قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح کرنے کی سعی بھی کی گئی ہے تاکہ اس کا ناجائز استعمال روکا جاسکے اور اسے اس کی شرعی حدود میں ہی استعمال کیا جاسکے۔

8۔ تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق: محمد رئیس ندوی، صہیب اکیڈمی شیخوپورہ، 2016ء

زیر تبصرہ کتاب " تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق " جس میں فاضل مؤلف مولانا محمد رئیس ندوی صاحب نے فرقہ واریت سے بالا تر ہو کر ٹھوس قرآن وسنت کی روشنی میں مسئلہ طلاق ثلاثہ کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

9۔ کتاب الطلاق والنکاح: ابن رشد، دار الکتب سلفیہ لاہور، 2010ء

زیر تبصرہ کتاب "کتاب النکاح والطلاق "ابن رشد کی معروف کتاب بدایۃ المجتہد میں سے ہی کتاب النکاح والطلاق کا اردو ترجمہ ہے۔ بدایۃ المجتہد کا یہ حصہ وفاق المدارس السلفیہ کے شہادۃ العالیہ اور بعض یونیورسٹیوں کے ایم۔اے کے نصاب میں شامل ہے۔ اس لیے مولانا ابوزلفہ نسیم صاحب نے اسے اردو قالب میں ڈھالا ہے۔ اس کتاب میں نکاح کے بیغام بھیجنے سے لیکر طلاق ولعان تک کے مسائل کی خوبصورتی کے ساتھ نشاندہی کی گئی ہے۔ حق مہر، عقد نکاح کی شرائط صحت وفساد، مانع عقد، تفویض طلاق، خیارات، حقوق زوجین، طلاق، ظہار، لعان، ایلاء اور عدت اس کتاب کے اہم موضوعات میں شامل ہیں۔

مندرجہ بالا کتب کے علاوہ مختلف جامعات میں اس موضوع پر مندرجہ ذیل تحقیقی مقالے لکھے گئے ہیں:

- اسلام کے عائلی قوانین میں عدت کی اہمیت اور احکام ، مقالہ نگار سلمی جاوید (ایم اے لیول)، نگران مقالہ ڈاکٹر محمد طاہر منصوری، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد
- فقہ اسلامی میں طلاق کے احکامات، سعدیہ انور عباسی (ایم اے لیول) نگران مقالہ ڈاکٹر محمد ضیا الحق، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد
- فقہ اسلامی میں نکاح کے احکام، آمنہ کوثر (ایم اے لیول) نگران مقالہ ڈاکٹر محمد ضیاء الحق، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

اسلوب تحقیق:

مقالہ ہذا کی تحقیق کے لئے درج ذیل اسلوب اور لائحہ عمل اختیار کیا گیا ہے۔

1. نکاح وطلاق معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔
2. مختلف تفاسیر کی روشنی میں نکاح وطلاق کو دیکھا گیا ہے۔
3. موضوع سے متعلقہ تمام کتب سے بغیر کسی تفریق کے استفادہ کیا گیا ہے۔

4. اس موضوع سے متعلق ماہرین و علماء سے رہنمائی لی ہے۔
5. حوالہ جات اور دیگر طریقہ تحقیق میں یونیورسٹی کے فارمیٹ پر عمل کیا گیا ہے۔
6. ملک کی معروف لائبریریوں سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔
7. جدید تحقیق کے ذرائع انٹرنیٹ اور اسلامی سافٹ ویئرز سے بھی دستاویزی مطالعہ کیا گیا ہے۔

ابواب بندی:

باب اول : معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن اور ان کے مولفین کا تعارف

فصل اول: مولفین کا تعارف

مبحث اول: مفتی محمد شفیع کا تعارف

مبحث دوم: شیخ محسن علی نجفی کا تعارف

فصل دوم: تفسیر معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن کا تعارف

مبحث اول: معارف القرآن کا تعارف

مبحث دوم: الکوثر فی تفسیر القرآن کا تعارف

فصل سوم: معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن کی اہمیت اور مصادر و اسلوب

مبحث اول: تفسیر معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن کی اہمیت

مبحث دوم: تفسیر معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن کے اسلوب و مناہج

باب دوم : معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن میں نکاح کے احکام

فصل اول: نکاح کا تعارف، ضرورت، اہمیت اور ارکان

مبحث اول: نکاح کا تعارف

مبحث دوم: نکاح کی ضرورت و اہمیت

مبحث سوم: نکاح کے ارکان

فصل دوم: نکاح کے احکام

فصل سوم: نکاح کے مقاصد و فوائد

باب سوم: معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن میں طلاق کے احکام

فصل اول: طلاق کا مفہوم، شرعی حیثیت، اقسام اور شرائط

مبحث اول: طلاق کا مفہوم و شرعی حیثیت

مبحث دوم: طلاق کی اقسام و شرائط

فصل دوم: طلاق کے احکام

فصل سوم: طلاق کے معاشرے پر اثرات

باب چہارم: نکاح وطلاق کے مباحث کا تقابلی جائزہ

فصل اول: نکاح کے احکامات کا تقابلی جائزہ

مبحث اول: نکاح کی تعریف واہمیت

مبحث دوم: نکاح کے احکامات کا تقابل

فصل دوم: طلاق کے احکامات کا تقابلی جائزہ

مبحث اول: طلاق کا مفہوم، مشروعیت اور شرائط

مبحث دوم: طلاق کی اقسام و تقابل

مبحث سوم: طلاق کا طریقہ کار

باب اول

معارف القرآن اورالکوثرفی تفسیر القرآن اوران کے مولفین کا تعارف

فصل اول: تفسیر معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن کے مولفین کا تعارف

فصل دوم: تفسیر معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن کا تعارف

فصل سوم: تفسیر معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن کی اہمیت اور اسلوب و مناہج

فصل اول

تفسیر معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن

مولفین کا تعارف

مبحث اول : مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

مبحث دوم : شیخ محسن علی نجفی صاحب کا تعارف

مبحث اول

مفتی محمد شفیعؒ کا تعارف

علاقائی اور خاندانی پس منظر:

حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور یوپی [1] کے مشہور عثمانی خاندان سے ہے آپ ۲۱ شعبان ۱۳۱۴ھ بمطابق جنوری ۱۸۹۸ء کو ضلع سہانپور دیوبند میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ملتاہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے "محمد شفیع بن یسین بن ابن خلیفہ تحسین علی بن امام علی بن حافظ کریم اللہ بن خیر اللہ بن شکر اللہ "۔[2]

حضرت مفتی صاحب کا معروف شجرہ نسب میاں جی شکر اللہ تک ہی معلوم ہو سکا ہے، اس سے اوپر کے بزرگوں کا سلسلہ نہیں مل سکا جس سے متعلق حضرت مفتی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ "میرے والد ماجد" میں خود لکھتے ہیں:

> "مجھے اپنے خاندان کا کوئی موثق اور باسند نسب نامہ ہاتھ نہیں آیا جس سے خاندان کے صحیح اور مستند حالات معلوم ہوتا"[3]

آپ مشہور علمی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جو ہمیشہ علمی مشاغل میں مصروف رہے اور تمام اہل علاقہ آپ کے خاندان کے انتہائی معتقد ہیں۔ تمام اہل علاقہ اس گھرانے سے علمی پیاس بجھاتے رہے ۔آپ کے والد محترم دارالعلوم دیوبند کے فاضل استاد اور مولانا حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مریدین میں سے تھے آپ کا اسم گرامی بھی حضرت گنگوہی کا تجویز کردہ ہے آپ کا نام محمد شفیع رکھا گیا۔آپ کے والد بزرگوار صاحب مولانا محمد یاسین دارالعلوم میں شعبہ فارسی کے صدر مدرس رہے اور ساتھ تصنیف اور تالیف کی بھی وسیع خدمت رہی اور ان میں سے چند مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

مفید نامہ جدید، جدید المصادر، مفید اصاغر واکابر، شرح صفوۃ المصادر، انشاء فارغ کے علاوہ بھی کتابیں ہیں آپ

1۔اترپردیش انڈیا

2۔علمائے ہند کا شاندار ماضی، محمد میاں مراد آبادی، مکتبہ محمودیہ لاہور، ص: ۵۶۲

3۔چالیس بڑے مسلمان، حافظ سید محمد اکبر شاہ بخاری، ص: ۱۵/۲

کے والد محترم کی وفات دیوبند قصبہ میں ۹ صفر المظفر ۱۳۵۵ھ کی صبح بروز جمعہ ہوئی۔ کل عمر تہتر سال تھی۔[1]

مفتی محمد عثمانی رحمۃاللہ علیہ کے مضمون حیات مفتی اعظم کے مطابق مفتی محمد شفیع رحمۃاللہ علیہ کی والدہ ماجدہ بھی حضرت مفتی رشید احمد گنگوہی، رحمۃاللہ علیہ سے بیعت تھیں۔

مفتی مولانا محمد رفیع عثمانی رحمۃاللہ علیہ لکھتے ہیں کہ :

"دادی محترمہ بیوہ ہو جانے کے بعد تاحیات اپنے سعادت مند بیٹے مفتی محمد شفیع کے ساتھ رہیں، لکھنا پڑھنا نہ جانتی تھیں مگر نماز روزہ اور عبادت کا بڑا اہتمام فرماتی تھیں، اہم کاموں سے فارغ ہونے کے بعد ان کا اکثر وقت نماز میں یا نماز کے انتظار میں گزرتا تھا، سامنے گھڑی رکھی رہتی اور ان کی نظریں بار بار اس کی طرف اٹھی رہتی تھیں، جب بینائی بہت کمزور ہو گئی تو ہم میں سے جو بھی سامنے سے گزرتا اس سے پوچھتی رہتیں "بیٹے کیا بجا ہے؟ اذان میں کتنی دیر ہے کثرت ذکر کی وجہ سے آخر حیات میں یہ حال ہو گیا تھا کہ باتیں کر رہی ہوں یا خاموش لیٹی ہوں، ہر سانس کے ساتھ اندر سے خود بخود "اللہ اللہ" کی آواز آتی رہتی تھی، جس کا احساس انہیں ہو یا نہ ہو، مگر ہم سب اہل خانہ ہمیشہ اس کا مشاہدہ کرتے تھے"۔[2]

مفتی محمد رفیع رحمۃاللہ علیہ مزید لکھتے ہیں کہ :

" وہ ہم سب بچوں کو بزرگوں کے واقعات بڑے دلچسپ انداز میں سنایا کرتی تھیں، پاکستان تشریف لانے کے بعد بھی تقریباً گیارہ سال حیات رہیں ۱۳۸۱ھ بمطابق ۱۹۶۱ء میں ان کا انتقال ہوا اور دارالعلوم کراچی کورنگی کے قبرستان میں سب سے پہلی قبر انہی کی بنی"۔[3]

ابتدائی تعلیم و تربیت:

حضرت مفتی رحمۃاللہ علیہ نے علمی اور دینی گھرانے میں آنکھیں کھولیں اس طرح ابتدا سے ہی علما کرام کی صحبت میں رہنے کا موقع ملا اور والد محترم کی تربیت کی وجہ سے بزرگان دین سے خاص محبت اور الفت تھی۔ والد ماجد محمد یاسین رحمۃاللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے تقریباً ہم عمر تھے اسی وجہ سے بچپن سے ہی کھیل کود کے بدلے علما کرام کی صحبت میں رہنا زیادہ پسند فرماتے تھے۔ حضرت مولانا مفتی شیخ الہند محمود الحسن علیہ رحمۃ کی محفل میں حاضری اکثر ہوا

1۔ میرے والد ماجد۔ مفتی محمد شفیع، ادارہ معارف کراچی ۱۹۹۸ء، ص: ۹

2۔ ایضا

3۔ حیات مفتی اعظم، محمد رفیع عثمانی، ادارہ المعارف کراچی، مئی ۲۰۰۵، ص: ۲۵

کرتی تھی۔[1] حضرت مفتی علیہ الرحمہ نے قرآن مجید کی تعلیم آپ کے والد محترم سے حاصل کی اور ساتھ ہی دار العلوم کے اساتذہ قرآن حضرت حافظ عبدالعظیم رحمتہ اللہ اور حافظ نامدار رحمۃ اللہ سے بھی کسب فرمایا۔ مفتی صاحب کے والد محترم کی یہ تمنا تھی کہ آپ قرآن پاک کو مکمل حفظ کریں مگر بچپن سے آپ کمزور تھے اس وجہ سے صرف کچھ پارے قرآن مجید کے حفظ کر سکے۔ قرآن کریم سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مفتی رحمۃ اللہ علیہ نے دار العلوم سے اپنے والد محترم سے درس ریاضی، فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کیا اور ۱۳۳۱ میں دار العلوم میں باقاعدہ داخلہ لیکر درنظامی کے نصاب ۱۳۳۵ تک پورا کیا۔[2]

آپ نے اپنے چچا منشی منظور سے حساب اور ریاضی کی تعلیم حاصل کیا جو کہ مدرسہ دیوبند سے پڑھا۔ قاری محمد یوسف سے فن تجوید حاصل کیا اور آپ کے والد محترم سے آپ نے عربی اور فقہ کی کتابیں فصول الکبریٰ اور منتہی المعلیٰ پڑھیں۔ علمی ماحول کی وجہ سے حد سے زیادہ علمی ذوق اور شوق پایا جاتا تھا اور آپ کا علمی ذوق ہر شعبہ پر غالب تھے اس وجہ سے ابتدا سے اکابر دار العلوم کے تمام اساتیذہ کی نظر محبت اور رحمت اول ہی سے آپ پر مبذول تھی۔

۱۳۳۷ھ سے باقاعدہ دار العلوم میں تدریس کی خدمت شروع کیا۔ آپ نے بارہ سال مسلسل تمام کتابوں کی تدرس کی خدمت انجام دی۔ آپ کو بہت زیادہ فتوی نویسی کا شوق تھا اسی وجہ سے آپ نے ستر ہزار سے زائد فتوئے تحریر فرمائے، اسی وجہ سے آپ کو ۱۳۴۹ھ میں دار العلوم کا منصب فتوی سپرد کیا گیا۔ لیکن آپ نے تحریک پاکستان کی جدوجہد اور کچھ دوسرے اسباب کی وجہ سے دار العلوم دیوبند سے مستعفی ہوگئے۔[3]

حضرت مفتی محمد شفیع علیہ رحمہ کے چند خاص اساتذہ کرام جن کا تذکرہ خصوصیت کا حامل ہے:

۱۔ مفتی حضرت سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ مفتی حضرت مفتی عزیز الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ

۳۔ مفتی حضرت محمد احمد رحمۃ اللہ ابن حضرت محمد قاسم نانوی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ حضرت مفتی شبیر احمد عثمانی علیہ الرحمہ

۵۔ حضرت مولانا سید میاں اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ حضرت مفتی اعزاز علی علیہ الرحمہ

۷۔ مفتی حضرت مولانا رسول خان علیہ رحمہ

1۔ حیات مفتی اعظم، محمد رفیع عثمانی، ص:۲۸

2۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ص:۶/۱

3۔ ایضا، ص:۱۶/۱

۸۔ حضرت مفتی محمد ابراہیم ہلیلاوی علیہ رحمہ [1]

ان تمام بزرگ اساتذہ کو آپ کے ساتھ خاص محبت اور الفت تھی جس کے بہت زیادہ نظیر موجود ہیں۔ مسئلہ ختم نبوت میں قادیانیت کے خلاف مقدمہ بہاولپور کے موقع پر حضرت سید انور شاہ کشمیری کی طرف سے حضرت مفتی محمد شفیع کو خصوصی رفاقت میں رکھنا اور حضرت مفتی صاحب کے والد محترم کی شدید علالت کے باوجود مفتی شفیع صاحب کو اپنے ساتھ روک رکھنا۔

حضرت مولانا سید اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ بھی مفتی صاحب کے اساتذہ میں سے تھے آپ کا مفتی محمد شفیع صاحب سے خاص محبت اور شفقت کا اندازہ ان چند جملے سے واضح ہو جاتا ہے۔

"دار العوم دیوبند کے نوجوان مدرس وعالم، مولوی محمد شفیع صاحب میرے سامنے کے بچے ہیں مگر ان کا علم وفضل مجھے ان کو مولوی محمد شفیع کہنے پر مجبور کرتا ہے۔ان کی عربی وار دو تصانیف کی تعداد ایسی تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ مجھ جیسے ضعفاء پابہ رکاب بوڑھوں کو رشک آئے تو بجا ہے، دونوں میں سلاست زبان اور حسن بیان حق تعالیٰ ' ان کو عطا فرمایا ہے۔ پھر بڑی خوبی ہے کہ سلف صالحین اور اپنے اساتذہ و بزرگوں کے طریقے کو سنبھالے رہتے ہیں۔ نئی روشنی اور جدید تمدن کے اثر نے جو جابجا نظر فریب مگر مہلک غار ڈال دیئے ہیں، لوگوں کو ان سے بچانے کی فکر کرتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔ان کی ہر تصنیف وتالیف کو دیکھ کر دل سے دعا نکلتی ہے"[2]

علمی خدمات:

حضرت مفتی رحمۃ اللہ علیہ نے دار العلوم میں تدریس شروع کی ابتدائی کتابوں سے لیکر اوپر کے سب درجات کے تمام مضمون وفنون میں اپنے قابل اساتذہ کے زیر سایہ پڑھائے۔ مفتی صاحب خود فرمایا کرتے تھے:

"دار العلوم کے طرف سے تو صرف چھ گھنٹے کی پابندی تھی مگر میں روزانہ اٹھارہ گھنٹے کام کرتا تھا"[3]

حضرت مفتی صاحب کو بہت زیادہ شوق تھا تدریس کا جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ آپ کو بہت جلد دار العلوم دیوبند کے درجہ علیا کی کتابوں کی تدریس کا عزاز بھی آپ کو نصیب ہوا۔ کتب احادیث کا درس بھی آپ کو ملا بہت جلد، ان کتب احادیث میں سے موطا امام مالک اور اس کے بعد دورہ حدیث کی صحاح ستہ میں سنن ابوداؤد کا درس آپ کو ملا۔ آپ کے

1۔ مفتی حیات مفتی اعظم، محمد رفیع، ص:۲۸۔۲۹

2۔ سیرۃ خاتم الانبیاء ﷺ، محمد شفیع، ادارہ معارف القرآن ص:۱۰۲

3۔ مفتی، حیات مفتی اعظم، محمد رفیع عثمانی، ص:۸۹

دروس کی مقبولت کے حوالے سے اپ کی کتاب نقوش وتاثرات میں ہے کہ :

"حضرت حسین احمد مدنی رحمۃاللہ علیہ کے مسلسل تقاضے پر دارالعلوم کی جانب سے مجھے پہلے موطا امام مالک کا درس ملا اور اس کے بعد دوسری کتابیں پڑھانے کی نوبت آئی، پھر فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی خواہش وایماء پر درجہ علیا کے اساتذہ میں مجھے حقیر کو بھی شامل کر لیا گیا جس کا واقعہ کچھ یوں ہوا کہ مفتی حضرت سید حسین احمد مدنی رحمۃاللہ جب سلہٹ میں تشریف فرما تھے تو وہاں حدیث پڑھانے کے لئے ایک مدرس کی ضرورت پیش آئی جس کے لئے حضرت حسین احمد مدنی رحمۃاللہ علیہ نے بندہ کو بذریعہ خط دعوت دی میں نے عذر بیان کیا اس وقت تک دارالعلوم میں مجھے کبھی حدیث پڑھانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا، میرا شوغ زیادہ تر، ادب اور دوسرے فنون رہے "پھر تقاضے کا خط آیا کہ ایسا کیوں کیا؟ حدیث کی تعلیم کو ضروری سمجھو، پھر دیوبند تشریف آوری کے وقت دوبارہ تقاضا فرمایا تو میں نے عرض کی کہ جہاں استاذ محترم حضرت شاہ صاحب درس دیتے ہوں وہاں ایسا احمق کون ہوگا جو مجھ سے حدیث پڑھنے کو گوارا کرلے۔ لیکن حضرت فرمایا کہ ایک کتاب حدیث کی ضرور پڑھایا کرو بار بار تقاضا کرنے پر بالآخر مجھے دارالعلوم کی طرف سے موطا امام مالک "کا درس دیا گیا اور اس کو قبول کرنے کے بعد میں کئی دوسری کتابیں حدیث کی پڑھانے کی نوبت آئی"۔[1]

فقہی وسیاسی خدمات:

دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں ہزاروں کی تعداد میں آپ کے شاگرد فیض عام کر رہے ہیں اور آپ کی تصانیف آپ کی علمی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور ساتھ دنیا کے مختلف ممالک میں موجود دینی درسگاہیں آپ کے لئے قیامت تک صدقہ جاریہ بنی رہیں گی۔

اس کے علاوہ آپ کے بہت زیادہ فقہی اور سیاسی خدمات بھی ہیں آپ کی تمام زندگی فقہی خدمات کی آئینہ دار ہے دارالعلوم دیوبند سے دارالعلوم کراچی کے قیام تک کا عرصہ آپ کی فقہی خدمات سے بھرا ہوا ہے جہاں بھی آپ

1۔ نقوش وتاثرات، مفتی محمد شفیع، ص:۴۳، ۴۲

تشریف رکھتے فقہی مسائل بیاں فرماتے تھے آپ کی فقہی خدمات کا کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا۔

سیاسی خدمات بھی بہت زیادہ ہیں تحریک پاکستان میں اور قیام پاکستان کے بعد بھی اعلی خدمات انجام دی ہیں آپ نے تحریک پاکستان کی جدوجہد میں نمایاں کردار ادا کیا اور مسلم لیگ کے متعلق شرعی حیثیت میں فتوی دیا۔ جس میں کانگرس میں شمولیت کو کفر کی حمایت قرار دیا۔

تصانیف:

حضرت مفتی صاحب کی عربی اور اردو دونوں میں تصانیف و تالیفات ہیں اردو میں تالیفات کی تعداد زیادہ ہیں۔ تصانیف کی کل تعداد ایک سو باسٹھ ہے۔

ان کتابوں میں چند ایک درج ذیل ہیں:

- معارف القرآن
- احکام القرآن
- تقدیر ترمذی
- فتاوی دار العلوم دیوبند
- امداد المفتین
- معیشت و سیاست
- جواہر الفقہ
- آلات جدیدہ
- شرح نفحۃ الیمن
- ختم نبوت
- درس عبرت
- بیمہ زندگی
- شہید کربلا
- التصریح بما تواتر فی نزول المسیح
- وصیت نامہ

اس کے علاوہ بھی بہت سی ضخیم اور معیاری کتابیں مختلف موضوعات پر وافر تعداد میں موجود ہیں۔

مبحث دوم

شیخ محسن علی نجفی کا تعارف

علاقائی اور خاندانی پس منظر:

برف پوش پہاڑوں، سر سبز و شاداب وادیوں، گنگناتی آبشاروں اور اپنی گہرائیوں پر ناز کرتی ہوئی پر سکون جھیلوں کا دوسرا نام گلگت بلتستان ہے۔ پاکستان کے شمال میں دو پہاڑی سلسلوں کوہ قراقرم اور کوہ ہمالیہ کے دامن میں بلتستان واقع علاقہ ہے جسے آٹھویں صدی عیسوی تک بلتستان کو پلولو کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس علاقہ میں بسنے والوں کو تبت والے بلتی اور یہاں رہنے والوں کو بلتی پا کے نام سے پکارتے تھے۔ تاریخی حوالے سے بلتستان کے ۹۱ فیصد باشندے تبتی نژاد ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ پولو کھیل اس خطے کا قدیمی کھیل رہا ہے اور "پولولو" کے نام سے اس علاقہ کو یاد کیا جاتا تھا یہی سبب ہے کہ آج بھی گلگت کے بعض باشندے بلتستان میں رہنے والوں کو اسی نام سے پکارتے ہیں۔[1]

آخر کار اسلام کی آمد بطور خاص ایرانی مبلغین کے اس علاقے میں آمد اور فارسی اور عربی زبان سے متاثر ہو کر یہ علاقہ بلتستان کے نام سے مشہور ہوا جو آج تک باقی ہے۔ برصغیر کی تقسیم کے وقت بلتی لوگوں نے اپنی جنگ آزادی خود لڑی اور ۱۹۴۸ء میں خود بغیر شرط کے پاکستان میں شامل ہوئے۔[2] بلتستان کا سب سے بڑا شہر اور ہیڈ کوارٹر سکردو ہے۔ پاکستان کے اسی علاقے میں واقع شہر سکردو[3] کے مرکز سے ۶۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع دور افتادہ، دشوار گزار مگر حسن فطرت سے مالامال گاؤں مفسر قرآن علامہ شیخ محسن علی نجفی صاحب کی جائے ولادت ہے۔ آپ کا سنِ ولادت ۱۹۴۳ء ہے آپ کے پر دادا جان کا اسم گرامی حسین حلیم رحمۃ اللہ علیہ، دادا جان کا نام عبد الحلیم اور والد صاحب کا نام مولانا حسین جان ہے۔[4]

---

1 بلتستان و گلگت کے عظیم حکمران علی شیر خان انچن سے گلگت بلتستان آرڈر 2018 تک (کالم)، شیر علی انجم، مکالمہ چیف ایڈیٹر: انعام رانا، 5 اکتوبر 2018

2-https://ur.wikipedia.org/wiki/باب:گلگت-بلتستان

3- سکردو شہر سلسلہ قراقرم کے پہاڑوں میں گھرا ہوا ایک خوبصورت شہر ہے۔ یہاں کے خوبصورت مقامات میں دیوسائی، شنگریلا، سدپارہ جھیل، منٹھوکھا آبشار وغیرہ مشہور ہے۔https://en.wikipedia.org/wiki/Skardu

4- تذکرہ علمائے امامیہ پاکستان بحوالہ، سید عارف حسین نقوی، مکتوب علامہ شیخ محسن علی نجفی بنام سید محمد کاظمی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۴ھ، ص 87-88

ابتدائی حالات:

قیام پاکستان کے وقت آپ کی عمر ۵ سال تھی جبکہ آزادی بلتستان کے وقت آپ کی عمر ٦ سال تھی تاہم کم عمری کے باوجود اس وقت کے اہم واقعات آج بھی آپ کے ذہن پر پوری طرح نقش ہیں چنانچہ انھیں یاد ہے کہ اس وقت قائد اعظم محمد علی جناح کا نام زبانِ زدعام تھا اور علاقے کے مکینوں کی پاکستان میں شمولیت کے لیے رائے شماری کا شور و غوغا بھی انکے کانوں میں پڑتا تھا اس کے علاوہ بلتستان کے بہادر اور غیور عوام نے بلتستان کی آزادی کے لیے جو عظیم جدو دجہد کی اس حوالے سے بھی انھیں یاد ہے کہ جنگ آزادی بلتستان میں شرکت کرنے والے مجاہدین کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے انکے گاؤں میں ایک تقریب ہوئی تھی اور اس تقریب میں انکے والد صاحب نے مجاہدین کی جدوجہد کے حوالے سے اشعار پڑھ کر لوگوں سے زبردست داد پائی تھی۔

تقریب کے اختتام پر صدرِ محفل نے ان کے والد صاحب کو دس روپے کا ہندوستانی سکہ بطور انعام دیا تھا (اسوقت تک پاکستانی کرنسی گردش میں نہ آئی تھی) دس روپے کا وہ سکہ ایک عرصے تک انکے خاندان کے پاس بطور یادگار محفوظ رہا۔[1]

ولادت اور تعلیمی اسفار:

شیخ محسن علی نجفی صاحب کے والد صاحب کو خدا نے تین بیٹے اور تین بیٹیوں سے نوازا تھا اور وہ اپنے بھائیوں اور بہنوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ کے والد بزگوار ایک متقی زاہد عالم تھے اور ساتھ ہی آپ کی والدہ بھی فقہی احکام سے بھی خوب آگاہ تھی اور دوسری خواتین کو بھی فقہی احکام کی تعلیم دیتی تھی۔

شیخ محسن علی نجفی فرماتے ہیں:

> میرے والد گرامی اور والدہ ماجدہ نے شگر کے علاقہ گرم چشمہ میں واقع مدرسہ سے دینی تعلیم حاصل کی اور پھر مقدود بھر وسائل سے اپنی علمی استعداد میں اضافہ کیا اپنے علاقے میں شرعی مسائل کا فیصلہ سنانے اور تبلیغی احکام بتانے کے حوالہ سے آپ کی کافی خدمات ہیں ان کے والد نے "شکیات نماز" کو اس طرح منظوم کیا تھا کہ لوگوں کو یہ اشعار بآسانی یاد ہو جاتے تھے چنانچہ علاقے میں مولانا حسین جان کی شکیات نماز والی نظم جس کسی کو یاد ہوتی تھی اسے شکیات کے مسائل سے

1۔انٹر ویو، شیخ محسن علی نجفی،(محمد حسن)12مارچ2019،جامعہ اہل بیت F-7/4،اسلام آباد وقت ۰۰:۱۰ صبح بمطابق پاکستانی ٹائم

آگاہ سمجھا جاتا تھا۔[1]

آپ کے والد محترم خاصے پڑھے لکھے تھے اور تمام اہل علاقہ کے لئے آپ کی تعلیمی خدمات رہی ہیں تمام لوگ آپ کے پاس اپنے دینی مسائل پیش کرتے تھے اور ان تمام مسائل کا خوب جواب دیتے تھے۔ آپ نے شگر کے گرم چشمہ نامی ایک گاؤں کے مدرسہ سے تعلیم حاصل کی جہاں بہت بڑے عالم دین ہر وقت موجود ہوتے تھے۔

شیخ حسین جان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مولانا سید احمد علی بلتستانی لکھتے ہیں:

احد اعلام بلتستان و كان عالما مجاهدا شاعرا زاهدا ورعا حريصا على تبليغ الحكام الشرعية وقد نظم اصول العقائد فى ادبيات عددها نحو ماة بيت ونظم احكام شكيات الصلاة وله مراثى عديده فى مدح الرسول الاعظم صلى الله عليه وآله وسلم -[2]

ترجمہ: وہ بلتستان کے بڑے علماء میں سے ایک تھا اور وہ عالم، مجاہد، شاعر، زاہد، متقی اور شرعی احکام کی تبلیغ کرنے کا بہت شوق رکھتا تھا اور اصول عقائد (اصول دین) کو بیت اور اشعار کی صورت میں منظم کیا ہے ان جی تعداد تقریباً سو اشعار پہ مشتمل ہے اور رسول خدا اور ان کے اہل بیت کی شان میں متعدد مرثیہ لکھا ہے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت:

شیخ محسن نجفی صاحب کی ابھی عمر 14 سال تھی کہ ان کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا اور شفقت پدری سے محرومی کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیم کا سلسلہ بھی وقتی طور پر رک گیا ایسے میں ان کے گاؤں کے بالکل ساتھ ایک گاؤں تھا جو اب بھی آخوند پہ گاؤں کہلاتا ہے۔ آخوند گاؤں قدیم شیعہ بستی ہے جبکہ انکا سارا علاقہ نور بخشی تھا اور اس کے برعکس اس وقت یہ سارا گاؤں شیعہ تھا اس گاؤں کے ایک عالم دین مولانا حسین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس انھوں نے دوبارہ تعلیم شروع کی اور صرف میر وغیرہ بھی وہیں پڑھی ان کے استاد اخوند حسین مقامی طور پر پڑھے ہوئے تھے اس کے بعد علامہ سید احمد موسوی رحمۃ اللہ علیہ[3] (جو کہ نجف کے پڑھے ہوئے تھے) کے پاس وہ پڑھتے رہے اور ان سے کافی تعلیم حاصل کی یہ مولانا صاحب ان کے گاؤں کے دوسری جانب واقع گاؤں میں رہتے تھے چنانچہ شرح لمعہ تک تعلیم انھوں نے

1۔ انٹرویو، شیخ محسن علی نجفی، حوالہ سابق

2۔ تذکرہ علمائے امامیہ پاکستان بحوالہ، سید عارف حسین نقوی، ص 87-88

3۔ مولانا سید احمد موسوی ۱۹۱۵ میں گوہری بلتستان میں پیدا ہوئے نجف اشرف میں اٹھ سال حصول علم کے بعد اپنے گھر پر ہی درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر دیا بعد از جامعہ محمدیہ مہدی اباد بلتستان کے مدرس اعلی کے طور پر فرائض انجام دیتے رہے۔ بحوالہ: تذکرہ علمائے امامیہ پاکستان بحوالہ، سید عارف حسین نقوی، ص ۲۵

علامہ سید احمد موسوی رحمۃ اللہ علیہ ہی سے حاصل کی۔[1]

عالم مسافرت اور حصول علم

بلتستان سے باہر جانے اور مزید تعلیم کے لیے اداروں کی تلاش علامہ صاحب کا ذاتی فیصلہ تھا اور کسی نے انھیں یہ سوچ نہیں دی کہ انھیں تعلیم کے لیے بلتستان سے باہر جانا چاہیے چنانچہ وہ از خود حصول علم کا شوق لئے سن 60ء کی دہائی میں بلتستان سے چلے لیکن تعلیمی اداروں کی بابت ضروری معلومات نہ ہونے کے باعث کراچی جا کر واپس بلتستان آگئے اور تعلیم کے لیے کچھ نہ کر سکے پھر تین سال بعد ۱۹۶۳ء میں دوبارہ کراچی آئے اور حیدرآباد سندھ کے مدرسہ مشارع العلوم[2] میں داخلہ لیا اس وقت وہاں مولانا ثمر حسن زیدی صاحب مدرسے کے پرنسپل تھے اور مولانا منظور حسین صاحب ان کے ادبیات کے استاد تھے مولانا ثمر حسن زیدی اور مولانا منظور حسین رحمۃ اللہ علیہما دونوں ہی ان کے پسندیدہ استاد تھے۔ مدرسہ مشارع العلوم حیدرآباد سندھ میں علامہ صاحب نے ایک سال گذارا۔

ابتدا میں انھیں اردو اچھی طرح نہیں آتی تھی لیکن جب وہ حیدرآباد میں رہے تو وہاں کیونکہ اردو بولنے کا رواج تھا اور مولانا ثمر حسن زیدی و مولانا منظور حسین، ان سب کی مادری زبان اردو تھی اگرچہ وہاں سندھی طالب علم بھی تھے تاہم اردو کا غلبہ تھا اس لیے وہاں رہ کر انھوں نے بھی اردو سیکھ لی۔ مدرسہ مشارع العلوم سندھ میں شرح لمعہ سے نیچے تک تعلیم دی جاتی تھی چنانچہ انھیں بھی وہاں ایک سال تک شرح لمعہ سے نیچے تعلیم دی جاتی رہی لہٰذا انھیں مزید تعلیم کے حصول کی خاطر ایک سال بعد ہی یہ مدرسہ چھوڑنا پڑا البتہ عربی ادب میں وہاں پڑھائی جانے والی کتب اور اردو لکھنے بولنے کی مشق نے انھیں آئندہ زندگی میں بہت فائدہ پہنچایا۔

اس زمانے میں مدرسہ مشارع العلوم حیدرآباد سندھ ایک باقاعدہ مدرسہ تھا جس میں طلباء کو تمام سہولتیں میسر تھیں تاہم شیخ محسن نے حصول علم کے لیے کسی سہولیات کی پرواہ نہیں کی لہٰذا اس باسہولت مدرسے کو چھوڑنے کی وجہ بھی محض یہ بنی کہ وہاں شرح لمعہ سے نیچے تک کی تعلیم تھی جبکہ وہ شرح لمعہ پہلے ہی سے پڑھ چکے تھے۔

علامہ صاحب نے ایک سال بعد ہی مدرسہ مشارع العلوم چھوڑ دیا جبکہ ان دنوں خوشاب میں مولانا محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ (آف سدھوپورہ) دارالعلوم جعفریہ[3] خوشاب کے پرنسپل تھے علامہ صاحب نے جب ان کا نام سنا تو وہ ان کے پاس دارالعلوم خوشاب آگئے۔ علامہ صاحب نے اس مدرسہ میں سال سوا سال گزارا پھر انھوں نے سنا کہ

1۔ انٹرویو، شیخ محسن علی نجفی، 12 مارچ 2019، جامعہ اہل بیت ایف سیون فور، اسلام آباد وقت ۱۰:۰۰ صبح بمطابق پاکستانی ٹائم

2۔ یہ مدرسہ ضلع حیدرآباد سندھ میں ہے {سن تاسیس ۱۹۶۵} اس کے موسس علامہ ثمر حسن زیدی ہیں

3۔ یہ مدرسہ خوشاب میں ہے {سن تاسیس ۱۹۶۰} اس کے موسس علامہ سید محمد یار شاہ نجفی ہیں

جامعۃ المنتظر لاہور[1] میں حصول تعلیم کے بہتر مواقع ہیں چنانچہ وہ لاہور آگئے اور جامعۃ المنتظر میں مولانا حسین بخش جاڑا رحمۃ اللہ علیہ مرحوم اور مولانا سید صفدر حسین رحمۃ اللہ علیہ مرحوم سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔

نجف اشرف روانگی

شیخ محسن علی نجفی صاحب پوری یکسوئی کے ساتھ لاہور میں زیر تعلیم تھے کہ یکایک انکے دل میں ایک روشنی سی اتری اور چشم تصور میں انھیں حوزہ علمیہ نجف اشرف جگمگاتا دکھائی دینے لگا۔ علامہ صاحب کے والد صاحب تو اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے ایسے میں انہیں حصول علم کے لئے بہتر تعلیمی ادارے بتانے اور بہتر مستقبل کی جانب راہنمائی کرنے والا کوئی بھی نہ تھا کسی نے نہ شوق دلایا نہ کسی نے کوئی وسائل فراہم کئے بس بے سروسامانی کے عالم میں وہ جگہ جگہ خود قیام کرتے تھے اور خدا پر توکل کرتے ہوئے اپنا ہر فیصلہ خود کرتے تھے۔

ان کے خیال میں انکا اسوقت نجف اشرف جانے کا فیصلہ بروقت تھا چنانچہ انھوں نے جب لاہور سے نجف جانے کا ارادہ کیا تو ایک بار پھر کراچی اپنے چچا کے پاس پہنچے اس وقت انکے چچا کے مالی حالات بھی صحیح نہیں تھے پورا کرایہ دینے کی گنجائش بھی نہ تھی البتہ انہوں نے تھوڑا سا کرایہ دے دیا جسے لے کر خدا کے سہارے علامہ صاحب اور ان کی اہلیہ کسی نہ کسی طرح نجف اشرف پہنچ ہی گئے۔[2]

نجف اشرف میں قیام

نجف پہنچنے کے بعد حوزہ میں داخلے کا مسئلہ درپیش آیا وہاں ان دنوں لاہور کے مولانا صادق علی مرحوم، آیت اللہ حکیم رحمۃ اللہ علیہ کے دفتر میں کام کرتے تھے وہ ان کے پاس تشریف لے گیا اور ان سے فرمایا کہ وہ پاکستان سے آئے ہے اگرچہ وہاں امتحان لے کر شہریہ دیا جاتا تھا تاہم کیونکہ علامہ صاحب مکاسب پڑھتے تھے اس لیے ان کا دو دینار یعنی (تقریباً) چالیس روپے شہریہ لگا دیا گیا۔

حوزہ علمیہ نجف میں ان دنوں زیادہ تر ہندوستان، پاکستان افغانستان اور ایران کے طلباء ہوتے تھے ایرانی طلبا کی تعداد نسبتاً زیادہ تھی اور زیادہ تر اساتذہ بھی ایرانی تھے، صرف آیت اللہ حکیم عراقی[3] رحمۃ اللہ علیہ مجتہد تھے اور وہی

1۔ جامعہ المنتظر لاہور میں ہے {سن تاسیس ۱۹۵۴} جس کے موسس بانی علامہ اختر عباس ہیں وفاق المدارس شیعہ پاکستان کا صدر دفتر اسی جامعہ کے مرکزی کیمپس میں واقع ہے۔ امامیہ دینی مدارس پاکستان، سید محمد ثقلین وفاق المدارس شیعہ پاکستان، لاہور، ستمبر ۲۰۰۴ء، ص: ۲۴۷-۲۳۷

2۔ انٹرویو، شیخ محسن علی نجفی، 12 مارچ 2019، جامعہ اہل بیت ایف سیون فور، اسلام آباد وقت ۱۰:۰۰ صبح بمطابق پاکستانی ٹائم

3۔ سید محسن طباطبائی حکیم مشہور بہ محسن الحکیم (1889ء تا 1970ء) عراق کے مشہور آیت اللہ اور مجتہد فقیہ مجاہد اور شیعہ مرجع تقلید

مرجع تقلید تھے و گرنہ تمام اساتذہ بھی عموماً ایرانی ہی تھے جو فارسی میں پڑھاتے تھے۔جب علامہ صاحب نے درسی کتب ختم کرلیں تو اس کے بعد آیت اللہ خوئی رحمۃ اللہ علیہ [1] کے درس خارج میں شرکت کرنے لگے آیت اللہ خوئی عربی میں درس خارج دیتے تھے، کیونکہ وہاں عرب طلباء بھی ہوتے تھے اور ایرانی بھی اور اردو بولنے والے بھی، پھر آیت اللہ سید باقر الصدر نے بھی درس خارج شروع کیا تو ان کے درس میں بھی علامہ صاحب جاتے تھے ان دنوں آغا خوئی کا فقہ کا درس ہوتا تھا اور آیت اللہ باقر الصدر [2] رحمۃ اللہ علیہ کا اصول کا درس ہوتا تھا۔

عراق سے واپسی اور علمی و سماجی خدمات:

شیخ محسن علی نجفی صاحب نجف اشرف میں پوری یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ خرمن علم سے خوشہ چینی کر رہے تھے کہ یکایک عراق کے اندرونی حالات نے پلٹا کھایا اور حالات ایسی ہوگئے مزید کہ عراق میں رہنا ممکن نہیں رہا۔چنانچہ بادل نخواستہ علامہ صاحب کو حوزہ علمیہ نجف اشرف کو خیر باد کہہ کر اسلام آباد آنا پڑنا۔ یہاں آپ دینی و سماجی خدمات میں مصروف عمل ہوگئے۔آج بھی آپ اسلام اور ملک و قوم کی علمی، فکری تربیت کے ساتھ سماجی و معاشرتی سطح پر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

گزشتہ چند سالوں میں جو خدمات انجام دیں تمام شعبہ ہائے زندگی میں قابل تعریف ہیں ان تمام خدمات میں سے چند ایک درجہ ذیل ہیں

مدارس دینیہ کا قیام:

مدارس اہل بیتؑ سماحۃ الشیخ محسن علی نجفی صاحب کی سرپرستی میں پاکستان بھر میں قائم دینی مراکز ہیں۔جن

تھے۔ان کے اہم کارناموں میں سے ایک دنیا بھر کے مختلف ممالک میں کتب خانوں کی تاسیس ہے۔

1۔سید ابوالقاسم موسوی خوئی(1899ء-1992ء)اپنے زمانے کے نمایاں ترین شیعہ فقہا اور مراجع تقلید میں شمار ہوتے ہیں۔اہل تشیع کے اپنے وقت کے مرجع اعلیٰ گزرے ہیں اور ان کے بعد بہت سے مراجع تقلید ان کے شاگرد ہیں۔

2۔سید محمد باقر صدر(1353۔1400ھ)عراقی شیعہ مرجع تقلید اور متفکر ہیں۔انہوں نے دینی علوم کی تعلیم آیت اللہ خوئی اور نجف اشرف کے دوسرے علماء سے حاصل کی۔بیس سال کی عمر سے پہلے ہی انہوں نے اپنی تعلیم مکمل کرلی اور نجف کے حوزہ علمیہ میں دینی علوم کی تدریس میں مشغول ہوگئے۔سید محمد باقر صدر نے اصول فقہ، فقہ، فلسفہ سیاست اور معرفت شناسی جیسے علوم میں جدید نظریات پیش کئے ہیں۔ان کے بعض مشہور نظریات یہ ہیں: نظریہ حق الطاعۃ، توالد ذاتی معرفت و منطقۃ الفراغ،انہوں نے بہت ساری کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے مہم ترین فلسفتنا، اقتصادنا، دروس فی علم الاصول (مشہور بہ حلقات) اور الاسس المنطقیہ للاستقراء ہیں۔

کی تعداد ۲۷ ہے۔

ان میں سے طلاب کے لئے 18 مدارس جبکہ طالبات کے لئے 9 مدارس ہیں۔ مجموعی طور پر ان مدارس میں 2000 سے زائد طلباء وطالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

نمایاں مدارس دینیہ:

جامعۃ الکوثر ایچ ایٹ ٹو اسلام آباد

جامعہ اہل بیتؑ ایف سیون فور اسلام آباد

جامعہ علوم اسلامی فیصل آباد

مدرسہ المہدی کراچی

مدرسہ حفظ القرآن سکردو

کلیۃ اہل البیت چنیوٹ

جامعہ مظہر الایمان ڈھڈیال

مرکز اہل بیت مانسہرہ

بنت الھدی حفظ القرآن و کالج (للبنات) سکردو

جامعہ خدیجۃ الکبریٰ، چنیوٹ

جامعہ زہراء، شگر بلتستان

تصانیف وتالیفات:

علامہ شیخ محسن علی نجفی صاحب کے عربی اور اردو دونوں میں کتابیں تصنیف وتالیف کی ہیں۔

ان تمام کتابوں میں چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ الکوثر فی تفسیر القرآن ۱۰ جلدیں

۲۔ بلاغ القرآن، ترجمہ وحاشہ

۳۔ النھج السوی فی معنی المولی والولی (عربی زبان میں)

۴۔ محنت کا سلامی تصور

۵۔ فلسفہ نماز

۶۔ راہنما اصول

۷۔ تلخیص المنطق للعلامہ المظفر

۸۔ تلخیص المعانی للتفتازانی

۹۔اسلامی فلسفہ اور مارکسزم

۱۰۔تدوین وتحفظ قرآن مجید

۱۱۔شرح وترجمہ خطبہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا

۱۲۔آئین بندگی

۱۳۔اس سب کے علاوہ کثیر تعداد میں علمی مقالات جو مختلف ملکی وبین الاقوامی جرائد میں چھپ چکے ہیں۔

سماجی خدمات:

اسوہ سکول سسٹم کا قیام

۱۔ ۱۲،انٹر میڈیٹ کالجز

۲۔ ۴ ٹیکنکل کالجز

۳۔ ۲ پیرامیڈیکل کالجز

۴۔ IGSC کالج

۵۔ ۵۸ سکولز(پرائمری سے لیکر سکینڈری تک)

یاد رہے ان اداروں میں اس وقت زیر تعلیم طلباء وطالبات کی تعداد ۲۰۷۸۱ ہے۔

فارغ التحصیل طلباء کی تعداد ۱۸۰۰۰

ان اداروں میں موجود اساتذہ کی تعداد ۱۳۱۰

ان اداروں میں موجودہ سٹاف کی تعداد ۷۸۵

سکالرشپ پروگرام

ذہین اور نمایاں کارکردگی دکھانے والے سینکڑوں نادار اور مستحق طلباء وطالبات کو میڈیکل، انجینئرنگ اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں تعلیم جاری رکھنے کے لیے سکالرشپ دیا جاتا ہے۔

مساجد، ہسپتال، ڈسپنسری اور رہائشی کالونی کا قیام

- **مساجد کا قیام:**

اب تک ۳۲۱ مساجد کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے۔

- **صحتِ عامہ**

۳ ہسپتال جو روزانہ ۳۷۵ مریضوں کو علاج معالجے کی سہولیات فراہم کرتے ہیں۔

۸ ڈسپنسریز جو روزانہ ۲۱۱ مریضوں کو مفت علاج معالجے کی سہولیات فراہم کرتی ہیں۔

- **میڈیکل کیمپس**

سال ۲۰۰۰ء سے اب تک ۶۰ سے زائد کیمپس لگائے گئے ہیں جن میں ۳۰۹۶ سرجری، ۳۱۰ لیزر

سرجری، ۴۶۵ ڈاکٹرز نے مجموعاً ۱۰۲۷۳۵ مریضوں کا علاج معالجہ کیا۔

- **رہائشی منصوبہ:**

مدینہ اہل بیت کالونی سکردو:

۱۹۹۹ کی کرگل جنگ سے متاثرہ مہاجرین اور دیگر یتیموں، بیواؤں، ناداروں اور فقراء کے لیے کالونی کی تعمیر جو ۳۴۶ گھروں پر مشتمل ہیں جن میں ۱۹۲۴ افراد رہائش پذیر ہیں جنہیں مفت کھانا، (راشن + روٹی) میڈیکل، تعلیم اور تمام دیگر بنیادی سہولیات بشمول بجلی، گیس سیلنڈر، کتابیں، وردی اور سٹیشنری وغیرہ مہیا کی جاتی ہیں نیز کالونی کے مکینوں کے بچوں اور بچیوں کے لیے الگ الگ مڈل سکول اس کے علاوہ مکینوں کے لیے مسجد، امام بارگاہ، دست کاری سکول (ووکیشنل سینٹر) خطاطی سینٹر، ڈسپنسری، دینیات سینٹر، زچہ بچہ سینٹر کی سہولیات موجود ہیں۔

المحبت ماڈل ولیج کوٹ اڈو:

۲۰۱۰ سیلاب سے بے گھر ہونے والے مستحقین کے لیے ۱۰۰ سے زائد مکانات پر مشتمل کالونی جس میں تقریباً ۶۰۰ افراد رہائش پذیر ہیں کالونی میں مسجد، امام بارگاہ، کمیونٹی سنٹر، واٹر سکیم اور دیگر بنیادی سہولیات بھی مہیا کی گئی ہے۔

حسینی کالونی سکردو:

یہ کالونی ۱۹۹۹ میں کرگل جنگ سے متاثر ہونے والے مہاجرین کے لیے بنائی گئی ہے جس میں 28 خاندان رہائش پذیر ہیں اور مکینوں کی مجموعی تعداد ۱۹۶ ہے اور تمام بنیادی سہولیات فراہم کی گئی ہیں۔

زلزلہ زدگان اور دیگر مستحقین کے لئے خدمات ۲۰۰۵ میں زلزلے سے متاثرہ ۵۱۲۱۰ (اکیاون ہزار دوسو دس) خاندانوں کی ضروریات کی تکمیل

۲۰۱۰ سیلاب سے متاثرہ ۲۶۸۶۸ (چھبیس ہزار آٹھ سو باسٹھ) خاندانوں کی ضروریات کی تکمیل

۲۰۰۵ اور ۲۰۱۰ کے زلزلہ اور سیلاب سے متاثرین کے لیے ۱۰۰۹۱ (دس ہزار اکیانوے) گھروں کی تعمیر اس کے علاوہ سینکڑوں واٹر سکیم، اجتماعی شادیاں، یتیم خانے، مساجد، دینیات سنٹرز، مستحق طلباء وطالبات کے

لیے سکالرشپ وغیرہ[1]

1.www.mohsinalinajafi.com

فصل دوم

تفسیر معارف القرآن والکوثر فی تفسیر القرآن کا تعارف

مبحث اول: معارف القرآن کا تعارف

مبحث دوم: الکوثر فی تفسیر القرآن کا تعارف

مبحث اول

معارف القرآن کا تعارف

تفسیر قرآن کا یہ کام حضرت مفتی شفیع رحمۃ اللہ نے ۱۳۸۸ھ میں آغاز کیا اور ۱۳۹۲ھ کو مکمل ہوئے۔ تفسیر معارف القرآن آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ حضرت مفتی اشرف علی علیہ رحمہ کی ہدایت پر انھوں نے مولانا ظفر احمد عثمانی علیہ رحمہ اور حضرت ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر ''احکام القرآن'' مرتب کی جو قرآن سے مستنبط ہونے والے مسائل واحکام پر ایک جلیل القدر تالیف ہے۔ مفتی صاحب نے سورۂ شعراء سے سورۂ ناس تک کی آیات کی تفسیر، دو جلدوں میں لکھی جو ''احکام القرآن'' کی پانچویں اور چھٹی جلد ہے۔ یہ تصنیف عربی میں ہے اور مفتی صاحب کے تفقہ فی الدین اور وسعت نظر کی آئینہ دار ہے، لیکن ان کا اصل شاہکار ''معارف القرآن'' ہے۔ یہ تفسیر کئی مرحلوں میں مکمل ہوئی۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۴ء تک یہ ریڈیو پاکستان سے بالاقساط نشر ہوتی رہی معارف قرآن جو پہلے نشر کی گئی ریڈیو پاکستان سے اور بعد میں کتابی صورت میں مرتب ہوئی، اس تفسیر پر کام کرنے کا مقصد مفتی صاحب نے اپنے تفسیر کے مقدمہ میں بیان کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

> "ریڈیو پاکستان کے مسئول نے مجھے سے درس قرآن نشر کرنے کی فرمائش کیا لیکن میں کچھ عذر کی وجہ سے قبول نہیں کیا اس کے بعد ان کے مزید اصرار کی وجہ سے ایک اور تجوید کو قبول کیا وہ تجوید یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک روزہ یعنی جمعہ کے دن درس تفسیر قرآن کریم نشر ہوا کریں گے اور ساتھ میں مسلمانوں کی ضرورت کے مطابق آیات کو منتخب کر کے ان کی تفسیر اور اس سے متعلقہ احکام ومسائل کا بیان ہوا کرے گا۔"[1]

تمہید میں مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اس تفسیر کا آغاز ۱۳۸۸ھ کی شدید بیماری میں ہوا اور ساتھ میں اختتام پانچ سال بعد ۱۳۹۴ کی شدید بیماری کے متصل بعد ہوا۔

مفتی صاحب اس تفسیر کو لکھنے کا سبب بیان فرماتے ہیں:

"علما اکابر اور ما سلف کی تفسیر کو عصر حاضر کے مطابق آسان زبان میں طبائع کے قریب بنانا میری ساری محنت کا حال تھا میں نے عمر کے آخری یہ پانچ سال اس محنت میں صرف کی عصر جدید کے

---

[1]۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع،، مقدمہ، ۱۶

مسلمان علمی اصلاحات اور علمی زبان سے اگاہ ہو جائے۔اکابر علما کرام کی تفسیر قرآن کو ان کے لئے اقرب الی الفھم کروں تاکہ شاید مسلمانوں کے لئے مفید ہو اور میرے لئے زاد آخرت بن جائے۔"[1]

اسلوب تالیف:

مفتی صاحب نے معارف القرآن میں ترجمہ نہیں کیا ہے، بلکہ آپ نے مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ کا ترجمہ اختیار کیا ہے۔آپ کے نزدیک ترجمہ قرآن تفسیر قرآن سے زیادہ نازک معاملہ ہے اور چونکہ سابقہ علما کا ترجمہ موجود ہے اس وجہ سے پھر سے ترجمہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

اس بحث کے بارے میں مفتی صاحب بیان کرتے ہیں:

> "تفسیر قرآن مجید اگر غیر عربی میں ہو تو اس میں نہایت اہم کام قرآن کریم کا ترجمہ ہے کیونکہ قرآن حمید خداند عالم کے کلام کی حکایت ہے۔اس میں ادنی سی کمی زیادتی اپنی طرف سے جائز نہیں "اس لئے آپ نے زحمت ہی نہیں کی اور ضرورت بھی محسوس نہیں کی۔کیونکہ علما سلف نے نہایت احتیاط کے ساتھ یہ کام انجام دے چکے ہیں۔"[2]

جہاں تک اردو ترجمہ کی بات ہے تو ترجمہ قرآن نہایت دشوار ترین کام ہے یہ علما کرام بھی جانتے ہیں کہ عربی اور اردو میں صرف ونحوی اور اسلوبی دانشائی اعتبار، نیز زبان کی وسعت اور ارتقاء کے لحاظ سے مشرق و مغرب کا فرق ہے اور ترجمہ کسی بھی زبان کا کیا جائے وہ کلام کی حکایت ہوتا ہے اور عربی زبان کا حال تو یہ ہے کہ اس کے الفاظ جہاں متجانس ہوتے ہیں وہیں متضاد معانی میں بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔پھر عربی زبان میں ضمائر اتنے ہوتے ہیں کہ ترجمہ میں مراد اصلی کی رعایت کرتے ہوئے فصاحت وبلاغت کو برقرار رکھنا انتہائی دشوار کام ہے۔ان تمام لغوی امور کے ساتھ صورتحال یہ ہے کہ قرآن چونکہ لاثانی منزل من اللہ کلام ہے اور ترجمہ میں اس خطابت کی روانی اور اثر انگیزی برقرار رکھنا ممکن نہیں۔کیونکہ اردو زبان کی تنگ دامنی عربی زبان کی وسعت پر مترجم کو بار بار قدم بقدم بے بسی کا احساس دلاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اکثر اردو مفسرین کے تراجم مقبولیت حاصل نہ کر سکے۔اور ہر مفسر اپنے پیش رو مفسر کے ترجمہ کی خامیوں کا احساس کر کے نئے ترجمہ سے اس کو دور کرنے کی کوشش کی لیکن مفتی محمد شفیع صاحب

1۔معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ص:۱/۶۷

2۔ایضا، ص:۶۸

نے جو ترجمہ اختیار کیا وبلاشبہ اردو تراجم کا سرتاج کہلائے جانے کا مستحق ہے

مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

"، شیخ العرب والعجم سید حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ میں یہ دیکھا کہ بعض مقامات پر ترمیم کی ضرورت ہے کیونکہ بہت سے محاورات بدل گیا ہے تو انہوں نے اسی ترجمہ کی یہ خدمت انجام دی جو کہ "ترجمہ شیخ الہند" کے نام سے معروف ومشہور ہے میں نے قرآن مجید کے زیر متن اسی ترجمہ کو بعینہ لیا ہے،"۔[1]

مفتی صاحب نے خود کام نہیں کیا بلکہ مفتی حضرت علامہ محمود حسن رحمۃ اللہ کا کام لیا ہے اور اس ترجمہ کو مکمل طور پر اخذ کیا ہے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا ہے اور اس ترجمہ میں کوئی کمی وزیادتی بھی نہیں کیا ہے۔

معارف القرآن کے امتیازات:

ا۔ جامع ترجمہ:

معارف القرآن کا ترجمہ دو عظیم ترجموں کا جامع ہے۔

ایک ترجمہ: شیخ الہند محمود الحسن کا ہے جو دراصل شاہ عبد القادر کا ترجمہ ہے، جسے انہوں نے مسجد میں چالیس سال معتکف رہ کر پورا کیا اور بقول مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ یہ الہامی ترجمہ ہے۔

دوسرا ترجمہ: جناب مفتی مولانا حضرت اشرف تھانوی رحمۃ اللہ کی تفسیر بیان القرآن سے اخذ کیا گیا ہے۔

مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں:

"تفسیر قرآن جو عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں ہو۔ اس میں سب سے اہم اور احتیاط کی چیز قرآن کا ترجمہ ہے کیونکہ قرآن اللہ کے کلام کی حکایت ہے، اس میں ادنی سی کمی بیشی بھی اپنی طرف سے روا نہیں۔ اس لئے میں نے خود کوئی ترجمہ لکھنے کی ہمت نہیں کی اور اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ کیونکہ اکابر علماء یہ کام نہایت احتیاط کے ساتھ انجام دے چکے ہیں"[2]

۲۔ خلاصہ تفسیر:

ترجمہ کے بعد آیات کے مضامین کا خلاصہ لکھا ہے آیات کی مکمل تفسیر و تشریح سے پہلے یہ خود ایک مختصر تفسیر کا کام ہے۔ یہ در حقیقت تھانوی صاحب کی تفسیر "بیان القرآن" کا خلاصہ ہے مگر اس کو آسان اور سہل کر

1۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ص:۲۳

2۔ ایضا، ص:۶۸

کے بیان کیا گیا ہے۔

اس میں طریقہ کار جو اختیار کیا گیا ہے وہ اس طرح ہے کہ کہ آپ آیات کے ترجمہ کو خط کشیدہ کرتے ہیں اور بیان القرآن کے تفسیری نکات کو درمیان میں زکر کرتے ہیں یوں ہر آیت میں مشکل لفظ یا مقام کا ساتھ ہی حل بھی آتا چلا جاتا ہے اور ایسے ہی "بیان القرآن "میں بھی مفتی کو جو مشکل مقامات محسوس ہوئے جہاں ایک عام قاری کے لئے بات کا سمجھنا مشکل معلوم ہوا اس کی تشریح بھی فرمادی۔

مفتی صاحب نے سب سے پہلے لغت کے مسائل پر توجہ دیا ہے، پھر خلاصۂ تفسیر کے تحت قرآن مجید کی مختصر تفسیر بیان کر دی ہے۔ یہ اسلوب انھوں نے مولانا مفتی اشرف علی تھانوی رحمۃاللہ کی "بیان القرآن" سے لیا ہے، بلکہ اسے ہی آسان لفظوں میں بیان کر دیا ہے۔ ''بیان القرآن'' کو ''اشرف التفاسیر'' کہا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ سید سلیمان ندوی نے اس کی تسہیل کا ارادہ کیا تھا، لیکن عملاًیہ کام مفتی محمد شفیع صاحب کے ہاتھوں مکمل ہوا۔ وہ ''معارف القرآن'' کے آغاز میں لکھتے ہیں:

> "زمانۂ دراز سے ایک تمنا دل میں تھی کہ حضرت مفتی علامہ اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی تفسیر بیان القرآن، جو ایک بے نظیر، مختصر، مگر جامع تفسیر اور سلف صالحین کی تفسیروں کا لب لباب ہے، لیکن وہ علمی زبان اور علمی اصطلاحات میں لکھی گئی ہے۔ آج کل کے عوام اس سے استفادہ کرنے سے قاصر ہوگئے ہیں، اس کے مضامین کو سہل زبان میں پیش کر دیا جائے، مگر یہ کام بھی کافی محنت اور فرصت چاہتا تھا۔ پاکستان میں آنے سے پہلے کچھ شروع بھی کیا پھر رہ گیا تھا۔ معارف القرآن کی اس تحریر نے بحمداللہ وہ آرزو بھی پوری کر دی، کیونکہ اس تفسیر کی بنیاد احقر نے بیان القرآن ہی کو بنایا ہے"[1]

۳۔ معارف ومسائل

اس عنوان کے تحت مفتی صاحب نے آیات کے تحت قرانی آیات کے معانی و مطالب کو واضح کر دیتے ہیں۔ آپ کی یہ تمام کاوش اردو سمجھنے والوں پر ایک عظیم احسان ہے۔ آپ نے انتہائی اہمیت کا حامل کام کیا ہے کہ قدیم تفاسیر کے مضامین کو آسان اور سادہ انداز میں بیان کر دیا ہے، اور ساتھ ہی مفتی صاحب نے مکمل طور پر اسلاف کی پیروی کی اور ان کی فراہم کردہ بنیادوں پر کام کیا۔

1۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ادارہ معارف کراچی، جمادی الاخر ۱۳۹۶ھ، جون ۱۹۷۶/۶۸

مفتی صاحب اس کے متعلق فرماتے ہیں:

"اس تفسیر کے بارے میں آپ غور کریں تو یہ احقر کی صرف اردو عبارت ہے تمام مضامین گزشتہ علماء کی تفاسیر سے لیے گئے ہیں ان کے حوالہ جات آپ ہر جگہ دیکھ سکتے ہیں۔ احقر نے اس میں کچھ چیزوں کا التزام کیا ہے۔"[1]

الف: تفسیر قرآن میں علماء کے لئے چند امور نہایت ضروری ہیں جن میں لغات کی تحقیق، نحو کی ترکیب، صرفی قواعد سے آشنائی، بلاغت کے فن سے آشنائی اور قرات کی بحثیں ہیں۔ یہ امور قرآن کی تفسیر کے لیئے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ انھیں بنیادی اور مقدماتی علوم سے آشنائی سے قرآن کے صحیح مفاہیم و معانی کو درک کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن عوام کی سہولت کے لئے ان علمی اور اصطلاحی ابحاث کی تفصیل نہیں لکھی گئی۔ االبتہ بعض جگہوں پہ بضرورت بحث بھی کی گئی ہے۔ تو وہاں صرف علمی اصطلاحات، غیر معروف اور مشکل الفاظ سے احتیاط کی گئی ہے۔

ب: معتبر و مستند تفاسیر سے ایسے موضوعات کو اہمیت دے کر بیان کیا گیا ہے جو انسان کے دل میں اللہ و رسول اور قرآن مجید عظمت کو بڑھائیں، اپنے اعمال کی اصلاح و قرآن کے معارف پر عمل کرنے پر آمادہ کریں۔ اور اپنے اعمال کی اصلاح کی۔"[2]

۴۔ جدید مسائل کا حل:

تفسیر معارف القرآن میں ایک خاص اہتمام کے ساتھ عہد حاظر کے مسائل کو ان کے تقاضوں کے پیش نظر فقہی مسائل و احکام کو بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً لاوڈ سپیکر کا استعمال، بندوق کی گولی سے شکار کے مسائل، مریض کو دوسرے افراد کے خون دینے کا مسئلہ، غیر مسلم ممالک سے لائے گئے دوائیوں کا حکم۔ نظام الطلاق فی الاسلام کے احکام ہونے کی حکمت اور اس سے نجات کے طریقے، سود و حرمت شراب اور اس سے متعلقہ احکام، اسلام میں غلامی کی بحث، اکتناز دولت پر اسلام قوانین کی ضرب کاری، دو قومی نظریہ، سائنس کی تعلیم بھی عطائے حق تعالیٰ ہے۔ اسلامی سزاوں پر اعتراض کا جواب اور حکومت کا غذائی کنڑول وغیرہ۔[3]

1۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ص ۲۲

2۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ص: ۷۰/۱

3۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ص: ۸۰/۹

۵۔ جامع و مختصر:

عربی علوم کے مباحث کے حوالے سے وہ منہج مفتی صاحب نے اختیار نہیں کیا ہے جو بعض مفسیرین نے اختیار کیا ہے کہ کئی کئی صفحات میں نحو ولغتہ کے حوالوں سے کسی خاص مسئلہ پر بحث کیا ہے اور نہ ہی خود بے اعتنا کیا ہے بلکہ درمیانی راستہ اختیار کیا ہے زیادہ تفصیل بھی بیان نہیں کیا ہے اور مختصر بھی نہیں کیا ہے بلکہ جتنی ضرورت تھی اتنا ہی لکھا ہے اور وہ موارد جہاں پر علما کے درمیاں ایک نقطہ پر اختلاف ہو تو وہ تمام مباحث کو نقل نہیں کیا ہے بلکہ صرف اس میں سے جو قول راجح ہے اس کو لکھا ہے تاکہ پڑھنے والے اکتاہٹ کا شکار نہ ہوں اور مسئلہ کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

٦۔ فقہی مسائل کا بیان:

معارف قرآن میں ایک اہم بات یہ ہے کہ مفتی صاحب نے بہت ہی واضح انداز میں فقہی مسائل کو بیان کیا ہے مفتی صاحب فقہی مسائل میں گہرا شعور رکھتے تھے اور اپنی تفسیر میں انہوں نے متعدد مسائل ذکر کئے ہیں جن میں انتہائی اہم مسائل مسئلہ انتقال خون اور حدود اور شرعی قوانین پر مستشرقین کے اعتراضات کا رد بھی ذکر کیا یہ اور ان جیسے کثیر مسائل پر حضرت مفتی صاحب نے قلم اٹھایا ہے۔

مبحث دوم

الکوثر فی تفسیر القرآن کا تعارف

دنیا میں کامیاب زندگی گزارنے کے لیے دنیا کے ہر انسان کے لیئے قرآن پڑھنا اور اس کے معانی و مفاہیم کا سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں انسانی زندگی کے ہر مرحلہ میں رہنمائی کرتا ہے اور ہر ضرورت کو بیان فرمایا ہے چاہے ضرورت عقائد کے حوالہ سے ہو یا علمی سائنسی یا اخلاقی حوالے سے ہو۔ اور قرآن کو نازل کرنے کا مقصد اصلی انسان کی ہدایت کرنا ہے یہ ہدایت کی کتاب ہے اور قرآن مجید میں محکم اور متشابہ دونوں موجود ہیں لہذا مقصد قرآن کو سمجھنے کے لئے تفسیر کی ضرورت ہے۔ اور ساتھ "الکوثر فی تفسیر القرآن" اردو زبان میں قرآنی پیغام کو سمجھنے کے لیے ایک بہترین تفسیری مجموعہ ہے جو شیخ محسن علی نجفی صاحب کی غیر معمولی مساعی جمیلہ اور شبانہ روز محنت کا ثمر ہے۔ اس تفسیر کا پہلا ایڈیشن دو جلدوں پر مشتمل تھا جو اگست ۲۰۰۵ میں شائع ہوا جبکہ اب مکمل ۱۰ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جسے علمی و عوامی حلقوں میں بے حد پزیرائی حاصل ہوئی ہے۔

تفسیر کی پہلی جلد میں ایک تفصیلی مقدمہ بان کیا گیا ہیں جس میں فضائل قرآن کے بارے میں مفصل سے بیان کیا ہے فضائل قرآن بزبان قرآن یوں بیان فرمایا ہے:

﴿قَدۡ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٞ وَكِتَٰبٞ مُّبِينٞ يَهۡدِي بِهِ ٱللَّهُ مَنِ ٱتَّبَعَ رِضۡوَٰنَهُۥ سُبُلَ ٱلسَّلَٰمِ وَيُخۡرِجُهُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ بِإِذۡنِهِۦ وَيَهۡدِيهِمۡ إِلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٖ﴾[1]

ترجمہ: بلاشبہ تمہاری طرف اللہ تعالی کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے اس کتاب کے ذریعے اللہ اسی کی خوشنودی کے متمنی لوگوں کو امن و سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے اور اسی کے اذن سے ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف گامزن کرتا ہے اور انہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے ۱۶۔

اس کے ساتھ اور بھی بہت سی آیات کو نقل فرمایا ہے جو فضیلت قرآن کو بیان کر رہی ہیں اور فضائل قرآن کو بزبان نبی بھی بیان فرمایا ہے۔

((فَضْلُ الْقُرْآنِ عَلَى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ الرَّحْمَنِ عَلَى سَائِرِ خَلْقِهِ))[2]

1۔ سورۃ المائدہ ۱۵,

2۔ جامع الاخبار او معارج الیقین فی اصول الدین، محمد بن محمد السنزواری۔ تاج الدین الشعیری، موسسہ آل البیت علیہم السلام لاحیاء

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو مخلوقات پر جو فضیلت حاصل ہے اسی طرح کلام الٰہی کو باقی کلاموں پر فضیلت حاصل ہے۔

((مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنَ الْقُرْآنِ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ» أَحْسَبُهُ قَالَ: " عَشْرَ حَسَنَاتٍ، وَلَا أَقُولُ {الم ذَلِكَ الْكِتَابُ} [البقرة: 2] ، وَلَكِنْ بِالْأَلِفِ، وَاللَّامِ، وَالْمِيمِ))-[1]

ترجمہ: جو کتاب اللہ کے ایک حرف کی تلاوت کرے، اسے ایک نیکی کا ثواب دیا جائے گا اور ایک نیکی کا دس گنا ثواب ہوتا ہے۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔

فضائل قرآن بزبان ائمہ بھی بیان ہوئے ہیں حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

((وَعَنِ الْحَارِثِ الْأَعْوَرِ قَالَ: مَرَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ يَخُوضُونَ فِي الْأَحَادِيثِ فَدَخَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ: أَوَقَدْ فَعَلُوهَا؟ قلت نعم قَالَ: أما إِنِّي قَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُول: «أَلا إِنَّهَا سَتَكُون فتْنَة» . فَقلت مَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: «كتاب الله فِيهِ نبأ مَا كَانَ قبلكُمْ وَخبر مَا بعدكم وَحكم مَا بَيْنكُم وَهُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَرَكَهُ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللَّهُ وَمَنِ ابْتَغَى الْهُدَى فِي غَيْرِهِ أَضَلَّهُ اللَّهُ وَهُوَ حَبْلُ اللَّهِ الْمَتِينُ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ هُوَ الَّذِي لَا تَزِيغُ بِهِ الْأَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْأَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلَقُ على كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا يَنْقَضِي عَجَائِبُهُ هُوَ الَّذِي لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ إِذْ سَمِعَتْهُ حَتَّى قَالُوا (إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنا بِهِ)مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهِ أُجِرَ وَمَنْ حَكَمَ بِهِ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا إِلَيْهِ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ» . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: هَذَا حَدِيثٌ إِسْنَادُهُ مَجْهُولٌ وَفِي الْحَارِث مقَال))-[2]

ترجمہ: حضرت حارث سے روایت ہے فرماتے ہیں میں مسجد میں گزرا تو لوگ بات چیت میں مشغول تھے میں امام علی علیہ السلام کے پاس گیا میں نے آپ کو اس کی خبر دی تو فرمایا کیا لوگ یہ حرکت کرنے لگے میں بولا ہاں فرمایا آگاہ رہو میں نے رسول خدا ﷺ کو فرماتے سنا کہ عنقریب

التراث، بیروت، لبنان، ص ۴۰

1۔ سنن الترمذی، الترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، دار الکتب العلمیہ بیروت، 1411ھ، باب ماجاء فی المجاھد والناکح والمکاتب وعون اللہ آیاہم: رقم الحدیث ۱۶۵۵، ص: ۱۷۵/۵

2۔ مسند الدارمی المعروف ب۔ سنن الدارمی، أبو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن بن الفضل بن بَھرام بن عبد الصمد الدارمی، التمیمي السمرقندي المتوفی: ۲۵۵ھ۔ الناشر: دار المغني للنشر والتوزیع، المملکة العربیة السعودیة، ص: ۵۲۶/۲

فتنے ہوں گے میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ان سے رہائی کی سبیل کیا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب جس میں تمہارے اگلوں کی خبریں اور پچھلوں کی خبریں اور تمہارے آپس کے فیصلے ہیں قرآن فیصلہ کن ہے وہ غیر درست نہیں ہے جو ظالم اسے چھوڑ دے گا اللہ اس کے ٹکڑے اڑا دے گا اور جو اس کے غیر میں ہدایت ڈھونڈے گا اللہ اسے گمراہ کر دے گا وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے اور وہ حکمت والا ذکر ہے وہ سیدھا راستہ ہے قرآن وہ ہے جس کی برکت سے خیالات بگڑتے نہیں اور جس سے دوسری زبانیں مشتبہ نہیں ہوتیں جس سے علماء سیر نہیں ہوتے جو زیادہ دہرانے سے پرانا نہیں پڑتا جس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے قرآن ہی وہ ہے کہ جب اسے جنات نے سنا تو یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ ہم نے ایسا عجیب قرآن سنا ہے جو رہبری کی صلاحیت رکھتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے جو قرآن کا قائل ہو وہ سچا ہے جس نے اس پر عمل کیا ثواب پائے گا اور جو اس پر فیصلہ کرے گا منصف ہو گا اور جو اس کی طرف بلائے گا وہ سیدھی راہ کی طرف بلائے گا۔ دارمی اور ترمذی نے فرمایا اس حدیث کی اسناد مجہول ہے اور حارث میں کچھ گفتگو ہوئی ہے۔

اسماء قرآن بھی منفرد ہے کیونکہ اسماء کا کسی ثقافت اور فکری تشخص میں بڑا دخل ہے قرآن عرب معاشرے میں نازل ہوا اور عربی کی دیگر اصطلاحات سے متاثر نہیں ہوا، بلکہ قرآن نے اپنی فکری، علمی اقدار کی خاص نہج کو سامنے رکھ کر اپنی غرض وغایت کے مطابق اسماء اور اصطلاحات مقرر کی ہیں اور اسلامی ثقافت کی ترویج کے لئے جدید اسماء اور جدید اصطلات وضع کی ہیں۔

معانیٔ قرآن، وحی، معجزہ، قرآن کے تازہ ترین معجزات اور قرآن سے متعلقہ دیگر ابحاث پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ وحی کے مختلف پہلوؤں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے وحی کا، مفہوم وحی کی امکانی صورتیں وحی کی اقسام اغاز وحی سب کو مفصل بیان فرمایا ہے۔ آغاز وحی کے بارے کوئی شک وتردید نہیں ہے کہ قرآن مجید رمضان المبارک کے مہینے شب قدر میں نازل ہوا ہے اس کو خود قرآن کریم اور احادیث دونوں نے صریح نص کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

قرآن مجید کے لاتعداد پہلو ہیں اور ہر پہلو خود ایک ابدی معجزہ ہے۔ قرآن کے جس پہلو پر بھی غور کریں انسانی عقل حیراں ہو کر ہی رہ جاتی ہے کیونکہ معجزے کے لیے لازم ہے کہ قوانین طبیعت کے مطابق نہ ہو، کیونکہ اگر طبیعی قوانین کے مطابق کوئی عمل سرانجام پاتا ہے تو یہ پھر معجزہ نہ ہو گا۔ قرآن کی بلاغت کے جو پہلو ہے وہ ایک معجزہ ہے اس لئے قرآن نے چیلنج کیا ہے کوئی جو قرآن کے ایک سورہ کے برابر سورہ لا سکے یا ایک آیت کے برابر ایک آیت لا سکے کوئی نہیں لا سکا، قرآن کی فصاحت وبلاغت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ آج تک کوئی اس جیسی ایک سورت بھی نہ بنا

سکا۔

قرآن کی دعوت فکر کا پہلو بھی ایک معجزہ ہے اسلام کی حقانیت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اسلام ہر موقع پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور ہر بات کو قبول کرنے سے پہلے اس کے بارے میں تحقیق کرنے کے لئے کہتا ہے بغیر تحقیق کے بات کو قبول کرنے کے مذمت کرتا ہے۔اور اس تحقیق وتدقیق کو عبادت قرار دیا ہے ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلۡ سِيرُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ فَٱنظُرُواْ كَيۡفَ بَدَأَ ٱلۡخَلۡقَ﴾ [1]

ترجمہ: کہہ دیجیے: زمین میں سیر کرو اور تم دیکھو خلقت کا آغاز کیسے ہوا۔

قرآن کریم کا استدلال کا جو پہلو ہے وہ بھی معجزہ ہے قرآن ہر مرحلہ پر دلیل و برہان کے ساتھ بات کرنے کی دعوت دیتا ہے اندھی تقلید کی مذمت کرتا ہے اور قرآن ک مجید کا موقف یہ ہے کہ ہر نظریے کے لیے دلیل، ہر فکر کے لیے برہان اور ہر عقیدے پر علمی ثبوت فراہم ہونا چاہیے۔

نیز اسی مقدمہ میں قرآن کے بارے میں موجود معرکۃ الآراء ابحاث جیسے جمع قرآن، کتابت قرآن، تدوین قرآن، نسخ، تاویل، نقطہ واعراب نگاری، تحریف قرآن اور دیگر مختلف علوم قرآن کے بارے میں مفصل بحث کیا گیا ہے۔

ان تمام ابحاث میں جو اہم بحث جس کو اس مقدمہ میں بیان کیا ہے وہ ہے نظریہ عدم تحریف قرآن کیونکہ اس مسئلہ کی بنا پر غلط فہمی پیدا کیا ہے جو کہ ایک باطل نظریہ ہے کیونکہ رسول خدا ﷺ نے اپنی نبوت کے اثبات کے لئے قرآن کو بطور معجزہ پیش کیا ہے اور کیا یہ ممکن ہے کہ وہ معجزہ ہی ناتمام رہ جائے ایسا ممکن نہیں ہے دوسری بات خود خداوند عالم نے قرآن کریم میں یہ ضمانت دی ہے کہ اس قرآن کو ہم نے ہی نازل کیا ہے ہم ہی اس کی حفاظت کریں گئے۔ دشمنان اسلام ابتدا سے اس کوشش میں رہے ہیں کہ کسی طرح بھی قرآن کو متنازع بنایا جائے تاکہ اسلام کی حقانیت ہی مشکوک ہو جائے اور ہم فرقہ وارنہ تعصب کی بنا پر اس پروپیگنڈے کو ہوا دینے میں دشمنوں کے ہمدوش ہو گئے اور ہم خود بھی قرآن کریم کو مشکوک بنا رہے ہیں لہذا اسلام کے تمام مسالک متفق ہے کہ تحریف قرآن ممکن نہیں ہے۔[2]

یہ تفسیر، تفسیر ترتیبی ہے۔یعنی ابتداء سے آخر قران تک تمام آیات کی بالترتیب تفسیر کی گئی ہے۔اسلوب تفسیر نہایت سادہ، عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی علمی ہے اور دقیق علمی معارف کو عام فہم بنا کر بیان کیا گیا ہے تاکہ ہر

1۔سورۃ عنکبوت ۲۰

2۔الکوثر فی تفسیر القرآن، مقدمہ، ج1، ص44

کسی کو سمجھنے میں سہل ہو۔ ہر سورہ کی ابتداء میں سورہ کے مختلف اسماءاور وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے۔ آیت کے ترجمے کے اس میں موجود مختلف کلمات کی تشریح کی گئی ہے۔اس کے بعد آیت کی دیگر قرآنی آیات اور روایات معصومین کی مدد سے تفسیر بیان کی جاتی ہے۔[1] ہر جلد کے آخر میں اسی جلد میں بیان کیے گئے مطالب کی فہرست ذکر کی گئی ہے ۔ مختلف آیات میں جدید سائنسی نظریات کو بھی زیر بحث لایا ہے۔

الکوثر فی تفسیر القران کی امتیازات:

سورتوں کا مکمل تعارف:

اس تفسیر میں ہر سورہ کی ابتدا میں اس سورہ کا وجہ تسمیہ کو واضح انداز میں بیان کیا ہے مثلا سورہ یوسف کو سورہ یوسف کیوں کہا ہے اسی طرح ہر سورہ کا جو نام ہے اس کی وجہ بیان کی گئی ہے ۔ اور اس کا شان نزول اور نزول کا پس ،منظر اور اس کے مضامین اور مباحث کا جامع تعارف اور خلاصہ نکات کی صورت میں کیا گیا ہے علاوہ ازیں زیر بحث سورہ کی تلاوت کی فضیلت کے ساتھ ساتھ یہ بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ آیا سورہ مکی ہے یا مدنی۔[2]

لغوی معانی و مفاہیم کی توضیح:

تفسیر الکوثر میں تمام مطالب کو آسان اور عام فہم بنایا گیا ہے اس لئے شیخ محسن علی صاحب نے کلمات کے لغوی معانی کو مکمل بیان کیا گیا ہے اور ہر غریب اور مشکل مفردات کے معانی بیان فرمائے ہیں کلمات کے معنی کے بیان میں قرآنی استعمالات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں اس کے علاوہ سیاق وسباق کی مدد سے ظاہر آیت سے معنی اخذ کرتے ہیں تو دوسری طرف جانب لغات خاص طور پر امام راغب اصفہانی کی مفردات القرآن کا سہارا لیتے ہیں۔[3]

فنی مباحث کی وضاحت:

تفسیر الکوثر میں صرف اور نحوی کے مباحث کو بیان نہیں کیا گیا بلکہ جتنا ممکن ہے مختصر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جہاں پر صرف و نحوی کے مختلف پہلوں کو بیان کرنا نہایت ضروری ہو ان موارد میں بیان کیا گیا ہے لیکن اس کے علاوہ ہر جگہ پر بیان نہیں کیا ہے۔

1۔الکوثر فی تفسیر القرآن، محسن علی نجفی،ج155/2

2۔الکوثر فی تفسیر القرآن، محسن علی نجفی،ج183/4

3۔الکوثر فی تفسیر القرآن، محسن علی نجفی،ج201/1

روان اور تحت اللفظ ترجمہ:

مفسرین میں اکثریت ایسے بھی ہیں کہ وہ ترجمہ ہی نہیں کرتے ہے بلکہ مترجمہ کے ترجمے کو لکھ دیتے ہیں۔ لیکن الکوثر فی تفسیر القرآن کا ترجمہ ہر پہلو سے کمال ہے کیونکہ اس ترجمے کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں محاورہ اور تحت اللفظ ترجمہ کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔

سائنسی نظریات اور عصر حاضر کے مسائل:

تفسیر الکوثر کی اہم خصوصیات میں سے ایک متعدد آیات کی تفسیر سائنسی نقطہ نظر اور انکشافات کے ذریعے کی گئی ہے۔ انسانی خلیوں کے نظام کا بیان ہو یا نظام شمسی کا ذکر ان کے متعلق جدید آرا اور قرآن میں موجود حقائق اور سائنسی انکشافات کی خوبصورت تطبیق نظر آتی ہے۔[1]

اہم نکات کی طرف اشارہ:

تفسیر الکوثر میں ہر آیت کی تفسیر کے آخر میں اس آیت سے متعلقہ نکات کو بترتیب ذکر کئے گئے ہیں۔ جس سے آیت میں مذکور امور کی طرف بآسانی ذہن جاتا ہے۔[2]

1۔الکوثر فی تفسیر القرآن، محسن علی نجفی، ج102/4

2۔الکوثر فی تفسیر القرآن، محسن علی نجفی، ج104/4

فصل سوم

معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن کی اہمیت

اور اسلوب و مناہج

مبحث اول: تفسیر معارف القرآن و تفسیر الکوثر کی اہمیت

مبحث دوم: تفسیر معارف القرآن و تفسیر الکوثر کے اسلوب و مناہج

مبحث اول

تفسیر معارف القرآن و تفسیر الکوثر کی اہمیت

قرآن مجید خداوند عالم کی آخری کتاب ہے۔اس کی اہمیت باقی تمام کلاموں پر ایسی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی فضیلت باقی تمام مخلوق پر ہے۔[1] اسلامی معاشر کے تشکیل کے قوانیں کی ضرورت ہے اور تمام قوانین کا ماخذ و مصادر اولیں قرآن کریم ہے۔اور قرآن کریم دستور عمل ہے۔حق اور باطل میں تمیز کرنے کے لئے میزان قرآن کریم ہے جس کے ذریعے اہل حق اور حق کو جانا جاتا ہے لہذا مجموعہ ہدایت کی تفسیر و توضیح بھی ایک قرآنی علم ہے۔

تفسیر القرآن کی ضرورت بھی ہے اور اہمیت بھی ہے جب قرآن مجید نازل ہوا اس وقت عربی کے فصاحت و بلاغت کے ماہرین موجود تھے وہ حضرات قرآن کریم کے ظاہر کو جانتے تھے لیکن اس کی باطنی باریکیاں ان پر بھی غور و فکر کرنے اور رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے بعد ظاہر ہوتے تھے یعنی خود حبیب خدا ﷺ کے زمانہ میں بھی تفسیر کی ضرورت تھی۔

جب رسول خدا ﷺ نے یہ فرمایا:

((مَنْ نُوقِشَ الْحِسَابَ عُذِّبَ))[2]

ترجمہ: جس سے اعمال کے حساب کے معاملے میں جرح کی گئی تو وہ عذاب میں گرفتار ہو جائے گا۔

تو حضرت ام مومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سورہ انشقاق کے آیات

﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ﴿٨﴾ وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا﴾[3]

ترجمہ: پس بہت جلد اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔اور وہ اپنے اہل و عیال کی طرف خوشی خوشی پلٹے گا۔

جب رسول خدا ﷺ نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو جواب میں رسول خدا ﷺ یہ تو اعمال کا پیش ہونا ہے جب اس زمانہ میں تفسیر قرآن کریم کی اتنی ضرورت تھی اس زمانہ میں تو بطریق اولی ضرورت ہے ہم اس چیز

1۔ جامع الاخبار، شیخ تاج الدین محمد بن محمد بن حیدر شعیری، موسسہ الاعلمی للمطبوعات بیروت، لبنان، ص ۴۰

2۔ صحیح البخاري، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، دار ابن كثير، اليمامة — بيروت الطبعة الثالثة، 1407–1987، باب من نوقش الحساب عذب، حدیث ۶۵۳۶، ص: ۲۳۹۴/۵

3۔ سورۃ انشقاق ۸۔۹

کے زیادہ محتاج ہے کیونکہ ہمیں بغیر سیکھے لغت کے اسرار ورموز اور اس کے مراتب معلوم نہیں ہو سکتے۔[1]

قرآن فہمی بہت بڑی عبادت و سعادت ہے، لہٰذا تلاوتِ قرآن کے ساتھ مستند تفاسیر کے ذریعے معانیِ قرآن بھی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضرت آیاس بن معاویہ رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیہ فرماتے ہیں: جو لوگ قرآنِ مجید پڑھتے ہیں اور وہ اس کی تفسیر نہیں جانتے ان کی مثال اُن لوگوں کی طرح ہے جن کے پاس رات کے وقت ان کے بادشاہ کا خط آیا اور ان کے پاس چراغ نہیں جس کی روشنی میں وہ اس خط کو پڑھ سکیں تو ان کے دل ڈر گئے اور انہیں معلوم نہیں کہ اس خط میں کیا لکھا ہے؟ اور وہ شخص جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کی تفسیر جانتا ہے اس کی مثال اس قوم کی طرح ہے جن کے پاس قاصد چراغ لے کر آیا تو انہوں نے چراغ کی روشنی سے خط میں لکھا ہوا پڑھ لیا اور انہیں معلوم ہو گیا کہ خط میں کیا لکھا ہے۔[2]

تفسیر کے لغوی معنی:

تفسیر کا مادہ اصلی ف س ر ہے فسر کے مصدری معنی ہے: واضح کرنا، پردہ ہٹانا اور تشریح کرنا۔
جبکہ اسی سے تفسیر ہے کیونکہ اس میں بھی عبارت کر معانی کی وضاحت کی جاتی ہے۔

اصطلاحی معنی:

وہ علم ہے جس کے ذریعے سے قرآن کے معارف، مراد خداوندی، اللہ کے کلام میں محتوی اور معانی کو سمجھا جاتا ہے تفسیر اصطلاح علما میں قرآن کریم کے معانی کو واضح کرنے اور اس کی مراد کے بیان کو کہتے ہیں۔

معارف القرآن کی اہمیت:

تفسیر قرآن جو عربی زبان میں نہ ہو بلکہ غیر عربی میں ہو تو اس صورت میں اس تفسیر کا معیاری ترجمہ ہی اس کا اہم معیار ہوتا ہے۔ کیونکہ ترجمہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم کلام الہی کی حکایت کر رہے ہوتے ہیں تو اس میں سستی اور کوتاہی کی بلکل گنجائش نہیں ہے۔ اس بات کو مد نظر رکھ کر مفتی صاحب نے اکابر علما کے ترجمہ کو نقل فرمایا ہے انہوں نے خود ترجمہ نہیں فرمایا ہے۔

سب سے اہم کام جو معارف القرآن میں کیا ہے وہ یہ ہے کہ ترجمہ کے بعد مضامین کا خلاصہ لکھ دیا گیا ہے جو ایک مختصر

1۔ الاتقان فی علوم القرآن، عبدالرحمن بن أبی بکر، جلال الدین السیوطی، السابع والسبعون فصل واماوجہ الحاجۃ الیہ، ص: ۵۴۶/۲

2۔ "الجامع لأحکام القرآن" معروف بہ تفسیر قرطبیؒ، ابو عبداللہ، محمد بن احمد بن ابو بکر بن فَرح انصاری خزرجی اندلسی شمس الدین القرطبیؒ (وفات: 671ھ) المعروف امام قرطبیؒ، دار الفکر بیروت، لبنان، ص: ۴۱/۱

اور مفید کام ہے یہ مختصر اور جامع مانع ہے۔اور ساتھ ہی سلف صالحین کی تفاسیر پر مکمل اعتماد کیا گیا ہے جو اصحاب کرام اور تابعین سے ماثور و منقول اور مستند و معتبر حدیث و تفسیر کی کتابوں میں موجود ہیں اور تمام وہ کتابیں جن سے تفسیر لی گئی ہے ان تمام کا حوالہ دیا گیا ہے۔اور سلف مفسرین نے جو موقف اپنایا ہے آپ نے بھی وہی موقف اپنایا ہے اور کوئی ان سے ہٹ کر نئی بات نہیں کہ ہے بلکہ قدیم مفسرین کے موقف کو ہی بیان فرمایا ہے بقول مفتی صاحب کے "احقر کی صرف اردو عبارت ہے مضامین سب علما سلف کی تفاسیر سے لئے گئے ہیں"۔[1]

معارف القرآن کی اہمیت کی اہم وجہ سلیس اور عام فہم ہونا ہے اس تفسیر کو معمولی تعلیم یافتہ افراد آسانی سے سمجھ سکتے ہیں اور ساتھ میں جدید تمام مسائل کو بیان فرمایا ہے اور دور حاضر کے مفسرین نے جو تفسیری غلطی کیا ہے ان سب کو ادب کے دائرہ میں رہ کر تمام غلطیوں کو بیان فرمایا ہے۔اس تفسیر کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ تفسیر لطائف و معارف اور مسائل تصوف کے خزانہ سے لبریز ہے۔یہ تفسیر تعصب سے پاک اور منزہ ہے اور مفسر موصوف کی علمی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

تفسیر معارف القرآن کے بارے کے میں علماء کی آراء:

معارف القرآن کی اہمیت اور قدر و قیمت اور علمی عظمت کا اندازہ علما کرام کے ان چند اقوال سے لگایا جا سکتا ہے۔

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ کہتے ہیں:

"تفسیر معارف القرآن، جو ایک علمی خزانہ کو تصنیف فرما کر مفتی صاحب نے علما کرام مفسرین اور پوری امت اسلامیہ پر احسان عظیم فرمایا ہے"[2]

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

"ان کی تفسیر معارف القرآن اچھی عصری تفسیر ہے"[3]

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"دور حاضر کے لئے یہ تفسیر بہت مفید ہے زبان سلیس اور ادبی ہے فوائد و مسائل اور احکام کی

1۔معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ص:۱/۶۷تا۶۹

2۔البلاغ، محمد تقی عثمانی، مفتی، ص:۳۱

3ایضا، ص:۱۰۸۳

تشریحات نہایت عمدہ طریقہ سی کی گئی ہیں۔ مسلک اہل سنت کی پوری رعایت رکھتے ہوئے نئی اردو زبان میں واقعی تفسیر کی ضرورت تھی جو معارف القرآن نے پوری کر دی"۔[1]

ڈاکٹر عبدالحیی صدیقی فرماتے ہیں:

"یہ کتاب حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ سے اللہ نے غیر معمولی طور پر لکھوائی ہے اور لگتا ہے کہ آپ اس تالیف کے لئے مامور من اللہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ معارف القرآن اپنے زمانہ کے دیگر تمام تفاسیر پر سبقت لے گئی"[2]

شیخ القرآن غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ "البلاغ" کے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مفتی اعظم کی علمی زندگی کا ایک عظیم شاہکار ان کی تفسیر معارف القرآن ہے جو سادہ سلیس، عام فہم اور دلنشین پیرایہ میں لکھی گئی ہے جس میں مفتی صاحب نے قرآن مجید کے معنی و مفہوم کو نہایت منجھے ہوئے انداز میں پیش کیا ہے اس تفسیر میں جہاں خواص آسانی سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ وہاں عوام کے لئے بھی یہ علمی شاہکار وہدات کا ایک روشن مینار ہے"[3]

مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"یہ کتاب ہماری تعریف کی محتاج نہیں۔ یہ بہترین تفسیر ہے۔ جس سے عالم اور غیر عالم یکساں استفادہ کر سکتا ہے"۔[4]

الکوثر فی تفسیر القرآن کی اہمیت:

قرآن کریم کے تمام تفاسیر میں ایک امتیازی خصوصیت ہوتی ہے الکوثر فی تفسیر القرآن بھی عام فہم اور سلیس ہے لیکن الکوثر میں متعدد آیات کی تفسیر سائنسی انکشافات کے ذریعے کی ہیں۔ نظریہ اضافت، انسانی خلیوں کا نظام، نظام شمسی کے بارے میں جدید آراء اور قرآن کے بیان کردہ حقائق کی سائنسی انکشافات کے ساتھ تطبیق بھی کی ہے۔

ایک اہم بات جو تفسیر الکوثر کی ہے وہ یہ ہے کہ بہت زیادہ بحث کلمات کے لغوی معنی پر کی ہے اور تمام مشکل

1۔ البلاغ، مفتی، محمد تقی عثمانی، ص:۲۷

2۔ ایضاً، ص:۴۷

3۔ ایضا، ص:۱۰۶۷

4۔ یتمینہ البیان فی شی من علوم القرآن، مولانا محمد یوسف بنوری، مکتب عثمانی، کراچی، ص:۶۹

اور مفردات کا معنی بیان کیا ہے کلمات کے معنی کی تعین میں ایک طرف صاحب تفسیر الکوثر قرآنی استعمالات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں تو اس کے علاوہ سیاق وسباق کی مدد سے ظاہر آیت معنی اخذ کرتے ہیں تو دوسری جانب لغات خاص طور پر امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کی مفردات القرآن کا سہارا لیتے ہیں۔

جس طرح تفسیر الکوثر سورہ فاتحہ کی پہلی آیت کے ذیل میں لفظ رب پر بحث کرتے ہوئے شیخ محسن نجفی نے مفردات راغب سے استفادہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"الرزق: (رزق) رزق عطائے جاری کو کہتے ہیں: الرِزْقُ يُقَالُ لِلْعَطَاءِ الْجَارِیْ {مفردات راغب اصفہانی} "[1]

تفسیر الکوثر کی اہمیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ تفسیر تعصب سے پاک ہے اور شیخ محسن نجفی صاحب ایک معتدل مہذب اور سنجیدہ شخصیت کے مالک ہیں ان کی تفسیر بے احترامی اور خاص طور پر طنز سے پاک ہے۔ اگر کسی موارد میں اختلاف بھی ہو تو بھی نہایت احترام سے ادب کے دائرہ میں رہ کر دلیل کے ساتھ اس کو رد فرمایا ہے کسی بھی موارد میں کسی کی بھی دل آزاری سے گریز کیا گیا ہے۔ اس تفسیر کی اہمیت کا یہ پہلو بھی ہے کہ اس کی ابتدا میں ایک مقد مہ کو بیان فرمایا ہے جو نہایت مفید ہے اس میں چند چیزوں کو نہایت اہمیت دی ہے مثلاً فضائل قرآن، وحی، معجزہ، جمع قرآن، اور "تحریف قرآن ایک باطل نظریہ" ہے اور اس کی بہت زیادہ ضرورت بھی تھی کیونکہ ان ابحاث کی وجہ سے امت مسلمہ میں اختلافات درپیش ہے۔ ان کے مطابق قرآن کریم میں تحریف ممکن نہیں کیونکہ جو چیز رسول خدا ﷺ کی نبوت کے اثبات کے لئے معجزہ قرار دی ہوا گر وہ خود مشکوک ہو تو وہ کیسا معجزہ بن سکتی ہے۔ اور ساتھ خدا وند عالم نے خود ضمانت لی ہے قرآن کو تحریف کے پاک رکھنے کا پھر کس طرح ممکن ہے کہ اس میں کسی قسم کی تحریف ہو۔

شیخ محسن علی نجفی صاحب نے سب سے زیادہ اور کلامی مباحث میں توحید کو دیا ہے اور مشرکانہ افکار کی یلغار کا علمی و فکری جواب دیتے ہیں۔ ایک نقطہ کو نہایت اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ خلق اور تدبیر دو الگ الگ چیزیں نہیں ہے بلکہ یہ دونوں ناقابل تفکیک ہیں جو خالق ہو گا وہی مدبر بھی ہو گا یعنی واضح لفظوں میں تخلیق بھی صرف خدا کرتا ہے اور تدبیر بھی صرف خدا کرتا ہے خلق اور تدبیر کا مالک اللہ کی ذات ہے خلق اور تدبیر میں اللہ پاک کا کوئی شریک

1۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، ج 1، ص

نہیں ہے اس کے علاوہ باقی کلامی ابحاث کو بیاں فرمایا ہے مسئلہ ختم نبوت کو مکمل وضاحت کیا ہے حضرت رسول خدا ﷺ کے بعد جو بھی رسالت کا دعوی کرئے وہ کاذب ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور ساتھ عقیدہ امامت جو کہ اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان طول تاریخ سے بحث ومباحثہ کا موضوع رہا ہے اہل سنت نبوت کے بعد خلافت کو مانتے ہیں اور اہل تشیع نبوت کے بعد عقیدہ امامت کو مانتے ہیں اور عقیدہ قیامت کو بھی مفصل سے بیان کیا گیا ہے۔

قرآن کریم کی سورتوں کی وجہ تسمیہ بیان ہوگئی ہے یعنی اگر سورہ یوسف کو سورہ یوسف کا نام دیا ہے تو اسکی کیا وجہ ہے اس سورہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ کو بیان کیا گیا ہے شیخ محسن نجفی صاحب نے بھی ہر سورہ کی وجہ تسمیہ کو ابتدا میں ہی بیان کیا ہے تاکہ قاری کو اس سورہ کے جملہ متعلقات کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے اور تمام مطالب کو سمجھنے میں مدد ملے۔اس تفسیر کا ایک انفرادی پہلو یہ ہے کہ تفسیر الکوثر میں ہر جلد کے آخر میں اس جلد میں بیان کئے گئے تمام مطالب کی فہرست کو موضوعاتی شکل میں ذکر کی گئی ہے۔

تفسیر الکوثر کے بارے میں علماء کی آراء:

الکوثر فی تفسیر القرآن کے بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں۔

علامہ شیخ افتخار حسین جعفری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"تفسیر الکوثر معاصر اردو تفاسیر میں نمایاں تفسیر ہے جس میں قرآن کریم کی عصر حاضر کے مطابق تفسیر کی ہے۔ تفسیر الکوثر کی اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں آیت کی تفسیر آیت پھر روایت اور اس کے بعد تاریخی وسائنسی شواہد کو بیان کیا گیا ہے۔"[1]

علامہ احمد حسین فخر الدین دام عزہ فرماتے ہیں:

"تفسیر الکوثر شیخ محسن علی نجفی کی علمی شاہکار ہے۔انتہائی سلیس عام فہم اور مناسب تفسیر کی گئی ہے۔دس جلدوں پر مشتمل اس تفسیر میں کلامی ابحاث سے لیکر سائنسی ابحاث پر سیر حاصل بحث کر دی ہے۔اس تفسیر کے آغاز میں علوم قرآن کے تمام موضوعات پر بحث کی ہے۔"[2]

1۔مقالہ علوم القرآن،افتخار حسین جعفری،دار القرآن اسلام آباد2012،ص21

2۔انٹرویو شیخ احمد حسین فخر الدین صدر شعبہ علوم قرآن جامعہ الکوثر اسلام آباد،بروز جمعرات نومبر21، 2019

مبحث دوم

تفسیر معارف القرآن والکوثر فی تفسیر القرآن کے اسلوب و مناہج

تفسیر معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن کے اسلوب و مناہج کو ذکر کرنے سے قبل تفسیر کی اقسام کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ مفسرین کے درمیان مناہج تفسیر میں اختلاف ہے۔بنیادی طور پر ان کے درمیان دو مناہج ہیں:

منہج اول: تفسیر بالماثور　　　　منہج دوم: تفسیر بالرائے

دونوں مناہج تفسیر ایک دوسرے سے مختلف اور جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔

تفسیر بالماثور:

تفسیر قرآن مجید کا پہلا اور راجح اسلوب "تفسیر بالماثور" ہے۔ تفسیر بالماثور کو "تفسیر بالنقل" یا" تفسیر بالروایہ" بھی کہا جاتا ہے۔[1]

تفسیر بالماثور کی تعریف: "وہ تفسیر قرآن جو چار اجزاء پر مشتمل ہو: قرآنی آیات، احادیث نبویہ ﷺ، آثار اصحاب □ اور اقوال تابعین۔"[2]

تفسیر قرآن بالقرآن: تفسیر قرآن کا پہلا ماخذ خود قرآن کریم ہے یعنی اس کی آیات بعض اوقات ایک دوسرے کی تفسیر کر دیتی ہے، ایک جگہ کوئی بات مبہم انداز میں کہی جاتی ہے اور دوسری جگہ اس ابہام کو دور کر دیا جاتا ہے۔

تفسیر قرآن بالقرآن کے بعد تفسیر قرآن کا معتمد ذریعہ تفسیر قرآن بالسنۃ النبویۃ ہے۔ یعنی رسول اللہؐ کے جو اقوال وافعال ثقہ و معتمد راویوں کے ذریعے متصل سند کے ساتھ ہم تک پہنچے ہوں۔

امام ابن تیمیہ اس کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

انک تطلب تفسیر القرآن منہ، فان لم تجدہ فمن السنۃ [3]

ترجمہ: اگر اس میں تم کامیاب نہ ہو سکو (یعنی قرآن کی تفسیر تمہیں قرآن سے نہ مل سکے) تو

---

1 ۔ التبیان فی علوم القرآن، محمد علی الصابونی، دار عمر بن خطاب، س ن، ص75

2 ۔ التفسیر والمفسرون، محمد حسین ذہبی، مکتبہ وھبیہ، طبع 2000ء، ج1 ص112

3۔ مقدمۃ اصول التفسیر، تقی الدین احمد ابن تیمیہ، جامعہ دمشق، 1392ھ طبع ثانی، ص94

سنت رسول کی طرف رجوع کرو۔

تفسیر قرآن باقوال الصحابہ: جب قرآن کی تفسیر سنت میں موجود نہ ہو تو اصحاب کرام جنہوں نے براہ راست نبی کریمؐ سے قرآن اور اسکی آیتوں کی تفسیر و تاویل درک کی ان کے اقوال کو دیکھا جائے گا۔

تفسیر غیر الماثور/تفسیر اجتہادی:

تفسیر بالرّائے جسے تفسیر اجتہادی بھی کہتے ہیں اس کا اطلاق قرآن مجید کی اس تفسیر پر ہوتا ہے جس میں مفسر کی ذاتی اجتہاد کا عمل دخل ہو۔[1]

تفسیر بالرّائے دو طرح سے ہے:

1۔ تفسیر بالرّائے الممدوح

2۔ تفسیر بالرّائے المذموم[2]

1۔ تفسیر بالرائے الممدوح: اس قسم کی تفسیر کو تفسیر محمود جائز، صحیح اور مقبول بھی کہتے ہیں۔

یعنی مفس تمام شرائط و ضوابط کے ساتھ تفسیر قرآن کرے اور ان تمام علوم کی معرفت رکھتا ہو تو اس کی تفسیر تفسیر اجتہادی الممدوح ہو گی۔

2۔ تفسیر بالرائے المذموم: اس قسم کی تفسیر تفسیر غیر ممدوح، ناجائز، غیر صحیح اور ناقابل قبول ہے۔

یعنی اگر مفسر ان تمام علوم و کمالات کے بغیر اپنے مزاج کے مطابق تفسیر کرے جس علوم کا جاننا ایک مفسر کے لئے ضروری ہے۔

ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں:

"قرآن کریم کی ایسی تفسیر جو صرف اور صرف رائے اور اجتہاد سے کی جائے اور اس کی کوئی اصل نہ ہو تو قطعی طور پر حرام ہے اور ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔"[3]

---

1 ۔ اصول تفسیر و تاریخ تفسیر، عبد الحمید خان عباسی، شعبہ قرآن و حدیث علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، طبع 6، 2008ء، ص236

2 ۔ مناہل العرفان فی علوم القرآن، محمد عبد العظیم الزرقانی، ج2، ص49

3 ۔ مباحث فی علوم القرآن، ڈاکٹر صبحی صالح، ترجمہ عبداللہ سرور، مکتبہ محمدیہ لاہور، ط ششم، 2016ء، ص452

قرآن کریم کے سب سے پہلے مفسر اور شارع رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اصحاب کرام کو عرب ہونے کے باوجود بعض امور سمجھنے میں مشکل پیش آتی تھی وہاں پر اصحاب کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رجوع فرماتے تھے۔ تفسیر قرآن بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرض منصبی تھا۔قرآن کریم کے اعجازی پہلو یہ بھی ہیں کہ قرآن فصیح و بلیغ بھی ہے اور قرآن میں مجمل و مفصل بھی ہے لہذاان سب کو سمجھنے کی سخت ضرورت ہے۔قرآن کریم کی تفاسیر بیان کرتے وقت مفسرین کرام نے مختلف اسلوب اختیار فرمائے ہیں خود رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے قرآن کی تفسیر قرآن کریم کے ذریعے فرمائی ہے۔اس اصول پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن سے قران کی تفسیر فرمائی اور ساتھ میں اصحاب کرام کا مرجع تفسیر قرآن ہی تھا اس ماخذ کی اہمیت کے پیش نظر علما و مفسرین نے ہمیشہ ترجیح دی ، حتی کہ بعض مفسرین نے اس اصول کے خصوصی اہتمام سے تفاسیر مرتب کیں۔اور یہی تفسیر بالقرآن کی صورتیں ہیں جن کو دیگر تمام تفاسیر پر فوقیت حاصل ہے۔

﴿ وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ﴾ [1]

ترجمہ:"اور ہم آپ کو اس مثال کے مقابلے میں نہیں نوازتے مگر حق بات اور بہترین وضاحت پر مبنی کلام۔

لہذا بعض مفسرین کرام تفسیر قرآن بالقرآن کرتے ہیں بعض تفسیر قرآن بالحدیث کرتے ہیں بعض تفسیر قرآن بالاصحاب کرتے ہیں اور بعض تابعین اور تبع تابعین کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

الف: معارف القرآن کے اسلوب و مناہج:

تفسیر معارف القرآن بنیادی طور پر تفسیر ماثور میں سے ہے جس کی طرف مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔

"اس تفسیر کے لئے تفسیر بالقرآن، تفسیر بالاحادیث، تفسیر باقوال الاصحاب اور اقوال تابعین سے استفادہ کیا گیا ہے۔"[2]

مفتی شفیع رحمۃ اللہ نے اپنی تفسیر قرآن کریم اور بعض اوقات حدیث مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور کبھی اقوال اصحاب و تابعین سے کرتے ہیں ان تمام اسلوب میں سے سب سے بہتر اسلوب تو تفسیر القرآن بالقرآن ہے کیونکہ خداوند عالم نے قرآن کریم کو نازل فرمایا ہے تو خدا بہتر جانتا ہے کہ اس کا مطلب کیا ہے اور خداوند عالم نے ایک جگہ پر اجمالا بیان فرمایا ہے تو دوسری جگہ پر واضح طور پر بیان فرمایا ہے لہذا رب کریم خود قرآن کریم کی تفسیر بیان کریں تو

1۔ سورۃ الفرقان ۳۳

2۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، مقدمہ، ص: 19/1

اس سے بہتر اور کیا تفسیر ہو سکتی ہے اس وجہ سے مفتی صاحب نے بھی اسی اسلوب پر بہت زیادہ انحصار فرمایا ہے۔

تفسیر القرآن بالقرآن

قرآن کریم میں مجمل اور مفصل دونوں موجود ہیں لہذا ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت کے ذریعے کرنے کو تفسیر القرآن بالقرآن کہا جاتا ہے، اور یہ بہترین طریقہ ہے۔ مفتی صاحب نے اس قسم کے خصوصی چند نمونے آنے والے صفحات میں پیش کئے جارہے ہیں۔

الف: معانی کی مزید وضاحت کے لئے

ایک کلمہ جو متعدد بارہ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہو اسکو مزید واضح کرنے کے لئے جہاں جہاں وہ کلمہ استعمال ہو ہو وہ آیات کو ذکر فرماتے ہیں تاکہ وہ کلمہ واضح ہو جائے مثلا

﴿ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنۢ بَنِىٓ ءَادَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا۟ بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَآ ۛ أَن تَقُولُوا۟ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَٰفِلِينَ ﴾[1]

ترجمہ: اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور ان پر خود انہیں گواہ بنا کر (پوچھا تھا:) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا تھا: ہاں! (تو ہمارا رب ہے) ہم اس کی گواہی دیتے ہیں، (یہ اس لیے ہوا تھا کہ) قیامت کے دن تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔

اس آیت کی تفسیر میں کلمہ ذریۃ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ اولاد حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں استعمال ہوا ہے۔ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ اس کی لغوی تحقیق کو نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ "ذرا" سے ماخوز ہے اس کا معنی پیدا کرنا ہے اور اس معنی میں یہ کلمہ قرآن مجید میں متعدد جگہوں پر مذکور ہے مثال کے طور پر:

﴿ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ ءَاذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَآ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ كَٱلْأَنْعَٰمِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْغَٰفِلُونَ ﴾[2]

ترجمہ: اور بلا شبہ ہم نے بہت سے جن اور انس کو جہنم ہی کے لیے پیدا کیا ہے، چونکہ وہ دل رکھنے کے باوجود سمجھتے نہیں ہیں آنکھیں ہیں مگر وہ دیکھتے نہیں ہیں اور ان کے کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں، گویا وہ جانوروں کی

1۔ اسورۃ اعراف ۱۷۲

2۔ سورۃ اعراف ۱۷۹

طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بد تر، یہی لوگ (حق سے) غافل ہیں

یہاں ذریۃ سے مراد مخلوق ہے۔ اس لفظ سے اشارہ کر دیا گیا کہ یہ عہد ان تمام لوگوں کے لئے تھا جو حضرت آدم علیہ السلام کے واسطے سے اس دنیا میں پیدا کئے جائیں گے۔

ب: آیت کے بعض ظاہری معنی کی نفی کے لئے

مفتی صاحب نے بعض ظاہری معنی سمجھنے سے منع فرمایا ہے اور آیت سے جو معنی جلد سمجھ آتے ہے اس کو اخذ کرنے کے خلاف ہیں مثال کے طور پر یہ آیت:

﴿ إِنَّمَا ٱلتَّوۡبَةُ عَلَى ٱللَّهِ لِلَّذِينَ يَعۡمَلُونَ ٱلسُّوٓءَ بِجَهَٰلَةٖ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٖ فَأُوْلَٰٓئِكَ يَتُوبُ ٱللَّهُ عَلَيۡهِمۡۗ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمٗا ﴾ [1]

ترجمہ: صرف اور صرف ان کی توبہ اللہ کے ذمہ ہے جو نادانی میں گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں پھر فوری توبہ کر لیتے ہیں، پس ایسے لوگوں کی توبہ اللہ قبول کرتا ہے اور اللہ بڑا دانا، حکمت والا ہے۔

اس آیت مجید میں ایک لفظ استعمال ہوا ہے وہ ہے جھالۃ اس سے بظاہر معنی ہے اگر کوئی نادانی میں انجانی میں اگر کوئی گناہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہو گی لیکن اگر کوئی جانتے ہوئے گناہ کرے گا تو اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی لیکن اصحاب کرام رضوان اللہ تعالی عنہم نے یہاں جو تفسیر بیان فرمائی ہے وہ اس سے مختلف ہے اس موارد میں جہالت سے مراد یہ نہیں ہے گناہ کا گناہ ہونے کا خبر نہ ہو بلکہ اس گناہ کے انجام بد اور آخروی عذاب سے غافل ہوا گرچہ وہ یہ جانتے ہے کہ یہ گناہ ہے مگر اس کے سبب جو عذاب ہو گا اس سے غافل ہیں تو یہاں پر جہالت سے مراد بے وقوفی اور حماقت ہے جس طرح سورہ یوسف میں حضرت یوسف □ کے واقعہ میں موجود ہے کہ اللہ پاک کے نبی حضرت یوسف □ نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا۔

﴿ قَالَ هَلۡ عَلِمۡتُم مَّا فَعَلۡتُم بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذۡ أَنتُمۡ جَٰهِلُونَ ﴾ [2]

ترجمہ: "یوسف علیہ السلام نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ جب تم نادان تھے"۔

اس آیت مجید میں حضرت یوسف □ کے برادراں کو جاہل کہا گیا ہے مگر انہوں نے جو کام کیا ہے وہ نسیاں یا بغیر قصد وارادہ سے نہیں کیا تھا بلکہ جان بوجھ کر کیا تھا علاوہ اس گناہ کے اخروی انجام سے غافل تھے۔

1۔ سورۃ النساء ۱۷

2۔ سورۃ یوسف ۸۹

ج: معنی کی تشخص کرنے کے لئے:

مفتی صاحب نے اگر ایک آیت میں متعدد معانی ممکن ہوں تو اس میں سے ایک معنی کو معین کرنے کے بعد اس پر دوسری آیات سے استدلال کیا ہے۔

سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۱۳ میں امۃ واحدۃ کے معانی کو متعین کرنے میں مفسرین نے مختلف آراء کا اظہار کیا ہے۔ لیکن مفتی صاحب نے فرمایا ہے کہ یہاں امۃ واحدہ سے مراد عقیدہ توحید ہے اس پر دلائل بھی باقی آیات شاہد کے طور پر موجود ہے جیسا کہ سورہ انبیاء میں فرمایا ہے:

﴿إِنَّ هَٰذِهِۦٓ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَٰحِدَةً وَأَنَا۠ رَبُّكُمْ فَٱعْبُدُونِ ﴾[1]

ترجمہ: "یقیناً یہ تمہاری امت، امت واحدہ ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس تم میری عبادت کرو"۔

اس آیت کو ذکر کرنے کے بعد میں یہ معلوم ہوتا ہے وحدت سے مراد عقیدہ اور مسلک میں وحدت ہے یہاں پر وحدت سے مراد مفتی صاحب نے امت مسلمہ مراد لیا ہے۔ اور اس کے چند معانی میں سے معنی کو معین فرمایا ہے اور جمہور مفسیرین کی رائے بھی یہی ہے کہ امت سے مراد امت توحید ہے۔

د: مجمل کی تفصیل کے لئے

قرآن کریم میں مجمل اور مفصل دونوں بیان ہوئے ہیں کسی مجمل بیان کی تفسیر میں وہ آیات جن میں تفصیل مذکور ہے مثال کے طور پر سورہ فاتحہ کی تفسیر میں جب:

﴿صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ ٱلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ ﴾[2]

ترجمہ: "ان لوگوں کے راستے کی جن پر تو نے انعام فرمایا، جن پر نہ غضب کیا گیا نہ ہی (وہ) گمراہ ہونے والے ہیں"۔

اس آیت میں جو ذکر ہوا ہے انعمت علیھم کی تفصیل ایک اور آیت کے ذریعے بیان فرمارہے ہیں وہ تفصیل کچھ اس طرح سے ہے۔

﴿ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُو۟لَٰٓئِكَ رَفِيقًا﴾[3]

1۔ سورۃ انبیاء ۹۲

2۔ سورۃ فاتحہ ۷

3۔ سورۃ النسا ۶۹

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا فضل کیا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور نیک لوگ کے ساتھ اور ان لوگوں کی دوستی بہت ہی خوب ہے۔

تفسیر القرآن بالحدیث

مفتی صاحب نے قرآن کی تفسیر احادیث رسول خدا ﷺ سے بھی کی ہے لیکن مفتی صاحب نے اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے احادیث کے اسناد کو ذکر نہیں فرمایا ہے اور اگر ذکر کیا ہے تو بھی صرف صحابی کا نام ذکر کیا ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ کسی آیت سے متعلق کسی خاص موضوع کو بحث لاتے ہیں اور پھر اس کی تشریح کے لئے احادیث ذکر کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُوْلَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَۚ وَحَسُنَ أُوْلَٰٓئِكَ رَفِيقٗا ﴿٦٩﴾ ﴾ [1]

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا فضل کیا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور نیک لوگ کے ساتھ اور ان لوگوں کی دوستی بہت ہی خوب ہے۔

جنت میں داخل ہونے والے سب ایک جگہ پر نہیں ہوں گے بلکہ ان کے مقامات اور مرتبہ مختلف ہوں گے اس کے باوجود وہ حضرات ایک دوسرے سے ملاقات کر سکیں گے۔ اس ملاقات کی چند صورتیں ذکر کرتے کہ ایک دوسرے اپنی اپنی جگہ سے دیکھ سکے گئے۔ اس بات کی تائید احادیث سے بھی ہوتی ہے چنانچہ امام مالک نے ایک حدیث ذکر فرمایا ہے رسول خدا ﷺ نے فرمایا جنتی حضرات خود سے اوپر اور نیچے والے کو دیکھ سکے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے کی خدمت میں ایک شخص آتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے اللہ کے رسول میں اس بات کی شہادت دے چکا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور میں پانچ وقت کی نماز کا بھی پابند اور زکوۃ بھی ادا کرتا ہوں اور رمضان کے روزے بھی رکھتا ہوں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں مر جائے وہ انبیاء، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہو گا بشرطیکہ اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرے۔ [2]

1۔ سورۃ النسا ۶۹

2۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ص: ۴۶۸/۲

تفسیر القرآن باثار الصحابہ والتابعین

مفتی صاحب نے معنی کے معین کرنے کے حوالے سے قرآن اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے بعد اصحاب کرام اور تابعین کے اقوال پر بہت زیادہ اعتماد کیا ہے اس وجہ سے اس تفسیر میں اقوال اصحاب کرام رضوان اللہ وتابعین کرام کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔قرآن کریم کی تفسیر کرتے وقت بہت سے موارد میں اس حوالے سے مثالیں موجود ہیں۔

﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ بِـَٔايَٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِيهِمۡ نَارٗا كُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُودُهُم بَدَّلۡنَٰهُمۡ جُلُودًا غَيۡرَهَا لِيَذُوقُواْ ٱلۡعَذَابَۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمٗا ٥٦﴾ [1]

ترجمہ: جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا،انہیں ہم یقیناً آگ میں ڈال دیں گے جب ان کی کھالیں پک جائیں گی ہم ان کے سوا اور کھالیں بدل دیں گے تا کہ وہ عذاب چکھتے رہیں..یقیناً اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

مفتی شفیع صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

حضرت معاذ بن جبل "كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ "کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب ان کی کھال جل چکے گی تو اس کو تبدیل کیا جائے گا اور یہ کام اتنی سرعت سے ہو گا کہ ایک ساعت میں سو مرتبہ کھال تبدیل کی جائے گی۔[2]

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَدْنَى أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَنْتَعِلُ بِنَعْلَيْنِ مِنْ نَارٍ يَغْلِي دِمَاغُهُ مِنْ حَرَارَةِ نَعْلَيْهِ))[3]

ترجمہ: دوزخ والوں میں سب سے ہلکا جس کو عذاب ہو گا اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن کی شدت کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہو گا۔

وأخرجه أحمد 144/6، وأبو داود "4398" في الحدود: باب في المجنون يسرق أو يصيب حداً، من طريق يزيد بن هارون،

حسن بصری اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

1۔سورۃ النساء ۵۶

2 ۔معارف القرآن،ذیل تفسیر سورۃ النساء:۵۶

3 ۔ صحیح مسلم،أبوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیري النیسابوری،دارالجیل،بیروت،کتاب الإیمان،باب أَهْوَنِ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا،حدیث:536،ص:135/1

"تأكلهم النارُ كل يوم سبعين ألف مرّة، كلما أكلتهم قيل لهم: عودوا، فعادوا."[1]

ترجمہ: آگ ایک دن میں ستر ہزار مرتبہ ان کو کھائے گی، جب ان کو کھاچکے گی توان لوگوں کو کہا جائے گا کہ تم پھر پہلی حالت پر لوٹ جاؤ، پس وہ لوٹ جائیں گے۔

وأخرجه أحمد 100/6، 101، والدارمي 171/2 عن عفان بن مسلم، عن حماد بن سلمة، بهذا الإسناد.

وحكمهما صحيح

تفسیر بالتعقل واجتہاد کے حوالے سے مفتی صاحب کا منہج

مفتی صاحب نے قرآن کی تفسیر عقل وجتہاد اور تفکر کے ذریعے کرنے کو جائز قرار دیا ہے نہ صرف جائز بلکہ اس کو ایک احسن اقدام قرار دیا ہے اور یہ طریقہ رسول اکرم ﷺ اور اصحاب سے بھی ثابت ہے رسول اکرم ﷺ نے معاذ بن جبل کو اجتہاد بالرائے کی اجازت دی تھی ساتھ اس کو ایک تحسین امر قرار دی ہے۔ لیکن خود رسول خداﷺ نے تفسیر بالرائے کی مذمت بھی فرمائی ہے ارشاد فرمایا:

((من قَالَ فِي القُرآنِ برَأيِه فأَصَابَ فَقَد أَخطَأَ))[2]

ترجمہ: جو شخص قرآن کی تفسیر میں اپنی رائے سے کوئی بات کرتا ہے تو اگر اس نے صحیح بات معلوم کرلی ہو تو پھر بھی وہ غلطی پر ہے۔

اس طرح کے اور بھی اقوال موجود ہے جن میں رسول اللہ ﷺ نے احتراز کرنے کے لئے فرمایا ہے اور اصحاب کرام نے احتراز بھی کیا ہے پھر اس طرح کی دونوں احدیث میں جمع کیسے ممکن ہے؟؟

حافظ عمادالدین ابن کثیر رحمۃ اللہ نے ان دونوں طرح احادیث جمع کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

"یہ آثار صحیحہ اور ائمہ سلف سے منقول اس طرح کے دوسرے آثار اس پر محمول ہیں کہ انہوں نے قرآن کی تفسیر کے بارے میں وہ بات کرنے سے احتراز کیا ہے جس کا ان کے پاس کوئی علم نہیں تھا اور جو شخص اس بارے میں وہ بات کرتا ہے جس کا اس کے پاس لغۃ وشرعا علم موجود ہو تو

---

1 ۔زاد المسير في علم التفسير، جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: 597ھ)، دار الكتاب العربي، بيروت الطبعہ الأولى، 1422ھ، ص: 422/1

2۔ سنن الترمذی، ابوعیسی، محمد بن عیسی، باب من قال فی القرآن برایہ فاصاب فقد اخطا،، رقم الحدیث ۱۶۵۵، ص: ۵۰/۳

کوئی مضائقہ نہیں۔ پہلی وجہ یہ کہ تفسیر کے بارے میں سلف سے اقوال وآراء منقول ہیں اس میں کوئی تضاد اور منافات نہیں ہے انہوں نے ان باتوں کو ذکر کئے ہیں جس کو وہ جانتے تھے اور ان امور کے متعلق خاموشی اختیار کئے ہیں جن کے بارے میں نہیں جاتے تھے اور ہر شخص پر یہی طریقہ اختیار کرناواجب ہے۔"[1]

تفسیر معارف القرآن کاتاریخی وقصصی پہلو

قرآن کریم میں سابقہ اقوام کے بہت سے واقعات کوذکر فرمایاہے جن میں ان پر عذاب نازل ہونے کے وجوہات کابھی ذکر کیاہےاور یہ طریقہ انتہائی سبق آموز ہےاور یہ بات بھی حقیقت ہے کہ ماضی کے تجربات مستقبل اور حال کے لئے انتہائی سبق آموز ہوتے ہیں اور ان کااثر انسانوں پر عام تعلیمات سے زیادہ موثر ہے اسی لئے خداوند عالم نے تمام اقوام عالم کے واقعات کاخاص حصہ جو ہدایت کاسبب بنتاہے اس حصہ کو نقل کیاہے۔

ان تمام قصص میں چند ایک قصے انتہائی اہمیت کے حامل ہیں مثلاانبیاعلیہم السلام کاواقعہ جس میں ان کی دعوت ، معجزہ ،دشمنوں کی طرف سے مخالفت اور مومنین اور گناہگار کاانجام بیان ہواہے اور قرآن کریم میں کچھ شخصیات کاتاریخی کردار بھی بیان ہواہے جو سبق آموز ہے انسانوں کے لئے مثلااصحاب کہف کاواقعہ اور خود نبی پاک ﷺ کی زندگی کے واقعات بھی بیان ہوئے ہیں۔قرآن میں تمام واقعات مفصل سے بیان نہیں ہوئے بلکہ اشارۃ بیان ہواہے مفسریں حضرات ان کی تفسیر خود نبی کریم ﷺ کی احادیث اور تاریخ کی مدد سے کی ہے۔

مفتی صاحب نے قصص انبیا کو دو طرح سے بیان فرمایاہے ایک توان آیات کی تشریح کے لئے قصص کاذکر فرمایاہےاور دوسراخود تاریخی حقائق کوواضح کرنے کے لئے ذکر فرمایاہے۔

تفسیر القرآن میں مفتی صاحب کی روش رہی ہے کہ آپ نے تمام باطل عقائد کورد فرمایاہے۔توحید کو مکمل طورپر بیان فرمایاہے توحیدافعال توحید صفات توحید ذات ان تمام کو مکمل طورپر بیان فرمایاہےاور خداکے عرش پر ہونے سے کیامراد ہے رویئت باری تعالی سے کیامراد ہےاور مسئلہ نبوت ورسالت کے ثبوت اور باطل نظریات کے رد کے حوالے سے مکمل بیان فرمایاہے عصمت انبیاعلیہ السلام کو بھی بیان فرمایاہےاور خاص طورپر مسئلہ ختم نبوت کو بھی مدلل ومفصل انداز سے بیان فرمایاہے صفت خاتم الانبیاایک ایسی صفت ہے جو تمام کمالات بنوت ورسالت میں آپ کی اعلی فضیلت اور خصوصیات کو ظاہر کرتی ہے کیونکہ عموماہر چیز میں تدریجی ترقی ہوتی ہےاور انتہاپر پہنچ کراس کی تکمیل ہوتی ہےاور جوآخری نتیجہ ہوتاہے وہی اصل مقصود ہوتاہے۔ایک اور مسئلہ جس کو مفتی صاحب نے کمال مہارت سے رد کیا

1۔مقدمہ تفسیر ابن کثیر،اسماعیل بن عمر بن کثیر،لقب عمادالدین،دارابن حزم بیروت،لبنان،ص:۴۵/۱

ہے وہ ہے قادیانیت ۔ مفتی صاحب کا شمار ان نمایاں افراد میں ہے جنہوں نے مسئلہ قادنیات کو مکمل رد فرمایا اور اس کافرانہ نظریہ کو متعدد مضامین ،رسائل اور کتابیں تحریر کیا اس کے خلاف احتجاج کیا اور عدالتی فیصلوں میں عملا شامل رہے۔

ب:الکوثر فی تفسیر القرآن کے اسلوب و مناہج:

بنیادی طور پر یہ تفسیر تفسیر بالماثور ہے۔اس تفسیر میں شیخ محسن علی نجفی صاحب نے قرآن کی تفسیر قرآن سے ،تفسیر قرآن بالاحادیث والروایات ،ائمہ اہلبیتؑ اور اصحاب کرام کے اقوال کو بھی نقل کیا گیا ہے۔ چند دیگر موارد میں کلامی قصصی پہلو بھیمد نظر رکھا گیا ہے اس کے علاوہ سائنسی نظریات کو بھی شامل تفسیر کئے گئے ہیں۔

- الکوثر فی تفسیر القرآن کے اسلوب و مناہج یہ ہیں
- تفسیر القرآن بالقرآن
- تفسیر القرآن بالحدیث
- تفسیر القرآن باقوال ائمہ علیہم السلام
- تفسیر کلامی
- تفسیر قصصی و تاریخی
- تفسیر عقلی
- تفسیر سائنسی

تفسیر القرآن بالقرآن

الکوثر فی تفسیر القرآن میں سب سے پہلے قرآنی آیات کی تفسیر قرآن مجید کے ذریعے کی گئی ہے کیونکہ قرآن کریم میں اجمال اور تفصیل دونوں موجود ہیں اور پورے قرآن میں کوئی آیت کسی دوسری سے تضاد نہیں رکھتی بلکہ کچھ آیات اگر مجمل ہیں تو دوسری آیات نے ان کی تفسیر بیان کی ہے۔لہذا شیخ محسن علی نجفی دامت برکاتہ نے مفردات وکلمات اور آیات کی تفسیر پہلے دیگر آیات سے کی ہے اس کے بعد میں احادیث کی طرف رجوع کئے ہیں۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا[1]

ترجمہ: لوگوں کے لیے خواہشات نفس کی رغبت مثلاً عورتیں، بیٹے، سونے اور چاندی کے ڈھیر لگے خزانے، عمدہ گھوڑے، مویشی اور کھیتی زیب وزینت بنادی گئی ہیں، یہ سب دنیاوی زندگی کے سامان ہیں۔

دنیاوی زندگی کے مال و متاع کو اصلی مقصد قرار دے کر اگر اس سے محبت کی جائے تو اسلامی تعلیمات کے مطابق قابل مذمت ہے۔ لیکن اگر مال و متاع کو ایک اعلیٰ وارفع مقصد کے لیے وسیلہ اور ذریعہ قرار دیا جائے تو اس کی نہ صرف یہ کہ مذمت نہیں، بلکہ قرآن نے اسے خیر سے تعبیر کیا ہے۔ اسی سلسلے میں ارشاد ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ[2]

ترجمہ: کہہ دیجیے: اللہ کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی، کس نے حرام کیا اور پاک رزق کو؟

تفسیر القرآن بالحدیث:

الکوثر فی تفسیر القرآن میں حدیث سے بھی تفسیر کرتے ہیں کیونکہ قرآن کریم میں بہت سے کلیات ہیں جن کے جزئیات احادیث پاک میں بیان ہوئے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا[3]

ترجمہ: اللہ اور اس کے فرشتے یقیناً نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو جیسے سلام بھیجنے کا حق ہے۔

ابو ھریرہ کی صحیح روایت: کہتے ہیں کہ ہم نے کہا یا رسول اللہؐ! ہم آپؐ پر کیسے درود بھیجیں؟ تو فرمایا: تم اس طرح کہو:

اللّٰھم صل علی محمد و بارک علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کما صلیت و بارکت علیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید۔[4]

1۔ سورہ آل عمران 14/3

2۔ ۷۔اعراف: ۳۲

3۔ سورۃ الاحزاب: 56

4۔ مجمع الزوائد ۱: ۱۴۴

تفسیر القرآن باقوال ائمہ علیہم السلام:

الکوثر فی تفسیر القرآن میں احادیث رسول خداﷺ کے ساتھ ائمہ کرام اور حضرت فاطمہ زھرا سلام اللہ علیہا سے منقول روایات سے بھی قرآن مجید کی تفسیر پیش کی گئی ہے۔اہل تشیع کے ہاں یہ سب ہستیاں معصوم ہیں اور ان کا قول و فعل اور تقریر حجت ہے یہ سب احادیث رسول اللہﷺ سے اگاہ ہوتے ہیں کیونکہ یہ سب علم لدنی رکھتے ہیں اور ساتھ انہی کے گھرانے میں قرآن کا نزول ہوا ہے اور یہی گھرانا قرآن کی بہتر تفہیم اور تفسیر کرسکتا ہے۔[1]

الَّذِينَ يُؤمِنُونَ بِالغَيبِ وَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقنٰهم يُنفِقُونَ[2]

ترجمہ: جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں نیز جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

الَّذِينَ يُؤمِنُونَ بِالغَيبِ: ایمان "امن" (سلامتی) سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ ایمان باللہ ابدی ہلاکت سے سلامتی اور بچاؤ کا موجب ہے یا ایمان باللہ سے قلب و ضمیر کو امن و سکون ملتا ہے۔ پھر چونکہ ایمان کے بھی درجات ہیں، یعنی قلب کا ایمان (تصدیق)، زبان کا ایمان (اقرار) اور اعضائے بدن کا ایمان (عمل)، لہٰذا کامل ایمان وہ ہوگا جو ان سب کا مجموعہ ہو۔ چنانچہ امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

الْاِيمَانُ هَوَ الْاِقْرَارُ بِاللِّسَانِ وَ عَقْدٌ فِى الْقَلْبِ وَ عَمَلٌ بِالْاَرْكَانِ۔[3]

ایمان زبان سے اقرار، دل سے تصدیق اور اعضاء و جوارح سے عمل کرنے سے عبارت ہے۔

تفسیر کلامی:

الکوثر فی تفسیر القرآن میں دیگر تمام مباحث کے ساتھ کلامی مباحث کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے اور تمام کلامی ابحاث کو دلیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس تفسیر میں توحید، عدل الٰہی، نبوت، امامت اور قیامت کو مفصل اور واشگاف الفاظ میں بیاں کیا گیا ہے۔ الکوثر فی تفسیر القرآن کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ عقائد کے بیان میں مذہبی منافرت کا مظاہرہ نہیں کرتے بلکہ نہایت ہی شائستہ اور احترام کے ساتھ دیگر مکاتب فکر کا حوالے دیتے ہیں پھر ادلہ کی روشنی میں ان کا رد کرکے آخر میں اپنا نظریہ بیان کرتے ہیں۔

---لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ يَمحُوا اللهُ مَا يَشَاءُ وَ يُثبِتُ وَ عِندَه اُمُّ الكِتٰبِ[4]

1۔الکوثر فی تفسیر القرآن، مقدمہ، ج1، ص43

2۔سورۃ البقرہ:30

3۔اصول الکافی ۲:۲۷

4۔سورۃ الرعد:38-39

ترجمہ: ہر زمانے کے لیے ایک دستور ہوتا ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے۔

تمام فیصلوں کا منبع و مصدر اس کے پاس ہے۔ اس کے سامنے تو وہ فیصلے بھی موجود ہیں جو بدلنے والے ہیں۔ بدلنے سے پہلے اس کے بدلنے کا بھی علم ہے۔ تمام قابل تغیر اور نا قابل تغیر فیصلوں کی ام الکتاب اللہ کے پاس ہے۔ اللہ کے پاس ایک قانون کلی ہے جس کے تحت فیصلے بدلتے ہیں اور یہ کلی قانون نا قابل تغیر ہے۔ ام الکتاب ان فیصلوں کا مجموعہ ہے جو نا قابل تغیر ہیں۔

تاریخی و قصصی تفسیر:

قرآن کریم میں سابقہ امت کے واقعات اور قصص کو بہت سے موارد میں بیان فرمایا ہے ان کو بیان کرنے کا مقصد عبرت اور ہدایت دینا ہے۔ الکوثر فی تفسیر القرآن میں بھی واقعات اور قصص کو بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ ان کے اثرات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

نَحنُ نَقُصُّ عَلَیکَ اَحسَنَ القَصَصِ بِمَاۤ اَوحَینَاۤ اِلَیکَ ہٰذَا القُراٰنَ وَ اِن کُنتَ مِن قَبلِہٖ لَمِنَ الغٰفِلِینَ[1]

ترجمہ: ہم اس قرآن کو آپ کی طرف وحی کر کے آپ سے بہترین قصہ بیان کرنا چاہتے ہیں اور آپ اس سے پہلے (ان واقعات سے) بے خبر تھے۔

اس قصہ کو قرآن نے احسن القصص کے ساتھ اس لیے تعبیر کیا ہے کہ اس میں متعدد کرداروں اور ان کرداروں میں سے ہر ایک کے انجام کا ذکر ہے۔ پدری شفقت، آتش حسد، اسارت و غلامی کی زندگی، پر تعیش زندگی، عورت کی مکاری و عیاری، پاکدامنی و عفت کے لیے لازوال قربانی، زندانی زندگی، صرف اللہ سے امیدیں وابستہ رکھنے کی مثال، اقتدار و سلطنت پر آنے کے بعد قدرت و تمکنت کے باوجود عفو و در گزر، حکمرانی کے آداب، عدل و انصاف کا قیام، قحط زدہ سالوں میں مشکل ترین اقتصادی امور کا حل، امور سیاست و سلطنت میں اقتصاد کی اہمیت وغیرہ کا ذکر ہے۔

تفسیر سائنسی:

الکوثر فی تفسیر القرآن میں سائنسی انکشافات کا ذکر بھی کیا گیا ہے کیونکہ سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہو رہا ہے۔ سائنسی تحقیق سے جو چیزیں ابھی ثابت ہوئی ہیں وہ سب بہت پہلے قرآن کریم

1۔ سورۃ یوسف: 3

میں بیان ہوئی ہیں۔

وَّ لَاُضِلَّنَّھُم وَ لَاُمَنِّیَنَّھُم وَ لَاٰمُرَنَّھُم فَلَیُبَتِّکُنَّ اٰذَانَ الاَنعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّھُم فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلقَ اللّٰہِ [1]

ترجمہ: اور میں انہیں ضرور گمراہ کروں گا اور انہیں آرزوؤں میں ضرور مبتلا رکھوں گا اور انہیں حکم دوں گا تو وہ ضرور جانوروں کے کان پھاڑیں گے اور میں انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورت میں ضرور ردوبدل کریں گے

کلوننگ: اس طریقہ تولید میں مردوزن کا اشتراک نہیں ہوتا، بلکہ اس میں صرف مرد یا صرف عورت سے ایک مکمل سیل کے لیے ضروری مواد یعنی 46 کروموزوم حاصل کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے جنسی سیل کی جگہ جسمانی سیل حاصل کرتے ہیں اور عورت کا ایک تخم بھی حاصل کرتے ہیں۔

اس تخم میں موجود 23 کروموزوم کو اس سے خارج کرتے ہیں اور اس خالی تخم کے اندر جسمانی سیل کے 46 کروموزوم رکھ دیتے ہیں۔ اس کروموزوم کو اس تخم کے اندر رکھنا اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ اس سیل کے مرکزہ اور جھلی کے درمیان میں موجود سیال مواد سیل کی تقسیم کے لیے بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس سیال مواد کو سیٹوپلازم (Cytoplasm) کہتے ہیں۔ یہ سیٹوپلازم اپنے مہمان کروموزوم کو تقسیم کرکے جنین کی تشکیل کا کام شروع کرتا ہے۔ اب یہ بچہ سیل کے مالک کی کاربن کاپی ہوگا۔ کیونکہ اس بچے کے تمام موروثی عناصر اس سیل کے مالک نے فراہم کیے ہیں۔ کلوننگ کی صحیح تصویر سامنے آنے کے بعد سوال اس طرح بنتا ہے۔

تفسیر عقلی:

الکوثر فی تفسیر القرآن میں بعض موارد میں عقل کے ساتھ بھی تفسیر بیان فرمائی گئی۔ جہاں علت و معلول، عدم وجود وغیرہ کی وضاحت کے لئے عقل و منطق کا سہارا بھی لیا گیا ہے۔

--وَّ تَصرِیفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ المُسَخَّرِ بَینَ السَّمَاءِ وَ الاَرضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَومٍ یَّعقِلُونَ [2]

ترجمہ: اور ہواؤں کی گردش میں اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں عقل سے کام لینے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر مخلوقات سے خالق اور مصنوعات سے صانع کے وجود کو ثابت کرنے کا طرز استدلال اختیار فرمایا ہے۔ یہ طرز استدلال، ایک فطری استدلال ہونے کے ساتھ ساتھ سادہ ترین اور

---

1 ۔ سورۃ النساء: 119

2۔ سورۃ البقرۃ: 164

آسان ترین استدلال ہے جسے سطحی ذہن رکھنے والے لوگ بھی بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ چنانچہ لوگ اپنے تمام تر معاملات میں یہی طرز استدلال اپناتے ہیں جہاں براہ راست حس ومشاہدہ ممکن نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر ہم ایک دوسرے کے دلوں میں براہ راست جھانک کر تو دیکھ نہیں سکتے کہ کس کے دل میں کیا ہے، تو وہاں ایک دوسرے کے قول وعمل سے دلوں کا حال معلوم کر لیتے ہیں۔

بنا بر ایں عقل، منطق کی رو سے یہ ممکن ہی نہیں کہ یہ عظیم کائنات کسی علیم و حکیم و قادر ہستی کے ارادے کے بغیر اتفاقاً اور خود بخود وجود میں آئی ہو۔ اثبات رب کے لیے عقلی استدلال کی یہ معقول ترین روش قرآن کا طرہ امتیاز ہے۔

باب دوم

معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن میں نکاح کے احکام

فصل اول: نکاح کا تعارف، ضرورت، اہمیت اور ارکان

فصل دوم: نکاح کے احکام

فصل سوم: نکاح کے مقاصد و فوائد

فصل اول

نکاح کا تعارف، ضرورت، اہمیت اور ارکان

مبحث اول: نکاح کا تعارف

مبحث دوم: نکاح کی ضرورت و اہمیت

مبحث سوم: نکاح کے ارکان

مبحث اول

نکاح کا تعارف

نکاح کا اصل مادہ جس سے اس لفظ کو لیا گیا ہے وہ نکح ینکح ہے اور اہل لغت نے اس کو مصادر ثلاثی کی ردیف میں سے قرار دیا ہے لیکن یہاں ایک قابل توجہ نکتہ ہے اور وہ یہ کہ ہر چند لغت دانوں نے اس کو مصدر ثلاثی قرار دیا ہے مگر فعال کا وزن کہ جس پر نکاح بھی ہم وزن ہے۔ یہ مصادر ثلاثی کے قیاسی اوزان میں سے نہیں ہے بلکہ یہ سماعی اوزان میں شمار کیا گیا ہے اس کا قیاسی وزن فعل ہو گا یعنی نکح۔

ماہرین اہل لغت نے نکاح کے لئے کئی معانی بیان کیے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ تقابل کے معنی میں ہے اور عربی زبان میں جب کبھی دو پہاڑ آپس میں ایک دوسرے کے مقابل قرار دیے جاہیں تو اس وقت کہا جاتا ہے کہ "تناکح الجبلان" یعنی دونوں پہاڑ ایک دوسرے کے مقابل میں واقع ہے۔[1]

امام اللغہ اسماعیل بن حماد الجوہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"النكاح:الوطی ء وقد يكون العقد"[2]

ترجمہ: نکاح کا معنی وطی ہے اور کبھی یہ عقد کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے

علامہ سید مرتضی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" الوط ء فی الاصل- وقيل: (هوالعقد له) وهو التزويج ، لانه سبب للوط ء المباح لم يرد النكاح فی القرآن الا بمعنی العقد ، لانه فی الوط صريح فی الجماع ، وفی العقد كنايه و هو اوفق بالبلاغة و الادب كما ذكره الزمخشری والراغب و غيرهما"[3]

وطی اصل میں تزویج کو کہا جاتا ہے کیونکہ تزویج سبب مباح وطی ہے قرآن میں نکاح کا معنی عقد کا لیا ہے کیونکہ وطی جماع میں صریح ہے اور عقد میں کنایۃ ہے اور یہ بلاغت اور ادب کے مطابق بھی ہے جس طرح زمخشری اور راغب وغیرہ نے بھی کہا ہے۔

لفظ نکاح " نکح " سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے عورت سے نکاح کرنا جب یہ کہا جائے کہ فلاں

1۔ النضید فی شرح روضہ الشھید، شیخ حسن قاروبی، انتشارات داوری، قم، ۱۴۲۵، کتاب النکاح، ص: ۲۰/۱۹

2۔ الصحاح تاج اللغۃ و صحاح العربیہ، ابو نصر اسماعیل بن حماد الجوھری الفار ابی المتوفی: ۳۹۳ھ دار العلم للملابین، بیروت ۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۷م، ص: ۱/۴۱۳

3۔ تاج العروس من جواہر القاموس، الزبیدی، مرتضی، محمد بن محمد عبد الزاق الحسینی، المطبعہ الخیرہ مصر، ص: ۱۹۵/۷

شخص نے کسی عورت سے نکاح کر لیاتواس کا معنی یہ ہو گا کہ اس سے شادی کر لی۔

نکح فلان امراة ینکحها نکاحا اذا تزوجها ۔

عبدالرحمن الجزیری رحمۃ اللہ علیہ نے "**الفقه علی المذاهب الاربعه**" میں لفظ نکاح کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

نکاح کے لغوی معنی وابستگی اور پیوستگی کے ہوتے ہیں یعنی دو درخت مل گئے کہ ان کی ڈالیاں آپس میں مل گئیں۔ نکاح کے مطلق معنی عقد کے ہیں اور مجازاً اس سے جنسی تعلق مراد ہے

" المعنی اللغوی و هو الوط و الضم یقال : تناکحت الا شجار اذا تمایلت وانضم بعضها الی بعض ویطلق علی العقد مجاذا لانه سبب فی الوط ؛

نکح ،ینکح ،نکحا وهو البضع-ویجری نکح ایضا مجری التزویج و امراة ناکح:ای ذات زوج ،[1]

نکح: اصل النکاح للعقد ثم انتقیر للجماع و محال ان یکون فی الاصل للجماع،ثم استقیر للعقد لان اسماء الجماع اسماء کنآیات لا ستقبا حهم ذکره-- قال تعالیٰ : انکحو الایامیٰ ،اذا نکحتم المومنٰت الی غیر ذالک-[2]

ترجمہ: نکاح کے اصل معنی وطی کے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وطی کے لئے عقد کرنے کو بھی نکاح کہا جاتاہے کیونکہ "تزوج" وطی مباح کا سبب ہے۔ قرآن مجید میں نکاح عقد کے معنی میں مستعمل ہواہے کیونکہ وطی جماع کے لئے صریح ہے اور عقد جماع کا کنایہ ہے اور بلاغت اور ادب کے بھی موافق ہے اسی طرح زمخشری اور راغب اصفہانی وغیرہ نے اسے زکر کیا ہے[3]

اہل علم اس لفظ کے تین معنی بیان کرتے ہیں جن میں سے ایک ہمبستری کے ہیں اور مجازی طور پر عقد مراد ہے جو اس کے معنی لغوی ہیں:

المعنی الا صولی و یقال له: الشرعی ، وقد اختلف العلما ء فیه علی ثلاثة اقوال :

نکاح کے اصولی معنی کے متعلق علماء کے تین مختلف اقوال ہیں

احدهما: انه حقیقت فی الوط ، مجاز فی العقد کقوله تعالیٰ :

1۔ کتاب العین للخلیل احمد فراھیدی، تحقیق الدکتور مھدی المخزوی، انتشارات اسوہ مطبعہ باقری، ص: ۱۸۳۷/۳

2۔ مفردات راغب،، محمد خلیل عیثانی، مکتبہ صدیقیہ، سوات، ص۵۰۶

3۔ تبیان القرآن، غلام رسول سعیدی، فرید بک سٹال لاہور، الطبع الحادی عشر، ۱۴۳۳ھ، ۲۰۱۲ء، ص ۶۱۸/۲

﴿وَلَا تَنكِحُواْ مَا نَكَحَ ءَابَآؤُكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ إِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ﴾[1] ۔

ترجمہ: اوران عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں مگر جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا،

نکاح کے لغوی معنی مباشرت کے ہیں جب کی مجازی معنی عقد نکاح کے ہیں لیکن اگر کوئی قرینہ ساتھ ہو تو اس صورت میں قرینہ کے مطابق ہی عمل ہو گا

اس آیت نکاح کے معنی وطی یا مباشرت کے ہیں کیونکہ صرف عقد ایسی چیز نہیں ہے جس سے منع کیا جا رہا ہے بس اسی لئے احناف نے اس آیت میں نکاح سے مراد وطی یعنی مباشرت لی ہے۔

ثانيها: انه حقيقة فى العقد مجاز فى الوط ء و ذلک قوله تعالیٰ :

﴿ حتى تنكح زوجا﴾[2]

اس آیت میں احناف کے نزدیک نکاح عقد کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ اس میں فعل کا فاعل عورت کو قرار دیا گیا اگر مباشرت ہوتی تو فاعل مرد ہوتا نہ کہ عورت۔

ثالثها انه مشترک لفظى بين القعد و الوطء

یہ نظریہ سب سے قوی ہے کیونکہ دونوں معنی میں استعمال ہوا ہے

مذاهب الجمهور القائل بان النكاح حقيقة فى العقد مجاز فى الوطء-وذالک اولا لكثرة استعمال لفظ النكاح باءزائه العقد فى الكتاب والسنة ثانيا: انه يصح نفى النكاح ممن الوطء فيقال هذا الوطء ليس نكاحا،لو كان النكاح حقيقية فى الوطء فيقال مما صح نفيه عنه-

ترجمہ: جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ لفظ نکاح عقد میں حقیقت ہے اور مجازا استعمال ہوا ہے وطی میں کیونکہ لفظ نکاح قرآن اور سنت دونوں میں عقد کے مقابل میں استعمال ہوتا ہے اور جو وطی کرتا ہے اس سے نکاح کا نفی کرنا درست ہے اور یہ کہ ہو سکتا ہے کہ یہ وطی نکاح نہیں ہے اگر نکاح وطی میں حقیقت ہوتی تو کیا اس صورت میں نفی کرنا ممکن ہوتا۔

نکاح کے لفظی معنی "وطی" کے بھی ہیں اور عقد کے بھی، بعض نے معنی اول کو حقیقی اور ثانی کو مجازی قرار دیا ہے۔مذھب حنفیہ میں عقد میں حقیقت اور وطی میں بطور مجاز استعمال ہوا ہے۔[3]

1۔ سورۃ النسا ۲۲

2۔ سورۃ البقرہ ۲۳۰

3۔ تقریر جامع ترمذی، ترتیب و تحقیق، رشید اشرف سیفی، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۲۰۰۸، باب النکاح، ص: ۳۴۴

نکاح کے اصطلاحی معنٰی:

اصطلاح شرع میں یہ لفظ دو معانی میں استعمال ہوتا ہے ان میں سے ایک عقد اور ازدواج کرنا اور دوسرا معنی میاں بیوی کا آپس میں ہم بستری کرنا، وطی کرنا۔[1]

اصطلاح میں

"عقد يفيد ملک المتعة قصدا"[2]

ترجمہ: ایسا معاہدہ جس سے مالک کو جان بوجھ کر فائدہ ہو۔

قال زمخشری: وهو من علماء الحنفية --فی الكتاب لفظ النكاح بمعنى الوطء الا قوله تعالیٰ حتى تنكح زوجا وغيره۔[3]

ترجمہ: زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے : وہ علما احناف میں سے ہے، قرآن میں لفظ نکاح وطی کے معنی میں آیا ہے مگر صرف اس قول ہے اس میں زوجہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

علامہ ابوالحسن برھان الدین المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"النكاح ينعقد بالايجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضی وينعقد بلفظين يعبر باحدهماا عن الماضی و بالآخر المستقبل مثل يقول زوجنی فيقول زوجتک"[4]

ترجمہ: نکاح ایجاب و قبول کے دو لفظوں سے منعقد ہو جاتا ہے جو ماضی کے ہوں یا ایک لفظ ماضی کا ہو اور دوسرا مستقبل کا ہو۔ مثال کے طور پر عورت کہے تو مجھ سے نکاح کر، مرد کہے میں نے تم سے نکاح کیا"۔

علامہ سید محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

"ليس لنا عبادة شرعت من عهد آدمه الی الآن ثم تستمر فی الجنة الا النكاح و الايمان - هو عند الفقها ء عقد يفيد ملک المتعة ای حل استمتاع الرجل -من امراه

1۔ النضید فی شرح روضہ الشھید، شیخ حسن قاروبی، کتاب ا لنکاح، ص:۲۰/۱۹

2۔ تنویر الابصار و جامع البحار، شیخ شمس الدین محمد بن عبداللہ، الطبعہ الاولی علی نفقہ ،صاحب المکتبۃ النبوبہ بشارع التبانہ بالدرب الاحمر بمصر، ص:۲۴۰/۴

3۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، ناشر دارالاشاعت، کراچی، ص:۶۵

4۔ الھدای فی شرح المبتدی، علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی۔ ابوالحسن برھان الدین المتوفی :۵۹۳ھ داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ص:۱۸۵/۱س

لم يمنع من ها مانع شرعی فخرج الذکر و الخنثی المشکل و الوثنیه لجواز ذکورته و الحارمه والجنية و انسان الماء الاختلاف الجنس و اجاز الحسن نکاح الجنیه ۔الخ[1]

ترجمہ : ایمان اور نکاح کے علاہ کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے عہد سے لیکر ابھی تک مشروع ہو اور پھر جنت تک باقی رہے ۔فقہا کے نزدیک نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ مرد کا عورت کے جسم سے فائدہ اٹھانا حلال ہو جائے جبکہ کوئی شرعی عذر بھی نہ ہو۔ عورت کی قید سے مرد خنثی مشکل اور جنئہ خارج ہو گئے اور مانع شرعی کی قید سے محارم خارج ہو گئے۔ البتہ امام حسن رحمۃاللہ علیہ نے جنئہ سے نکاح کرنے کو جائزقرار دیا ہے[2]

شیخ حسن فارقی رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں

"در اصلاح شرح، بر دو معنی گفتہ شدہ است : یکی عقد و دیگر وطی و میان فقہا اختلاف نظر ھست در این کہ آیا لفظ نکاح، مشترک لفظی بین آن دو معنی است یا این کہ حقیقت شرعی در یکی از آنھا و مجاز در دیگری است ؟ و بنا بر نظریہ دوم، نیز اختلاف است در این کہ آیا حقیقت شرعی در عقد است و مجاز در وطی، یا این کہ بہ عکس می باشد ؟ دو نظریہ در آن وجود دارد و در حقیقت سہ قول می شود :

۱۔ مشترک لفظی

۲۔ حقیقت در عقد و مجاز در وطی

۳۔ حقیقت در وطی و مجاز در عقد"[3]

ترجمہ : فرماتے ہیں کہ اصلاح شرع میں دو معنی میں استعمال ہوا ہے ایک عقد اور دوسرا وطی مباشرت کرنا اور علما کے درمیان اختلاف ہے کہ لفظ نکاح مشترک لفظی ہے ان دو معانی کے درمیان یا حقیقت شرعی ہے ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ اور دوسرے کے ساتھ مجاز ہے اور اس صورت میں پھر اختلاف واقع ہوا ہے کہ کس میں حقیقت ہے اور کس میں مجاز ہے بس در حقیقت یہاں پر تین قول ہیں۔

۱۔ مشترک لفظی ہے۔

۲۔ عقد میں حقیقت ہے اور وطی میں مجاز ہے۔

۳۔ عکس دوم ہے۔"

---

1 ۔رد المختار علی در المختار ،ابن عابدین ،الشامی ، محمد امین بن عمر بن عبدالعزیہ عابدین الدمشقی الحنفی ،دار الفکر ،بیروت ،۱۴۱۲ھ /۱۹۹۲م۔ص:۴/۷۶

2۔تبیان قرآن، غلام رسول، سعیدی، الطبع الرابع:۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء ص:۸/۱۳۱۔۱۳۲

3۔النضید فی شرح روضہ الشھید، شیخ حسن قاروبی، کتاب النکاح، ص:۱۹/۱۹

فقہاء کرام نے اس کی تعریف مختلف عبارتوں میں کی ہے لیکن ان سب کا مفہوم ایک ہے وہ مفہوم یہ ہے کہ عقد نکاح سے میاں بیوی کے تمام جسم سے، محظوظ ہو سکتا ہے نکاح کے بعد انتفاع کا مالک ہو جاتا ہے لیکن حصول منفعت کا مالک نہیں ہو سکتا۔

بعض اصحاب نے نکاح کی تعریف یوں کہ ہے۔

"نکاح معاملات میں سے ہے جس میں یہ ارادہ کیا جاتا ہے کہ متعہ کا مالک بن جائے۔ یہاں ملک متعہ سے مراد یہ ہے کہ اس نکاح کے نتیجے میں ایک مرد ایک عورت کے تمام اعضا سے بلا شرکت غیر فائدہ اٹھا سکے۔"

بعض اصحاب نے تعریف یوں فرمایا ہے:

"ایک شخص کو کسی ذات سے حق استمناع کا مالک بنا دیتا ہے اس کے معنی یہ ہے کہ اس سے بعض شخص کو صرف عضو مخصوص سے متمتع ہونے کا حق حاصل ہوتا ہے"[1]

تعریف نکاح مذاہب خمسہ کے نزدیک

فقہائے احناف

فقہائے احناف نے نکاح کو ایسا معاملہ یا معاہدہ قرار دیا ہے جو اس وجہ سے کیا جاتا ہے کہ ایک مرد نکاح کے نتیجے میں ایک عورت کا ملک متعہ کا مالک ہو جائے۔ اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ حقیقت میں بھی وہ مرد اس کا مالک ہو کیونکہ حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے کہ جس نے اس عورت کو آزاد بنایا ہے اور آزاد عورت کا اللہ کے علاوہ کوئی مالک نہیں ہوتا ہے۔

لہذا وہ مرد اس عورت سے جنسی طور پر فائدہ اٹھا سکتا ہے اور تمتع کا حق خرید و فروخت جیسا نہیں ہے اور ساتھ ہی یہ معاہدہ گواہوں کی موجودگی میں کیا جاتا ہے اور جس بات پر معاہدہ ہوا ہے وہ یہ ہے کہ وہ خود مستفید ہو سکتا ہے نفع کما نہیں سکتا ہے۔

فقہائے شوافع:

نکاح مرد اور عورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا معاہدہ ہے جس کے نتیجہ میں مرد اور عورت کے

1۔ کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ، عبدالرحمن الجزیری، ترجمہ منظور احسن عباس، شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور، ۱۹۷۷، ص: ۳/۴

درمیان جنسی تعلق جائز ہو جاتا ہے، ان کی اولاد شرعی طور پر حلال زادہ ہوتی ہیں اور آپس کے مخصوص حقوق وفرائض کے بھی مکلف ہوتے ہیں۔[1]

بعض اصحاب نے نکاح کو اس طرح واضح کرنے کی کوشش کی ہیں کہ یہ ایک معاملہ ہے جس میں نکاح یا تزویج یا انھیں کے معنی رکھنے والا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تاکہ اس لفظ کی وجہ سے ہمبستری کا اختیار حاصل ہو جائے اس لحاظ سے یہ عقد مالک بنانے والا معاملہ ہے

بعض دیگر اصحاب فرماتے ہیں نکاح کا مفہوم مشتمل ہے ہمبستری کے مباح ہونے پر تو اس صورت میں یہ مباح کرنے والے معاملہ ہو گا پر لہذا اس صورت میں مالک بنانے والا معاملہ نہیں ہو گا۔

لیکن ان دونوں اقوال میں سے قابل قبول قول قول ثانی ہے یعنی نکاح عقد اباحت ہے عقد تملیک نہیں ہے[2]

فقہائے مالکیہ:

ان کا کہنا ہے کہ نکاح محض لذت کے لئے ایک معاملہ ہے جو گواہوں کی موجودگی میں لذت کے حصول سے پہلے عمل میں آتا ہے اور اس کام کی قیمت واجب الادا نہیں ہوتی اور اس معاملہ کا کرنے والا یہ نہ سمجھتا ہو کہ بقول مشہور کتاب اللہ میں اسے حرام بتایا گیا ہے یا بقول غیر مشہور اس کے حرام ہونے پر احتجاج ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ نکاح عبارت ہے مجرد متعہ التلذ ذ یعنی نفس کا فائدہ اٹھانے کے لئے معاملہ کرنے سے۔

یہ تعریف جامع ومانع ہے وہ اس طرح کہ لفظ معاملہ میں سب معاملات شامل ہیں لیکن متعہ التلذذ سے حظ نفس کے علاوہ دوسرے اغراض مثلا خرید وفروخت کے معاملات خارج ہو گئے۔[3]

فقہائے حنابلہ:

ان کا کہنا ہے کہ نکاح منفعت استمتاع کے لیے ایک معاملہ ہے جس میں نکاح یا تزویج کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور استمتاع سے مراد فقہا نے یہ مراد لی ہے کہ یہ مرد کا خود نفع حاصل کرنا ہے۔ لہذا اگر جبرا یا شبہ کی بنا پر کسی عورت کے ساتھ وطی کرے تو اس صورت میں وہ مہر مثل کی حقدار ہو جاتی ہے اور اس مہر کے مال کی مالک وہ خود

1۔ کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ۔ عبدالرحمن الجزیری، دار الفکر للطباعہ والنشر اولتوریع، بیروت، لبنان، ص: ۶/۴

2۔ کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ، عبدالرحمن الجزیری، ص: ۵/۴

3۔ کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ، عبدالرحمن الجزیری، ص: ۶/۴

عورت ہو گی اس کا خاوند مالک نہیں ہو گا۔[1]

فقہائے جعفریہ:

مقتضى كلام اهل اللغة ان استعمال لفظ النكاح فى الوط ء اغلب ،قال فى الصحاح : النكاح الوط وقد يقال العقد ،والشائع شرعا هو الثانى ، حتى صرح بعضهم بان النكاح حقيقة فى العقد مجاز فى الوطء[2]۔

ترجمہ: اہل لغت کے کلام کا تقضی یہ ہے کہ لفظ نکاح وطی میں زیادہ استعمال ہوتا ہے صحاح میں فرمایا نکاح وطی اور عقد دونوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن شرعا عقد میں استعمال ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض نے کہا ہے کہ نکاح عقد میں حقیقت وطی میں مجاز۔

"عقد نکاح، ھمچون سایر عقود لازم، باید مشتمل بر ایجاب و قبول لفظی باشد۔ایجاب عقد نکاح عبارت است از: زوجتک ومتعتک یا غیر این الفاظ ایجاب واقع نمی شود"[3]

ترجمہ: عقد بھی باقی تمام عقود کی طرح ایجاب اور قبول پر مشتمل ہونا چاہیے۔ عقد کا ایجاب یہ ہے کہ: زوجتک یا ان جیسے دیگر الفاظ کا استعمال کریں۔

اہل لغت کے کلام کا تقضی یہ ہے کہ لفظ نکاح کا وطی میں استعمال اغلب ہے کتاب صحاح میں کہا ہے نکاح وطی ہے اور کبھی اس کو عقد بھی کہا جاتا ہے لیکن شرع میں یہ عقد کے لئے نکاح بولا جاتا ہے بلکہ بعض نے تو کہا ہے کہ نکاح عقد میں حقیقت ہے اور وطی میں مجاز ہے۔

1۔ایضا، ص: ۴/۷

2۔جامع المقاصد فی شرح القواعد، علی بن الحسین الکرکی المتوفی ۹۴۰ھ، موسسۃ اھل البیت علیہ السلام الاحیاء التراث، بیروت، ص: ۱۲۰/۲

3۔المباحث الفقیۃ فی شرح الروضۃ البھیۃ، سید جواد ذھنی تہرانی، انتشارات کتاب فروشی وجدانی قم گذرخان، ایران، ص: ۱۴۰/۲

مبحث دوم

نکاح کی ضرورت واہمیت

اسلام نے نکاح کی اھمیت وضرورت پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔اسلام کا تصور نکاح نہایت ہی متوازن، بے مثال اور معتدل ہے۔اللہ تعالی نے انسان کے اندر خواہشات رکھی ہے اس فطری خواہش کو پورا کرنے کے لئے اللہ نے نکاح کا طریقہ بتایا تاکہ نسل نوع باقی رہ سکے۔پس اسلام میں نکاح کا مقصد نسل نوع کی بقا ہے جس کے لئے اللہ نے انسان کے اندر اس شہوانی خواہش کو فطرت میں رکھا اور نکاح کو اس کا بہترین وسیلہ قرار دیا۔ نکاح انسان کی فطری ضرورت ہے کیونکہ فطری طور پر انسان میں جذبہ شہوت موجود ہے اور نکاح اسکی تکمیل کا حلال ذریعہ ہے نکاح انسانی ضرورت ہے اس لئے تمام انسان اس کی طرف راغب ہیں چاہے وہ مسلمان ہوں یا کافر دونوں نکاح کرتے ہیں، بغیر نکاح کے مرد وعورت کا ملنا دونوں میں معیوب ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں نکاح کی حیثیت "عبادت" کی ہے اور کفار کے ہاں اس کی حیثیت "عیاشی" کی ہے۔کافر چونکہ نکاح کو عیاشی سمجھتا ہے اس لیے وہ اسبابِ عیش وعشرت اختیار کرتا ہے۔ مسلمان کے ہاں نکاح چونکہ عبادت ہے اس لیے وہ اسبابِ عبادت اختیار کرتا ہے۔

نکاح انسان کی خاندانی ضرورت بھی ہے کیونکہ خاندان افراد سے ہی بنتے ہیں اور افزائش نسل اس کی بقا کے لئے ضروری اسلام نے نکاح کو عبادت وبندگی کے شرف سے نوازا ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا ہے۔

ارشاد نبوی ہے:''النکاح من سنّتی''نکاح کرنا میری سنت ہے۔[1]

آنحضرت ﷺ نے نکاح کو آدھا ایمان بھی قرار دیا ہے

((اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ اِسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّيْنِ فَلْيَتَّقِ فِيْ النِّصْفِ الْبَاقِيْ)) [2]

ترجمہ: جو کوئی نکاح کرتا ہے تو وہ آدھا ایمان مکمل کرلیتا ہے اور باقی آدھے دین میں اللہ سے ڈرتا رہے۔

1۔ صحیح البخاری،ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہم بن المغیرۃ البخاری،دارالسلام للنشر والتوایع،الریاض،کتاب النکاح،باب الترغیب فی النکاح،حدیث:۵۲۱۹،ص:۴۵۱/۳

2۔الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف،عبدالعظیم بن عبد القوي المنذري أبو محمد، دار الکتب العلمیۃ– بیروت الطبعۃ الأولی، 1417، تحقیق: إبراھیم شمس الدین،باب نکاح وما یتعلق به ،حدیث۲۹۵۰،ص:۲۹/۳

نکاح انبیاء کرام کی بھی سنت ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے

﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً ﴾ [1]

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے پہلے بھی رسولوں کو بھیجا اور ان کے واسطے ہمسر اور ذریت بھی قرار دیا۔

اس ارشاد ربانی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام بھی صاحبِ اہل وعیال رہے ہیں۔ارشاد نبوی اس طرح ہے حضرت ابوایوب انصاری فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

رسولوں کی چار سنتیں ہیں:

(۱) شرم وحیا کا خیال

(۲) مسواک کا اہتمام

(۳) عطر کا استعمال

(۴) نکاح کا التزام [2]

اللہ رب العزت نے جائز طریقے سے انسانی نسل کے جاری رہنے کے لیے نکاح کا عمل عطاء فرمایا ہے۔ نکاح وہ واحد ذریعہ ہے جس سے انسانی نسل کا سلسلہ جائز طریقے سے چلتا ہے۔اس کے بغیر نسلِ انسانی کا جائز تسلسل ممکن نہیں۔

اسی لئے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ﴾ [3]

ترجمہ: اے لوگو! تم لوگ اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔

وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا: [4]یعنی جوڑا بھی اسی نفس سے پیدا کیا، کسی اور نوع یا جنس سے نہیں۔ مِنْهَا کی ضمیر نَّفْسٍ کی طرف جاتی ہے۔ مقصود وہی نفس واحدہ ہے، جس سے تمام انسان پیدا ہوئے ہیں۔ جبکہ دوسری جگہ فرمایا:

1۔ سورۃ الرعد ۳۸

2 سنن الترمذي، محمد بن عيسى الترمذي، باب ماجاء في فضل التزويج اولحث عليه، ص: ۳۸۲/۲

3۔ سورۃ النساء ۱

4۔ سورۃ النساء ۱۰

﴿وَٱللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ أَزۡوَٰجٗا وَجَعَلَ﴾ [1]

ترجمہ: اور اللہ نے تمہارے لیے تمہارے نفس ہی میں سے عورتیں پیدا کیں۔

لہٰذا اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت حوا حضرت آدم □ سے پیدا ہوئی ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت حوا کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔

قرآن نے عورت اور مرد کو اصل واحد کے ساتھ مربوط کر کے عورت کو اس کے فطری اور طبیعی حقوق دیئے اور اس طرح درج ذیل مقاصد واضح کئے۔

الف: قدیم جاہلیت کے اس فرسودہ تصور کو رد کر دیا جس کے تحت عورت سے اس کی انسانیت سلب کی گئی تھی اور اسے نجس اور شر محض قرار دیا گیا تھا۔

ب: جدید جاہلیت کے اس ناپاک تصور کو بھی مسترد فرمادیا جس کے تحت عورت سے اس کی نسوانیت سلب کر کے اسے مردوں کی شبیہ قرار دیا گیا ہے۔

ج: قرآن عورت سے نہ تو اس کی انسانیت سلب کرتا ہے اور نہ ہی نسوانیت بلکہ اسے مرد کا زوج قرار دیتا ہے، کیو نکہ انسان ہونے کے لحاظ سے یہ دونوں برابر ہیں، لیکن زوجین ہونے کے ناطے دونوں کے اپنے اپنے تقاضے ہیں۔

﴿وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالٗا كَثِيرٗا وَنِسَآءٗ﴾ [2]

ترجمہ: اور پھیلا دیئے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتوں کو۔

انسانی نسل کو متعدد خاندانوں کے ذریعے نہیں پھیلایا، بلکہ آدم علیہ السلام و حوا پر مشتمل ایک ہی خاندان سے افزائش نسل ہوئی۔ اسی لیے تمام انسانوں کے فطری اور طبعی تقاضے ایک جیسے ہیں۔ بنا بر ایں نظام حیات اور قانون زندگی بھی ایک ہی ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ حضرت آدم علیہ السلام و حوا سے نسل انسانی کس طرح پھیلی؟ تو اس کی وضاحت قرآن میں نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے لیے اس تفصیل کا سمجھنا ضروری اور مفید ہے۔ [3]

اس آیت کے ذیل میں مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

1۔ سورۃ نحل، ۷۲

2۔ سورۃ النساء، 1

3۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، سورۃ النسا، آیت ۱۰

"تمام افراد انسانی کو ایک باپ کی اولاد بتلا کر ان میں محبت اور باہمی ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات بیدار کیا گیا، تاکہ اہل قرابت ویتیموں اور زوجین کے درمیان باہمی حقوق کی ادائیگی دل سے ہو سکے۔"[1]

ارشادربانی ہے

﴿هُوَ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٖ وَٰحِدَةٖ وَجَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا لِيَسۡكُنَ إِلَيۡهَا﴾[2]

ترجمہ: اور اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے سکون حاصل ہو۔

مذکورہ آیت کی رو سے عورت کی اہمیت نہایت واضح ہو جاتی ہے۔ کہ جس میں عورت کو باعث سکون و اطمنان کہا گیا۔ جس طرح اللہ تعالی نے قران مجید میں رات اور ذکر الہی کو باعث تسکین فرمایا ہے اسی طرح عورت کو بھی سکون کا ایک عظیم سبب قرار دیا ہے۔ پس قرآن کی رو سے جو سکون کے طلب گار ہے اسے چاہئے کہ وہ نکاح کرے اس کی زندگی سنور جاے گی۔ آج کے معاشرے میں اکثر لوگوں کی بے سکونی کی وجہ یہی ہے کہ وہ اللہ کے سکون کردہ چیزوں کو چھوڑ کر سکون تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو نتیجے میں مزید بے سکونی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ جس کے پاس رات، ذکر الہی اور شرعی بیوی تینوں موجود ہوں اس کی رات غیر معمولی سکون والی ہو گی۔
شیخ محسن علی نجفی صاحب لکھتے ہیں

"مادی، جسمانی، دماغی اور روحانی ہر لحاظ سے شریک زندگی وسیلہ راحت و سکون ہے کیونکہ لِيَسۡكُنَ إِلَيۡهَا کی تعبیر مطلق ہے۔"[3]

اس آیت کے ذیل میں مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

"اللہ تعالی نے تمہاری جنس سے تمہاری بیویاں پیدا کیں اور پھر تمہاری بیویوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا کئے تاکہ تمہاری نوع اور نسل باقی رہے تمہاری راحت اور آرام کے لئے بیبیاں پیدا کیں اور خدمت کے لئے اولاد دی کہ تمہاری خدمت کرے اور تمہارے بعد تمہاری نسل باقی

1۔ معارف قرآن، مفتی محمد شفیع، ج ۲، سورۃ النساء، ص ۲۷۹، آیت ۴

2۔ سورہ اعراف ۱۸۹

3۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، ج، سورۃ الاعراف، ص، آیت ۱۸۹

رہے"۔[1]

بیویاں صرف نسل انسانی کے جاری رکھنے کے لئے نہیں ہے بلکہ اس سے انسان کو سکون بھی حاصل ہوتا ہے جس طرح مفتی صاحب نے فرمایا ہے کہ آرام وسکون کے ذریعہ بھی بیویاں ہیں اور خدمت کے لئے بھی۔۔۔اسی طرح اس آیت کے ذیل میں شیخ محسن علی نجفی صاحب لکھتے ہیں:

"اللہ تمہیں ازواج اور اولاد جیسی نعمتیں عطا فرماتا ہے پاکیزہ رزق کی فراوانی کرتا ہے اور پھر بھی تم ایسی چیزوں پر ایمان رکھتے ہو جو باطل ہیں جن کی کوئی حقیقیت نہیں ہے ایسے لوگوں سے اولاد مانگتے، حاجات کی برآوری اور مریضوں کی شفا چاہتے ہو جو بےبنیاد ہیں اور بے حقیقت اور اوہام کے سوا کچھ نہیں ہیں اور جس کے ہاتھ میں یہ سب کچھ ہے اس کے دروازے پر تم دستک نہیں دیتے"۔[2]

اہم نکتہ!

غیر اللہ اور بلا جواز دروازوں پر دستک دینا کفران نعمت اور ایمان باطل ہے۔

اس کے علاوہ بھی قرآن کریم کی بہت ساری آیات ہیں کہ جن سے نکاح کی اہمیت وضرورت واضح ہو جاتی ہے۔

سورہ بقرہ آیت ۲۳۵ کے ذیل میں شیخ محسن علی نجفی صاحب لکھتے ہیں:

"فطری تقاضوں اور خواہشات کی تکمیل کے لئے جائز، معقول اور مہذب طریقہ اپنانا چاہیئے "لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا"[3] فطری ضرورت توکسی بھی صورت میں پوری کرنی ہوتی ہے تو اس صورت میں سب سے اہم اور اچھی بات یہ ہوتی ہے کہ اس کو جائز طریقے سے انجام دیا جائے جس سے انسان نہ صرف گناہ سے بچ جاتا ہے بلکہ ثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔اور نکاح کے انجام دینے کے لئے گھروں میں خیر وبرکت ہوتی ہے اور نکاح سے معاشی تنگ دستی بھی دور ہو جاتی ہے"۔[4]

1۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، سورۃ اعراف ۱۸۹

2۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی، سورۃ اعراف ۱۸۹

3۔ سورۃ البقرہ ۲۳۵

4۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، سورۃ البقرہ ۲۳۵

اس کے علاوہ نکاح کے بہت سارے فوائد و ثمرات ہیں اور اسلام نے ہر قدم پر انسان کی رہنمائی کے لئے اسباب مہیا کئے ہیں۔ اسلام میں نکاح اور شادی کا تصور اپنے اندر طہارت اور پاکیزگی سموئے ہوئے ہے اس لئے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ نکاح کرو تاکہ نکاح سے طہارت اور پاکیزگی حاصل ہو جائے اور فقر و تنگ دستی سے نہ ڈرو اگر فقیر اور محتاج ہو تو اللہ اپنے فضل سے غنی بنادے گا اگر طہارت اور نزاہت کی نیت سے نکاح کرو گے تو اللہ تعالیٰ تنگ دستی کو ختم کردے گا اور تنگ دستی فراخی سے بدل دے گا وہ ذات ہر چیز پر قادر ہے اس کا صرف ارادہ کافی ہے ہر چیز کے وجود میں آنے کے لئے پس جو شخص عفت اور پاکدامنی حاصل کرنے کی نیت سے نکاح کرے گا تو اس کو اپنے وعدے کے مطابق دنیا جہاں سے بے نیاز کردے گا۔ اس سلسلہ میں قرآن کریم میں اللہ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَأَنكِحُواْ ٱلۡأَيَٰمَىٰ مِنكُمۡ وَٱلصَّٰلِحِينَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَإِمَآئِكُمۡۚ إِن يَكُونُواْ فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٞ ﴾[1]

ترجمہ: اور جو تم میں غیر شادی شدہ ہوں اور جو تمہارے غلام اور لونڈیاں نیک ہوں سب کے نکاح کرادو، اگر وہ مفلس ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کردے گا، اور اللہ بہت زیادہ وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس مطلب کی طرف اشارہ ہے کہ نکاح سے خیر و برکت حاصل ہوتی ہے اور معاشی تنگ دستی دور ہوتی ہے۔ ساتھ ہی نکاح کرنے کا حکم ہے اولیائے نکاح کو کہ وہ اپنے زیر ولایت افراد کا نکاح کریں۔

تو یہ والدین میں سے ماں باپ اور اجداد جس میں دادا شامل ہیں ان سب کو یہ حکم ہے کہ اپنے بیٹے اور بیٹیوں کا نکاح کروان کی شادی کرو۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف یہ دونوں حکم انجام دے یہ ایک امر مستحبی ہے کوئی بھی انجام دے سکتا ہے۔ آیہ کریمہ کے ذیل میں نجفی صاحب فرماتے ہیں:

"اگر نادار ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کردے گا یہ اللہ پر توکل اور غیبی امداد پر ایمان سے متعلق ہے کہ جیسے خرچ بڑھتا ہے ویسے ویسے آمدنی بڑھ جاتی ہے گھر میں مہمان زیادہ آتے ہیں گھر زیادہ آباد ہوتا ہے۔"

اس کے علاوہ حدیث پاک میں آیا ہے:

((من ترک التزویج مضافة العللة فقد اسا باللہ ظن))[2]

ترجمہ: جو تنگ دستی کو خوف سے شادی نہ کرے اس نے اللہ کے ساتھ بدگمانی کی ہے۔

1۔ سورۃ نور ۳۲

2۔ المعجم الکبیر، سلیمان بن أحمد بن أیوب، الطبرانی، مکتبہ ابن تیمیہ، القاهرة، الطبعہ الثانیہ، حدیث: 9652، ص: 333/9

جس شخص کو اس ذات واحد پر یقین ہو گا تو وہ توکل کرے گے اور زندگی کی راہ طے کرے گا اور جس کا مادی اشیاء پر یقین ہو وہ بھروسہ نہیں کرے گا اور ان مادی اسباب کے مہیا ہونے کا انتظار کرے گا۔ سیرت اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کو دیکھتے ہیں کہ وہ چندہ کر کے شادی کرتے تھے۔ صحابہ کرام میں ایسے بہت سارے واقعات ہیں مثلاً: جناب حضرت ربیعہ بن کعب خادم رسول خداؐ کی شادی چندہ کر کے انجام دی گئی، اور اس طرح حضرت سہل بن سعد ساعدی نے بھی چندہ کر کے شادی کی۔

نکاح کی ضرورت واہمیت حدیث کی روشنی میں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں روایت نقل کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ؛ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)).[1]

ترجمہ: اے نوجوانوں کے گروہ تم میں سے جو گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرلے کیونکہ نکاح نظر کو زیادہ نیچے رکھتا ہے اور شرم گاہ کی زیادہ حفاظت کرتا ہے اور تم میں سے جو نکاح کی طاقت نہیں رکھتا ہے وہ روزہ رکھے کیونکہ روزے اس کی شہوت کو کم کریں گے۔

صحیح بخاری میں ہی آیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ : لِمَالِهَا ، وَلِحَسَبِهَا ، وَجَمَالِهَا ، وَلِدِينِهَا ، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ))۔[2]

ترجمہ: کسی عورت سے چار سبب کی وجہ سے نکاح کیا جاسکتا ہے اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب کی وجہ سے، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے، اور اس کی دینداری کی وجہ سے۔ تم اس کو اس کی دینداری کی وجہ سے طلب کرو، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

سنن نسائی میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

((حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دنياكُمُ النّساءُ والطيبُ وجُعِلَتْ قرةُ عيني في الصّلاةِ))[3]

ترجمہ: دنیا کی یہ چیزیں میرے نزدیک محبوب ہیں۔ عورتیں، خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں

1۔ صحیح البخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ الجعفی، کتاب الصوم، باب من لم یستطع الباء فلیصم، رقم الحدیث: ۵۰۶۶، ص: ۳/۷

2۔ ایضا، کتاب الصوم، باب من لم یستطع الباء فلیصم، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۲ھ

3۔ السنن الصغری، النسائی، ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی، کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء: رقم الحدیث

رکھی گئی ہے۔

سنن ابی داود میں ہے۔ نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا:

((إِنِّي أَصَبْتُ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ، وَمَنْصِبٍ، وَجَمَالٍ إِلَّا أَنَّهَا لَا تَلِدُ، أَتَزَوَّجُهَا، فَنَهَاهُ عَنْهَا، ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ، فَنَهَاهُ، فَقَالَ: «تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ، فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمْ))[1]

ترجمہ: حضرت معقل بیسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس ایک بندہ آیا اور اس نے کہا کہ مجھے ایک خوبصورت عورت ملی ہے لیکن وہ بانجھ ہے کیا میں اس کے ساتھ نکاح کرلوں؟ آپ نے فرمایا نہیں ۔پھر وہ دوسرے دفعہ آیا تو بھی آپ نے منع فرمایا پھر اس نے تیسری بار پوچھا آپ نے فرمایا محبت کرنے والی اور بچہ پیدا کرنے والی عورت سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے امتوں پر فضیلت حاصل کروں گا۔

سنن ابن ماجہ میں ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللَّهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ ، إِنْ أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ ، وَإِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ ، وَإِنْ أَقْسَمَ عَلَيْهَا أَبَرَّتْهُ ، وَإِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِي نَفْسِهَا ، وَمَالِهِ)) "

ترجمہ: اللہ عزوجل کے تقوی کے بعد مومن کی سب سے بڑی خیر یہ ہے کہ اس کی ایسی نیک بیوی ہو کہ اگر وہ اس کو کوئی حکم کرے تو اطاعت کرے اگر تو وہ اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کرے اور اگر اس کے اوپر کوئی قسم کھائے تو وہ اس کو پوار کرے اور وہ اگر کہیں چلا جائے تو اپنی ذات اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔

جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فریافرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثٌ كُلُّهُمْ حَقٌّ عَلَى اللَّهِ عَوْنُهُ: الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَالنَّاكِحُ الْمُسْتَعْفِفُ، وَالْمُكَاتَبُ يُرِيدُ الْأَدَاءَ)) [2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ازراہ کرم تین اشخاص کی مدد اپنے ذمہ لے لی ہے، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ وہ مکاتب جو اپنا بدل کتابت ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو اور جو شخص پاک دامن رہنے کی نیت سے نکاح کرے۔

معجم کبیر میں آیا ہے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

:۳۹۳۹، ص: ۶۱/۷

1۔ سنن ابی داود، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو، الازدی، کتاب ا لنکاح، باب النھی عن تزویج من لم یلد من النساء: رقم الحدث: ۲۰۵۰، ص: ۲۲۰/۲، دیگر شواہد: سنن نسائی رقم الحدیث ۳۲۲۷

2۔ سنن الترمذی، الترمذی، ابوعیسی، محمد بن عیسی، باب ماجاء فی المجاھد واللنلکح والمکاتب وعون اللہ آیاہم: رقم الحدیث ۱۶۵۵، ج ۳،

((مَنْ كَانَ مُوسِرًا لأَنْ يَنْكِحَ ثُمَّ لَمْ يَنْكِحْ فَلَيْسَ مِنِّي))[1]

ترجمہ: جو شخص خوش حال ہو اور نکاح کی طاقت رکھتا ہو پھر بھی نکاح نہ کرے وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

اب تک چند مختصر احادیث کے ساتھ نکاح کی فضیلت کو و بیان کیا گیا ہے ان احادیث کا اصل مطلب یہ بیان کرنا ہے کہ نکاح کس عورت کے ساتھ کرنا چاہے فرمایا نکاح اس عورت کے ساتھ کرئے جو نیک ہو اور زیادہ بچے پیدا کرنے کی صلاحیت ہو مطلب یہ ہوا کہ اولاد صالحہ کے حصول کے لئے نکاح ہو اور دوسرا اہم مقصد یہ ہے کہ اس نکاح سے دونوں کا ایمان محفوظ ہو جائے لہذا اگر نکاح نہ کرنے کی وجہ سے گناہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہو تو اس صورت میں نکاح کرنا واجب ہے لیکن گناہ کا خوف نہ تو اس صورت میں نکاح کرنا مستحب ہے کیونکہ یہ تمام انبیاء علیہ السلام کی سنت اور عمل ہے۔

1۔ المعجم الکبیر الطبرانی، ابو قاسم سلیمان بن احمد اللخمی، الشامی، باب من یکنی ابا نجیح غیر منسوب ولیس ھو عمرو بن عبسہ: رقم الحدیث: ۱۰۸۰، ص: ۳۸۳/۳

مبحث سوم

نکاح کے ارکان

اسلام میں نکاح کے تین ارکان ہیں:

1. میاں بیوی کی موجودگی جن میں کوئی شرعی موانع نہ پایا جاتا ہو، مثلاً نسب رضاعت وغیرہ کے زریعے محرم نہ ہوں مسلمان عورت اور مرد کافر نہ ہوں۔
2. ایجاب ولی کی طرف سے یا قائم مقام ولی کی طرف سے ادا کیا جائے۔
3. حصول قبولیت۔ قبولیت کے الفاظ شوہر یا اس کے ولی کے طرف سے ادا ہو۔

لفظ ایجاب کی تعریف یوں بیان ہوئی ہے

:الایجاب فی الشرع الفظ العام من احد المتعاقدین اولا انما ومی به لانه یوجب الجواب علی المخاطب امام بنفسهم اور بدا ایجابا عرفیا"۔[1]

ترجمہ: ایجاب شریعت میں اس عام لفظ کو کہا جاتا ہے جو معاملہ انجام دینے والوں میں سے ایک ادا کرتا ہے اس کو ایجاب اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مخاطب کے سامنے جواب دینے کا سبب بنتا ہے۔

نکاح کے انعقاد کے لئے ایجاب و قبول کے صیغے ماضی میں ادا کئے جاتے ہیں۔ اگر دونوں میں سے ایک ماضی دوسرا مستقبل ہو تو بھی درست ہے مثلاً، زوجتی زوجتک۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نکاح تزویج کے ذریعے واقع ہوتا ہے کیونکہ لفظ تملیک سے اس میں نہ حقیقت استعمال ہوا ہے نہ مجازا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

لان التزویج للتلفیق؛ تزویج تلفیق کے لئے ہوتا تلفیق کا مطلب ایک کپڑے کے ایک سرے کو دوسرے سرے سے ملا کر ان دونوں کو ایک کرنا ہے نکاح ضم کرنے کے لئے آتا ہے۔[2] اور مالک اور مملوک میں کوئی ضم اور ازدواج نہیں ہوتا ہے۔ ایجاب و قبول کا صیغہ جاری کرنا ضروری ہے لیکن کوئی فعل انجام دے تو اس سے نکاح واقع نہیں ہوتا

1۔ الھدایہ شرح بدایۃ المبتدی، امام برھان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر مرعینانی، مکتبہ البشری کراچی، الطبعۃ الاولی، ۲۰۰۷، کتاب نکاح، ص: ۵۹۳/۳

2۔ الھدایہ شرح بدایۃ المبتدی، امام برھان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر مرعینانی، کتاب نکاح، ص: ۵/۳

ہے مثلامھر کا قبض دے تو نکاح واقع نہیں ہوتا ہے۔اور حاضر بندہ کتابت کرے تو اس سے بھی واقع نہیں ہوتا ہے لیکن غائب بندہ کتابت کرے تو اس کے لئے شرط ہے کہ وہ گواہ سامنے رکھ کے لکھے اور اقرار کرنے سے بھی نکاح واقع نہیں ہوتی مثلا یہ کہے کہ ھی امراۃ یہ تمہاری بیوی ہے صرف اقرار سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی بلکہ اظہار بھی ضروری ہے۔اور ساتھ ہی یہ گی ضروری ہے کہ ایجاب کا صیغہ جاری کریں اس کے بعد قبول کرے لیکن اگر اس کے بر عکس انجام دیا تو اس صورت میں نکاح درست نہیں ہوگا۔[1] لفظ متعہ کے زریعے بھی منعقد نہیں ہوتا ہے مثلا زوج سے "المتع بک بکذا" اور لڑکی راضی ہو جائے اور اس کے بعد زوج یوں جواب دے: نعم تو اس سے نکاح درست نہیں ہے کیونکہ اس لفظ متعہ کے زریعے تملیک واضح نہیں ہوتا ہے اور متعہ منسوخ ہوا ہے۔اور لفظ احلال التحلیل والا باحہ کے زریعے بھی منعقد نہیں ہوتا ہے کیونکہ جب ان کے زریعے صیغہ جاری کرے تو یہ تملیک کا تقاضا نہیں کرتا۔اور اگر دونوں معاقدین میں سے ایک وکیل ہو یا ولی ہو تو بھی دونوں لفظ ایجاب اور قبول کا جاری کرنا ضروری ہے لیکن اگر ایک ہی شخص دونوں طرف سے ولی ہو یا وکیل ہو تو اس صورت میں ایک ہی کلام کافی ہے مثلا یوں کہے کہ زوجت فلانتین من فلان بکذا پس اسی سے عقد منعقد ہو جاتا ہے اس وقت یہ کہے کہ قبلت عن فلان یہ کہنے کی ضرورت نہیں ۃے کیونکہ اس کا کلام دونوں کے قائم مقام ہوگی۔[2] ایجاب اور قبول کرنے کئے لئے جو صیغہ استعمال کرتا ہے اس میں ضروری نہیں ہے کہ ان دونوں الفاظ کے معنی کو بھی جانے، شاہد کے لئے بھی شرائط موجود ہیں دونوں بالغ اور عاقل ہوں دونوں مکلف ہوں اور دونوں آزاد ہوں اور اگر شاہد فاسق ہو تو بھی عقد واقع ہوتا ہے اگر میاں بیوی نکاح کے وقت جدا ہو جائیں لیکن ان دونوں یا ان میں سے ایک کا بیٹا موجود ہو تو اس صورت میں عقد بالکل صحیح ہوگا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔اگر موکل اور وکیل کے ساتھ موجود ہو تو اس صورت میں وکیل کو شاہد قرار دے۔[3]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تین چیزیں ایسی ہے جس کا قصد کرنا بھی قصد ہے اور انہیں مذاق میں بھی منہ سے نکالنا بھی قصد ہے: نکاح اور طلاق۔"[4]

1۔الدر المختار، محمد بن علی بن عبد الرحمن الحنفی، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، باب الصریح، ص ۱۷۸

2۔ تحفۃ الفقہاء، للعلاء الدین السمرقندی، کرار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۵، ص: ۱۲۰/۱

3۔ مختصر الوقایہ، امام علامہ عبد اللہ بن مسعود، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، باب النکاح، ص: ۳۴۶/۱

4۔ سنن ابن ماجہ، أبو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، ت: محمد فؤاد عبد الباقي، دار إحياء الكتب العربية، باب طلاق سنہ، ص: ۶۵۱/۱

نکاح ایجاب قبول کے زریعے منعقد ہوتا ہے ایجاب و قبول ماضی کے ساتھ ہونا ضروری ہے یعنی اس لفظ کا استعمال کیا جائے جس سے یہ بات سمجھی جائے کہ نکاح ہو چکا ہے۔

رکن نکاح ایجاب و قبول ہے اور یہ الفاظ مخصوصہ کے زریعے ادا ہو جاتے ہیں، یا قائم مقام ان الفاظ کے زریعے ادا ہوتے ہیں، اس مبحث میں چہار موقع پر بات ہو گی :۔

ا۔ان الفاظ کے بارے میں جن سے نکاح واقع ہوتا ہے۔

۲۔وہ الفاظ جن کے زریعے نکاح ادا کرنے سے ان لفظ متعہ کے بارے میں بحث ہو گی۔

۳۔کیا نکاح عقد واحد سے منعقد ہوتا ہے یا دونوں کا ہونا ضروری ہے؟

4۔ایجاب اور قبول کی صفت کے بارے میں۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نکاح بلفظ نکاح التزویج کے ذریعے واقع ہوتا ہے، البتہ اختلاف اس میں ہے کہ لفظ بیع، ھبہ صیغہ تملیک کے زریعے واقع ہوتا ہے کہ نہیں ؟اس بارے میں اصحاب کرام کا ایک گروہ فرماتا ہے کہ نکاح واقع ہوتا ہے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرماتے ہیں: نکاح صرف نکاح اور تزویج سے واقع ہوتا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اکرم ﷺ کی اس حدیث کے ذریعے استدلال فرماتے ہیں:

((اتَّقُوا اللهَ فِي النِّسَاءِ، فَإِنَّهُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُمْ، اتَّخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانَةِ اللهِ، وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللهِ))[1] -

ترجمہ: عورتوں سے متعلق اللہ سے ڈرو یہ اللہ کی طرف سے تمہارے لئے مددگار اور اللہ کی امانت ہے اور اللہ نے ان کے فروج کو کلمت اللہ کے ذریعے تمہارے لئے حلال کیا ہے۔

جس لفظ کے زریعے فروج کو حلال قرار دی ہے وہ قرآن میں نکاح اور تزویج ہے کیونکہ حکم اصلی نکاح کے لئے ازدواج ہے ملک اس کے وسیلہ سے ثابت ہے پس اسی لفظ پہ انحصار کرنا واجب ہے جو ازدواج پر دلالت کرتے ہیں اور وہ لفظ نکاح و تزویج ہیں نہ کہ غیر۔اور رسول خدا ﷺ نے جو لفظ ھبۃ کے زریعے نکاح کیا اس میں ایک عورت کے ساتھ تو یہ صورت رسول خدا ﷺ کے ساتھ خاص تھی امتی اس میں شامل نہیں ہیں۔

فقہاء کا نظریہ:

نکاح کے ارکان کے حوالہ سے فقہا کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے مختصر بیان خدمت ہے۔

احناف کے نزدیک نکاح کے ارکان:

1۔سورۃ نور ۳۲

احناف کے نزدیک دیگر معاملات کی طرح ایک ہی شرط ہے وہ یہ ہے کہ صیغہ کا ہونا ضروری ہے صیغہ سے مرا ایجاب و قبول ہے ایجاب سے مراد وہ جملہ ہے جو لڑکی یا ولی یا قائم مقام کی طرف سے ادا کیا جاتے ہیں مثلاً عورت خود کو ایک معین مہر کے بدلے میں مرد کے نکاح میں دے دیتی ہے پس مہر معین کرنے کے بعد پہلے عورت کہے "زَوَّجتُکَ نَفسِی علی الصِّدَاقِ المَعلُومِ" یعنی میں نے اس مہر پر جو معین ہو چکا ہے اپنے آپ کو تمہاری بیوی بنایا اور اس کے ایک لمحہ بعد مرد کہے "قَبِلتُ التَّزوِیجَ" یعنی میں نے ازدواج کو قبول کیا تو نکاح صحیح ہے بعد والا جملہ جو مرد نے ادا کیا ہے وہ قبول ہے

ایک بات کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ صیغہ ایجاب اور قبول دونوں میں صیغہ ماضی کا ہونا ضروی ہے اور اگر صیغہ ایجاب ایک مجلس میں واقع ہوا ہے تو صیغہ قبول بھی اسی مجلس میں جاری ہونا ضروی ہے ورنہ صیغہ ایجاب باطل ہوگا[1]

شرائط رکن کی چند اقسام:۔

1۔ بعض شرط انعقاد ہیں

2۔ بعض شرط جواز اور نفاذ ہیں

3۔ بعض شرط لزوم ہیں

قسم اول:

اس کے بھی دو اقسام ہیں: ایک قسم عاقد کے حوالے سے ہے اس میں شرط ہے کہ بالغ، عاقل ہو پاگل نہ ہو اور بچہ کا عقد درست نہیں ہے۔ایک شرط مجلس کے حوالے سے ہے پس دونوں کا ایک ہی مجلس میں موجود ہونا ضروری ہے لہذا اگر سفر وغیرہ میں ادا کرے تو یہ درست نہیں ہے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضرروری نہیں ہے۔

قسم ثانی:

شرط جواز اور نفاذ اس کی بھی دو اقسام ہیں

1. دونوں عاقل اور بالغ ہوں اگرچہ اصل اصحاب کے مطابق بالغ نہ ہو تب بھی عقد درست ہے اگر اس کا ولی اجازت دے تو۔ولی کی اجازت کے بغیر عقد نہیں ہوگا کیونکہ بچہ اپنی مصلحت کو نہیں سمجھ سکتا ہے لیکن بچہ جب بالغ ہو جائے تو اس وقت ولی کی ولایت ختم ہو جاتی ہے اور اس وقت صرف بچے کی اجازت ضروری

1۔اسلامی قانون ایک تعارف، ڈاکٹر شہزاد اقبال و دار ارقم، لاہور، ص،۲۴۴/۶۱

ہے۔

2. آزاد ہو پس غلام بالغ عاقل کا نکاح درست نہیں ہے مگر اس کا مولا اجازت دے تو غلام شادی کر سکتا ہے خواہ غلام جس قسم کا بھی ہو قول: **ايما عبد تزوج بغير اذن مولاه فهو عاهر**،[1]

مالکی فقہا کے نزدیک:

مالکی فقہا کے نزدیک نکاح کے پانچ ارکان ہے۔

ا۔صیغہ جاری کرنا:

صیغہ سے مراد ایجاب و قبول ہے اور اس میں وہی شرائط ہے جو اوپر بیان ہوئی ہیں۔

۲۔ولی کا ہونا ضروی ہے عورت کی طرف سے:

ولی سے مراد وہ ادمی ہے جو مجلس نکاح میں عورت کی طرف سے صیغہ نکاح جاری کرے ولی کے بغیر نکاح واقع نہیں ہو سکتا ہے ولی کا ہونا ضروری ہے اس پر بہت ذیادہ شواہد موجود ہے

حدیث میں آیا ہے۔

جو بھی عورت اپنا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر کرے اس کا نکاح باطل ہے۔[2]

۳۔مہر معین ہونا چاہے:

مہر بھی نکاح کے ارکان میں سے ایک رکن ہے جس کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا مگر اس کا نکاح کے وقت زکر کرنا ضروری نہیں ہے تاہم معین کرنا ضروری ہے

۴۔مرد کی موجودگی:

نکاح کا ایک خاص رکن دولہا کا ہونا ضروری ہے ورنہ نکاح ممکن نہیں ہے

۵۔عورت کی موجودگی:

دلہن بھی ایک رکن ہے جس سے وہ مرد نکاح کرے اس کے بغیر نکاح ممکن نہیں ہے اور عورت کے لئے تمام شرائط کا ہونا ضروری ہے جو نکاح کی راہ میں شرعی رکاوٹ نہ بن سکتی ہوں

شوافع فقہا کے نزدیک نکاح کے ارکان:

شافعی فقہا کے نزدیک بھی ارکان نکاح پانچ ہے

1۔المفردات فی غریب القرآن،ابوالقاسم حسن بن محمد المعروف علامہ راغب اصفہانی،دار القلم،الدار الشامیۃ-دمشق بیروت،

2۔سنن ترمذی،کتاب النکاح لانکاح الابولی،ج:۳،ص۴۰۷

1. صیغہ
2. مرد
3. عورت
4. ولی
5. گواہ

نکاح کے وقت دو گواہ کا ہو ناضروری ہے اس پر دلیل حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث مبارک ہے.

((لایجوز نکاح حتی یشهدا الشاهدان)) [1]

ترجمہ: یعنی دو گواہ کے بغیر نکاح جائز نہیں ہے،اور اگر دو گواہیوں کے بغیر نکاح انجام پائے تو اس صورت میں نکاح باطل ہو گا۔

فقہائے جعفریہ کے نزدیک نکاح کے ارکان:

1. میاں بیوی کی موجودگی جن میں کوئی شرعی موانع ناپایا جاتا ہو، مثلا نسب رضاعت وغیرہ کے ذریعے محرم نہ ہو مسلمان عورت اور مرد کافر ہو۔
2. ایجاب ولی کی طرف سے یا قائم مقام ولی کی طرف سے ادا کیا جائے۔
3. حصول قبولیت۔ قبولیت کے الفاظ شوہر یا اس کے ولی کے طرف سے ادا ہو۔[2]

1۔ سنن ترمذی، باب لانکاح الابیینہ، ج؛۳ص:۴۱۱

2۔ مختلف الشیعہ فی احکام الشریعہ، علامہ الحسن بن یوسف بن مطہر، موسسہ بوستان کتاب، قم، ص:۷/۴۰۰

فصل دوم

نکاح کے احکام

عقد نکاح کے ذریعے عورت مرد کے لئے حلال ہوتی ہے اور عقد کی دو قسمیں ہیں:

۱. عقد دائم

۲. عقد غیر دائم (مؤقت)

۱. عقد دائم:

یہ ہے کہ عقد کی مدت اس میں معیّن و مقرر نہ ہو بلکہ یہ نکاح پوری زندگی کے لئے ہو اور جس عورت سے اس قسم کا عقد ہوا ہو اس کو دائمہ کہتے ہیں۔

۲. عقد غیر دائم: یہ ہے کہ عقد کی مدت اس میں معیّن ہو اور جس عورت سے اس طرح عقد کریں اس کو متعہ یا صیغہ کہتے ہیں یہ نکاح فقہ جعفری کے ہاں درست ہے لیکن اہل سنت تمام فقہائے اس کو حرام سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہوا ہے۔ عقد میں چاہے وہ دائم ہو یا غیر دائم ہو صیغہ پڑھنا چاہے اور صرف عورت کا راضی ہونا کافی نہیں ہے، اور صیغہ عقد کو یا خود عورت اور مرد پڑھیں یا کسی دوسرے کو وکیل کریں کہ انکی طرف سے پڑھے۔

ایک شخص عقد دائم یا غیر دائم پڑھنے کے لئے دونوں افراد کی طرف سے وکیل ہو سکتا ہے نیز کوئی بھی انسان عورت کی طرف سے وکیل ہو سکتا ہے کہ اس سے اپنے لئے دائمی طور پر یا غیر دائمی طور پر عقد کرے لیکن احتیاط مستحب یہ ہے کہ عقد کو دو افراد پڑھیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مرد اور عورت ایک دوسرے کو چاہنے لگیں تو شادی کر لیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اللہ کی ذات اس پر راضی بھی ہے اور اس کو مستحب بھی قرار دیا ہے۔ جس طرح رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے:

((تَنَاكَحُوا تَكْثُرُوا فَإِنِّي أُبَاهِي بِكُمُ الْأُمَمَ حَتَّى بِالسَّقْطِ)) [1]

ترجمہ: نکاح کیا کرو اور اپنی نسلوں کو بڑھاو یقینا میں قیامت کے دن تمہاری کثرت کی وجہ سے

1۔ معرفة السنن والآثار، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخراساني، أبو بكر، ت: عبد المعطي أمين قلعجي, دار قتيبة بيروت، الطبعة: الأولى، 1991م، باب ترغيب ا لنكاح، حديث ۱۳۴۴۸، ص: ۱۶/۱۰

دوسری امتوں پر فخر ومباہات کروں گا۔

علما کے درمیان نکاح کے بارے میں اختلاف ہے اور اس میں اختلاف کے نتیجے بھی مختلف نکلتے ہیں۔ جمہور کا نظریہ نکاح مستحب ہے اور کچھ ظاہری نکاح کو واجب سمجھتے ہیں اگر وہ وطی کرنے پر قادر ہو اور بیوی بھی میسر ہو تو ابن حزم کے نزدیک نکاح فرض ہے لیکن اگر اس سے عاجز ہو تو اس صورت میں زیادہ سے زیادہ روزے رکھے۔[1]

جو حضرات نکاح کو واجب مانتے ہیں انہوں نے قرآن پاک سے استدلال کیا ہے "فا نکحو ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلاث و ربٰاع۔۔اس آیت کریمہ میں لفظ امر آیا ہے اور امر کا ظہور اولی وجوب ہے، لہذا اس میں امر سے مراد فرض ہے نکاح کرنا ضروری ہے پس نکاح واجب ہو گیا۔

نکاح کے وجوب پر سنت نبوی کے ذریعے استدلال:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ))[2]

ترجمہ: لہذا اللہ کے رسول، معتص کے نوجوان، آپ کے وقفے سے ہی اسے شادی کرنے دیں، وہ اندام نہانی کی گائے اور ہارس پاور کی طرف متوجہ ہوا۔

اس حدیث سے موجبین نے وجوب کا استفادہ کیا ہے جبکہ جمہور کا ماننا ہے کہ اس حدیث میں موجود امر کا ظہور استحباب میں ہے نہ کہ وجوب میں کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امر کو معلق کیا ہے استطاعت پر فانکحو ما طاب لکم واجب استطاعت پر موقوف نہیں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مثنیٰ و ثلاث اس کے واجب نہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے پس اس میں جو امر آیا ہے وہ مستحب کے لئے آیا ہے۔ اور ساتھ ملک یمین کے واجب نہ ہونے پر تمام کا اتفاق ہے، یعنی اس کے عدم وجوب پر اجماع ہے پس ایسی چیز جو واجب نہیں ہے اس کے اور اس چیز کے درمیان کو واجب ہے تخییر کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اس سے واجب واجب سے نکل جاتا ہے پس اس آیت میں جو امر آیا ہے اس سے مراد ندب ہے نہ کہ واجب اور جو حدیث پاک نقل ہوئی ہے اس میں فرمایا کہ اگر نکاح پر استطاعت نہیں رکھتے ہو تو اس صورت میں روزہ رکھو اور اس صورت میں جو روزہ رکھنے کے لئے کہہ رہا ہے وہ روزہ واجب نہیں ہے۔

1۔ بدائع الصانع فی ترتیب الشرائع، امام علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی، المتوفی ۵۷۸، تحقیق و تعلیق الشیخ علی محمد معقوض الشیخ عادل احمد عبد الموجود، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ص: ۳۰۹/۳

2۔ صحیح مسلم، أبو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیري النیسابوري، دار الجیل بیروت، باب استحباب ا لنکاح لمن ثاقت نفسہ الیہ، حدیث ۳۴۶۶، ص: ۱۲۸/۴

قال الشافعی : انه مباح کالبیع والشراء و اختلفا مصابنا فیه۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ مندوب و مستحب ہے یہ بعض اصحاب کرام کے نزدیک ہے بعض فرماتے ہیں : نکاح فرض کفائی ہے اگر بعض لوگ انجام دے تو باقی بعض سے اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے جس طرح نماز جنازہ اور جہاد میں بعض کے انجام دینے سے باقی سے ساقط ہوتا ہے۔ بعض نے کہاہے کہ یہ واجب ہے پھر کیفیت وجوب میں اختلاف ہوا ہے ، بعض نے اس کو وجوب کفائی قرار دیا ہے جس طرح سلام کا جواب دینا کفائی ہے بعض سے اس کو واجب عینی قرار دیاہے، لیکن یہ عملاہے اعتقادانہیں جس طرح صدقہ الفطر ہے۔

جن اصحاب نے تواتر نصوص سے استدلال واحتجاج کیا ہے

﴿وَأَنكِحُوا۟ ٱلْأَيَـٰمَىٰ مِنكُمْ وَٱلصَّـٰلِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَآئِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا۟ فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ ٱللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ﴾ [1]

ترجمہ : اور جو تم میں غیر شادی شدہ ہوں اور جو تمہارے غلام اور لونڈیاں نیک ہوں سب کے نکاح کرادو، اگر وہ مفلس ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا، اور اللہ بہت زیادہ وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

قول النبی ﷺ:

((:تناکحو تکثرو فانی اباهی بکم الامم یوم القیامة))[2]

ترجمہ : نکاح کیا کرو اور اپنی نسلوں کو بڑھاو یقینا میں قیامت کے دن تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر ومباہات کروں گا

ان میں امر مطلق آیاہے اور جہاں امر مطلق آئے اس وقت اس کا ظہور وجوب میں ہوتا ہے، مگر یہ کہ کوئی دلیل اس کے خلاف ہو کیونکہ زنا سے اجتناب کرنا واجب ہے اور زنا سے بچنے کا واحد زریعہ نکاح ہے۔اور جس کے زریعے واجب تک پہنچ جاتا ہے وہ بھی واجب ہے۔

1۔ سورۃالنور ۳۲

2۔ معرفة السنن والآثار ،أحمد بن الحسين بن علي بن موسى الخُسْرَوْجِردي الخراساني، أبو بكر البيهقي (المتوفى: **458**هـ)المحقق عبد المعطي أمين قلعجي,جامعة الدراسات الإسلامية (كراتشي – باكستان)، دار قتيبة (دمشق – بيروت)، دار الوعي (حلب – دمشق)، دار الوفاء (المنصورة – القاهرة)،الطبعة: الأولى، **1412**هـ **1991**م، باب ترغيب النكاح،حديث ۱۳۴۴۸ ،ص:۱۶/۱۰

امام شافعی کے آراء:

قولہ تعالیٰ:

﴿وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلنِّسَآءِ إِلَّا مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡۖ كِتَٰبَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡۚ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمۡ أَن تَبۡتَغُواْ بِأَمۡوَٰلِكُم مُّحۡصِنِينَ غَيۡرَ مُسَٰفِحِينَۚ فَمَا ٱسۡتَمۡتَعۡتُم بِهِۦ مِنۡهُنَّ فَـَٔاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةٗۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيمَا تَرَٰضَيۡتُم بِهِۦ مِنۢ بَعۡدِ ٱلۡفَرِيضَةِۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾[1]

ترجمہ: اور شوہر دار عورتیں (بھی حرام ہیں) سوائے ان (لونڈیوں) کے جو تمہاری ملکیت مین ہیں، یہ اللہ کا قانون تم پر لاگو ہے، اور ان کے علاوہ تم پر باقی سب عورتیں حلال ہیں اس شرط پر کہ تم انہیں اپنے مال کے بدلے میں طلب کرو نکاح کرنے کے لیے نہ کہ آزاد شہوت رانی اور ہوس پوری کرنے لیے، پھر ان عورتوں میں سے جس سے تم استمتاع کرے تو ان کا جو حق مقرر ہوا ہے وہ انہیں دے دو، البتہ ایسے سمجھوتے میں کوئی گناہ نہیں ہے جو مہر کے مقرر ہو جانے کے بعد آپس کی باہمی رضامندی سے ہو جائے، بے شک اللہ خبر دار حکمت والا ہے۔

اس آیت میں نکاح کے حلال ہونے کے بارے میں فرمایا ہے کہ متحلل اور مباح مترادف میں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ' نے ارشاد فرمایا: احل لکم۔۔۔ کیونکہ نکاح کے زریعے سے شہوت پوری ہوتی ہے اور شہوت کا پورا ہونا خود اس کے نفس کے لئے نفع ہے اور انسان پر واجب نہیں ہے کہ خود کو نفع پہنچائے، بلکہ اصل میں وہ مباح ہے مثلا کھانا پینا وغیرہ پس یہ مباح ہے تو اس صورت پر واجب نہیں ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان تنافی ہے اور نکاح کے واجب نہ ہونے پر دلیل یہ ہے

﴿ فَنَادَتۡهُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٞ يُصَلِّي فِي ٱلۡمِحۡرَابِ أَنَّ ٱللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحۡيَىٰ مُصَدِّقَۢا بِكَلِمَةٖ مِّنَ ٱللَّهِ وَسَيِّدٗا وَحَصُورٗا وَنَبِيّٗا مِّنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴾[2]

1۔ سورۃ النسا ۲۴

2۔ سورہ آل عمران ۳۹

ترجمہ: پھر اس کو فرشتوں نے آواز دی جب وہ حجرے کے اندر نماز میں کھڑے تھے بلاشبہ اللہ تجھ کو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے ایک حکم کی گواہی دے گا اور سردار ہوگا اور مجرد رہے گا اور صالح لوگوں میں سے نبی ہوگا۔

اس آیت میں حضرت یحیٰ علیہ السلام کے محصور ہونے کی مدح کی ہے "والحصور الذی لا یاتی النساء مع القدرۃ" اگر نکاح واجب ہوتا تو اس صورت میں اس کے ترک کرنے پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی مدح نہ ہوتی۔ اگر یہ واجب ہوتا تو اس کے ترک کرنے پر اس کی مذمت ہونی چاہیے۔

مختلف اصحاب کے آراء:

وہ اصحاب جنہوں نے فرمایا تھا کہ یہ مندوب و مستحب ہے انہوں نے روایت بطور دلیل نقل کی ہے

((وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَلْيَصُمْ))[1]

ترجمہ: اگر استطاعت نہیں رکھتے تو روزہ رکھو۔

اس حدیث پاک میں صوم کو قائم مقام نکاح قرار دیا گیا ہے پس نکاح بھی واجب نہیں ہے کیونکہ غیر واجب ،واجب کے مقام پر نہیں آسکتا۔

فرض علی سبیل الکفایہ:

وہ دلیل کے طور پر پیش کیا ہے ان اوامر کو جو باب نکاح میں آیا ہے۔ امر مطلق وجوب یہ قطعا لیکن نکاح کو طریق تعیین واجب قرار نہیں دے سکتا ہے کیونکہ اگر کوئی آدمی اس کو ترک کرے تو گناہ ہوگا۔ پس اس میں جو فرض آیا ہے وہ بطرق کفائی آیا ہے جیسا کہ نماز جنازہ اور رد سلام ہے۔

انہ واجب عینا:

نکاح عملاً واجب ہے لیکن علی طریق تعیین نہیں ہے صیغہ امر دعا و طلب دونوں کے لئے دونوں میں استعمال ہوتا ہے پس عملا ضروری انجام دیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس سے وجوب مراد لی ہے یا استحباب یہ امر پوشیدہ ہے اس میں اعتقاد ایک انجام نہیں دے سکتا ہے، لیکن انجام دینے سے یہ ہوگا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں واجب ہے تو اس صورت میں اس کا فرض ادا ہوگا لیکن اگر یہ مستحب ہو تو اس صورت میں اس کو ثواب ملے گا۔ پس اس کو واجب قرار دیا ہے علی سبیل الاحتیاط۔

1۔ صحیح البخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ الجعفی، کتاب الصوم، باب من لم یستطع الباء فلیصم، رقم الحدیث: ۵۰۷۰، ص: ۱۴۶/۴

انہ مندوب:

یہ ایک عمل مستحب ہے لیکن اس کو باقی نوافل پر ترجیح دی جائے گی چند اعتبار سے:

1. یہ سنت ہے اور سنت نوافل پر مقدم ہے اور اس بات پر اجماع قائم ہے، کیونکہ سنت کے ترک کرنے پر ڈر آیا گیا ہے اور نوافل کے ترک کرنے پر کوئی تحذیر نہیں آئی ہے
2. فعل رسول نے خود انجام دیا ہے اور اس پر باقی رہے ہے بلکہ مباح کے مطابق اس میں اضافہ کیا گیا ہے۔
3. اس کے زریعے سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

پس یہ نوافل سے افضل ہے، اس لئے کہ اس کے چند مقاصد ہیں:۔

1. غلط کاموں سے نفس کو محفوظ رکھتا ہے
2. اولاد حاصل ہوتی ہے۔ یہ تمام وہ موارد ہیں جن کی بناء پر یہ نوافل سے افضل ہے۔

شرط گواہی:

شاہد کا حاضر ہونا ضروری ہے اس شرط میں جو حوالہ ہے اس پر بات ہو گی۔

فی بیان ان اصل الشهادة شرط جواز النكاح ام لا

1. جس کے سامنے صیغہ عقد جاری ہو رہا ہو اس میں کن صفات کا ہونا ضروری ہے
2. فی بیان وقت الشہادۃ۔[1]

اس میں مشہور علماء کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے کہ علماء کا ایک گروہ فرماتا ہے کہ شہادت شرط جواز نکاح ہے اللہ فرماتا ہے کہ شرط نہیں ہے بلکہ اعلان شرط ہے اگر اعلان کرے لیکن گواہ موجود نہ ہو عقد درست ہے تمام عقود میں شہادت شرط نہیں ہے بلکہ مندوب اور مستحب ہے۔ نکاح کا دیگر برے کاموں سے ممتاز ہونے کی وجہ ہی اعلان ہے اور زنا چھپ کر انجام دیا جاتا ہے،

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کو چھپا کر انجام دینے سے منع فرمایا ہے

((بان النهى عن الشى ام يقنده اعلمو النكاح ولو باالدف)) [2]

ترجمہ: کسی چیز سے نہی ہونے کا معنی یہ ہے کہ اسے سر عام انجام نہ دیا جائے نکاح کرنے کے لئے لوگوں کو اعلان کروا گرچہ اعلان ڈھول بجا کے ہی کیوں نہ ہو۔

1۔ بدائع الصائع فی ترتیب الشرائع، امام علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی، ص: ۳۸۹/۳

2۔ صحیح البخاری، ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل، باب الترغیب فی ا لنکاح، حدیث: ۵۲۱۹، ص: ۴۵۱/۳

دلیل جو بینہ کو ضروری قرار دیتی ہے قول رسول خداﷺ: الزانیۃ التی تنکح نفسھا بغیر بیۃ اگر شہادت شرط نہ ہوتی تو اس کے بغیر ذاتی قرار نہ دیتے۔اور ضرورت اس بات کی ہے کہ زنا کے راستے کو ختم کرے اور یہ ختم اس صورت میں ہوگا اگر کوئی گواہ موجود ہو۔ باقی عقود سے اس میں فرق بھی ہی ہے کہ اگر ثانی انکار کرے تو اس صورت میں گواہ کے زریعے سے رد کیا جاسکتا ہے اس کے بغیر نہیں اس لئے کہ گواہی کے بغیر کوئی بھی چیز ثابت نہیں ہے۔

فصل فی صفات الشاھد:

شاھد میں چند اوصاف کا ہونا ضروری ہے

۱۔العقل

۲۔البلوغ

۳۔الاحر

بعض فرماتے ہیں کہ ہر وہ بندہ جس میں نکاح میں ولی بنے کی صلاحیت ہو وہ شاہد بن سکتا ہے بعض فرماتے ہیں کہ جس کا اپنا عقد درست ہو اس کا شاہد بنانا درست ہے۔ابی یوسف فرماتے ہیں: جس کے قول کی بناء پر حکم لگانا درست ہے وہ شاہد بن سکتا ہے۔

فصل فی شرط:

اسلام: مسلمان کا ہونا ضروری ہے کیونکہ کافر کو مسلم پر کوئی ولایت حاصل نہیں ہے

﴿ٱلَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ فَإِن كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ ٱللَّهِ قَالُوٓاْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ وَإِن كَانَ لِلْكَٰفِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوٓاْ أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُم مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۚ فَٱللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۗ وَلَن يَجْعَلَ ٱللَّهُ لِلْكَٰفِرِينَ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا﴾[1]

ترجمہ: یہ (منافق) تمہارے حالات کا انتظار کرتے ہیں کہ اگر اللہ کی طرف سے تمہیں فتح حاصل ہو تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کو کچھ کامیابی مل جائے تو (ان سے) کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے خلاف لڑنے پر قادر نہ تھے؟ (اس کے باوجود ہم نے تمہارے ساتھ جنگ نہ کی) اور کیا ہم نے تمہیں مومنوں سے بچا نہیں لیا؟ پس اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ ہر گز کافروں کو مومنوں پر

1۔ سورۃ النسا ۱۴۱

غالب نہیں آنے دے گا۔

فصل فی صفات سماع شاہدین:

دونوں کی بات دونوں گواہ کا سننا ضروری ہے ایک ایک کا دوسرا دوسرے کا سننا تو جائز نہیں ہے۔

فصل فی شرط الشہود:

1۔شاہد کا عادل ہونا ضروری ہے۔

"لا نكاح الا بشهود ، لا نكاح الا بشاهدين "[1]

شاہدین کا عادل ہونا ضروری نہیں ہے لیکن امام شارعی کے نزدیک شاہدین کا عادل ہونا بھی ضروری ہے۔

فصل فی بیان وقت الشھادۃ:

جس وقت عقد کے رکن انجام دے رہے ہوں اسی وقت وہ دونوں شاہد حاضر ہوں۔اجازت کے وقت ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ جس وقت ایجاب و قبول جاری ہو اسی لحظہ میں دونوں شاہدین کا ہونا ضروری ہے۔شہادت کی شرائط یہ ہیں کہ رکن عقد میں سے ہے اور رکن کا ہونا ضروری ہے لیکن اجازت رکن نہیں ہے اس لئے اس کا ہونا ضروری نہیں ہے۔نکاح میں ایجاب و قبول ایک دفعہ کافی ہے بس نکاح کے دو رکن ہے ایجاب و قبول یعنی ان دونوں رکن کے بغیر نکاح وقوع پذیز نہیں ہو سکتا۔رکن نکاح کا بنیادی جزو ہے شرط کے بغیر نکاح منعقد ہو جاتا ہے مگر صحیح نہیں ہوگا۔نکاح کے رکن اول ایجاب ہے اور رکن ثانی قبول ہے عقد کرنے سے پہلے قبول کو ایجاب کہیں گے خواہ مرد کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے ہو یا ان کے ولی کی طرف سے اور بعد والے قول کو قبول کہیں گے خواہ مرد کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے ہو۔

امام شافعی کے نزدیک نکاح محض مناح ہے۔انہوں نے اپنے دعوی کے حق پر اس آیت سے ذریعے استدلال کیا ہے

﴿وَٱذۡكُرِ ٱسۡمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلۡ إِلَيۡهِ تَبۡتِيلٗا ﴾[2].

ترجمہ:اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیجیے اور سب سے بے نیاز ہو کر صرف اسی کی طرف متوجہ ہو جایئے۔

1۔کتاب المبسوط،ابی بکر محمد بن ابی سہیل الرخی الحنفی المتوفی سنہ ۴۹۰، تحقیق ابی عبداللہ محمد حسن محمد حسن اسماعیل الشافعی،مکتب رشیدیہ کرکی روڈ کوئٹہ بلوچستان،کتاب طلاق،ص:۵۷/۴

2۔سورۃ مزمل ۸

تَبۡتِيلًا کے معنی انقطاع عن النساء اور ترک نکاح کے ہیں نیز آیت سیدا و حصورا سے بھی انہوں نے استدلال کیا ہے۔امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نکاح مسنون ہے اور قدرت کے باوجود ترک نکاح خلاف اولی ہے

﴿ وَلَقَدۡ أَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّن قَبۡلِكَ وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ أَزۡوَٰجًا وَذُرِّيَّةً ۚ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأۡتِيَ بِـَٔايَةٍ إِلَّا بِإِذۡنِ ٱللَّهِ ۗ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ ﴾[1]

ترجمہ: بتحقیق ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے اور انہیں ہم نے ازواج اور اولاد سے بھی نوازا اور کسی رسول کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی نشانی لے آئے، ہر زمانے کے لیے ایک دستور ہوتا ہے۔

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ: التَّعَطُّرُ، وَالحَيَاءُ، وَالسِّوَاكُ، وَالنِّكَاحُ))[2]

ترجمہ: انبیاء کی چار سنتیں ہیں: خوشبو، حیاء، مسواک اور نکاح

اگر بچہ یا بچی اذن ولی کے بغیر عقد کرے تو اس صورت میں وہ عقد ولی کے اذن پر موقوف ہوگا اگر اجازت دے تو عقد درست ہوگا۔ایسی عورت جس کا نکاح خفیہ ہوا ہو شوہر کے لئے مجامعت جائز ہے اور اس کی اولاد بھی حلال ہوگی مگر خفیہ نکاح کرنے کے بعد عرصہ تک اس کو مخفی رکھنا گناہ ہے۔[3]

جماع سے منع کرنا حرام ہے۔سیدنا ابوہریرہ □ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا

«إِذَا بَاتَتِ الْمَرْأَةُ هَاجِرَةً لِفِرَاشِ زَوْجِهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ»[4]

ترجمہ: جب عورت رات کو اپنے شوہر کے بستر کو چھوڑ کر الگ رہتی ہے تو فرشتے اس کو لعنت بھیجتے رہتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہوجائے۔

وہ عیوب جن کے سبب نکاح کو توڑا جاسکتا ہے:

1۔سورۃ الرعد ۳۸

2۔ سنن الترمذي، محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: 279ھ)،المحقق بشار عواد معروف،دار الغرب الإسلامي بيروت سنة النشر: 1998م، باب ماجاء فی فضل التزویج اولحث علیہ، ص: ۳۸۲/۲

3۔امداد الاحکام، ظفر احمد صاحب عثمانی، ناشر مکتبہ دار العلوم کراچی، ص: ۲۳۱

4۔ سنن ابی داود، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو، الازدی، کتاب ا لنکاح، باب النھی عن تزویج من لم یلد من النساء: رقم الحدث: ۲۰۵۰، ص: ۲۲۰/۲، دیگر شواہد: سنن نسائی رقم الحدیث ۳۲۲۷

اگر مرد کو معلوم ہو جائے کہ عورت میں ان سات عیبوں میں سے کوئی ایک ہے تو اس صورت میں مرد نکاح کو فسخ کر سکتا ہے

1. دیوانگی
2. جزام
3. برص
4. نابینا
5. اپاہج
6. اس کا افضا ہو یعنی حیض اور پیشاب کی جگہ یا حیض اور پاخانہ کا مقام ایک ہو گیا ہو
7. شرم گاہ میں کوئی ایسی ہڈی یا گوشت ہو جو جماع کرنے سے مانع ہو۔

صیغہ عقد کو یا خود مرد یا عورت پڑھے یا ان طرف سے وکیل مقرر کریں وہ صیغہ جاری کریں۔

عقد کی شرائط:

یشترط فی النکاح اضاء المراۃ البالغة ۔پس آزاد، بالغ اور عاقل عورت کا نکاح صحیح ہے اس کی رضائیت کے ساتھ۔۔ابی حنیفہ کے نزدیک کے نزدیک عورت باکرہ ہو یا نہ عورت کی رضاعیت سے عقد واقع ہو جاتا ہے مگر چند دیگر کے نزدیک باکرہ عورت کے لئے ولی کی اجازہ شرط ہے مگر ولی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ عورت پر کسی حوالے سے جبر کریں اگر وہ راضی ہے تو کافی ہے اس کی رضائیت مسکراہٹ یا سکونت یا کسی اور اشارہ سے معلوم ہو تو کافی ہے اور اگر ابتداء میں مرد اور عورت نکاح کرے اور بعد میں راضی ہو جائے تو اس صورت میں وہ نکاح درست ہے۔[1]

1. عقد کا صیغہ درست عربی میں ادا کرنا ضروری ہے اگر وہ دونوں عربی میں ادا نہیں کر سکتے تو اس صورت میں صحیح عربی جاننے والے سے پڑھوالیں اگر وہ بھی ممکن نہ ہو تو اس صورت میں غیر عربی میں ادا کریں مگر ایسے الفاظ استعمال کریں جن سے زوجت اور قبلت کا معنی سمجھ میں آئے۔
2. صیغہ جاری کرنے والا قصد انشاء کریں۔
3. صیغہ جاری کرنے والا بالغ اور عاقل ہو
4. عقد کرتے وقت عورت کو معین کریں اگر اس کے متعدد بیٹیاں ہوں اور معین نہ کریں اور شوہر قبلت کہے تو

1۔الھدایہ شرح بدائۃ المبتدی، امام برھان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر مرعینانی، کتاب نکاح، ص:۵۹۳/۳

نکاح منعقد نہیں ہو گا بلکہ باطل ہو گا۔

5. عورت اور مرد شادی پر راضی ہوں ظاہری طور پر ایک دوسرے کو پسند نہ بھی کرے مگر دل سے راضی ہیں تو کافی ہے۔

رسول خدا ﷺ نے نکاح اور شادی کی ترغی دی ہے اور اسلام نے احساس بندگی اور شعور زندگی کے لئے نکاح کو عبادت سے تعبیر کیا ہے رسول اکرم ﷺ نے نکاح کو سنت قرار دیا ہے اور ارشاد فرمایا کہ :

((النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي))[1]

ترجمہ: نکاح کرنا میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے منہ پھیرا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

گویا کہ رسول خدا ﷺ نے اپنی سنت سے دور رہنے والوں سے اظہار ناراضگی فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت زیادہ احادیث المبارکہ موجود ہیں جو نکاح کی اہمیت و ضرورت کو بیان کرتی ہیں رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

((ما بنیٰ بناء فی الاسلام احب الیٰ الله عزوجل من التزویج))

ترجمہ: اسلام میں اللہ کے نزدیک تزویج سے زیادہ پسند کی کوئی بنیاد نہیں ڈالی گئی ہے۔

کیونکہ نکاح کے انجام پانے کے بعد انسان میں احساس زمہ داری آجاتا ہے اور فضول کاموں سے اجتناب کرنے لگ جاتا ہے اور نکاح کرنے سے بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے[2] اور حدیث پاک میں بھی آیا ہے کہ نکاح سے نصف دین محفوظ ہو جاتا ہے

((مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الْإِيمَانِ، فَلْيَتَّقِ اللَّهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي))[3]

ترجمہ: جب بندہ نے نکاح کر لیا تو اس کا آدھا ایمان مکمل ہو گیا تو باقی آدھے ایمان کے بارے میں اللہ سے ڈرتا رہو۔

اس حدیث پاک میں نکاح کو نصف ایمان قرار دیا ہے واقعی میں اس ایسا ہی ہے کیونکہ بہت سارے گناہ خواہشات نفس کی وجہ سے انجام پاتے ہیں وہ خواہشات و جذبات جو انسان کے نفس میں پائے جاتے ہیں۔ انسان کے اندر مختلف خواہشات و جذبات ہوتے ہیں۔ اور اس حال میں انسان کی جلدی تکمیل کا مطالبہ کرتے ہیں اور ان کی تکمیل کے دوران انسان لذت محسوس کرتا ہے۔ احادیث مبارکہ میں بہت زیادہ خواہشات سے بچنے اور اس سے ڈرتے رہنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ خواہشات کو دشمن سے زیادہ خطرہ قرار دیا ہے کیونکہ انسان کے لئے خواہشات کی پیروی میں جو

1۔ سنن ابن ماجہ، ابن ماجہ أبو عبد الله محمد بن يزيد، دار إحياء الكتب العربية، كِتَابُ النِّكَاحِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ النِّكَاحِ، حدیث: 1846، ص: 592/1

2۔ وَسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشّریعہ، محمد بن الحسن بن علی بن حسین الحر العاملی، حدیث ۲۸۰ ص: ۲۰/۱۴

3۔ مستدرک حاکم، امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوریا، دار المعرفت بیروت، لبنان، ص: ۱۶۱/۲ طبع دکن

نتائج حاصل ہوں گے وہ دشمن سے بھی ممکن نہیں ہے ان خواہشات میں اعتدال اور توازن رکھنے کی ضرورت ہے وہ عقد نکاح کے ذریعے ہی ممکن ہے نکاح خواہشات کی جائز طریقے پورا کرتے ہیں اور مرد جب گھر سے باہر موجود ہوتا ہے تھکاوٹ محسوس کرتا ہے اور جب گھر میں داخل ہوتا ہے تو پھول کی خوشبو سے مستفید ہوتا ہے اور تمام تھکاوٹ اور پریشانی ختم ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے میں کھو جاتے ہیں جس طرح فارسی کا ایک محاورہ ہے "تو من شدی من تو شدم" اس لئے قرآن کریم میں ارشاد ہو" هن لباس لکم۔[1] اس آیت مجیدہ میں دونوں کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے عورتیں مردوں کے لئے لباس ہیں اسی طرح مرد بھی عورتوں کے لئے لباس ہیں یعنی دونوں مقام اہمیت و منزلت اور ضرورت کے لحاظ سے یکساں ہیں اور دونوں کی اہمیت برابر ہے۔

شیخ محسن علی نجفی صاحب فرماتے ہیں:

لباس کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:۔

1. لباس جسم کے لئے زیب وزینت کا باعث ہے
2. لباس انسان کے لئے ساتر اور بدن کو چھپانے والا ہے
3. لباس سے انسان کا جسم محفوظ رہتا ہے
4. لباس اور جسم میں نہایت قریبی ربط ہے اور ان کے درمیان کسی چیز کا فاصلہ نہیں
5. لباس انسان کے لئے سکون کا باعث ہے۔

نجفی صاحب نے لباس کی جو خصوصیات بیان فرمائی ہیں قرآن کی اس عجیب تشبیہ میں بہت سے اہم نکات محفوظ ہیں، لباس کو رنگ، جنس اور قیمت میں انسان کے مناسب ہونا چاہیے اس طرح شوہر اور بیوی کو ہر لحاظ ہے ہم کفو اور شخصیت کے حوالے سے برابری ہونی چاہیے اور لباس انسان کے لئے دنیا کی بہت سی چیزوں سے محفوظ رکھتے ہے اور آرام پہنچاتے ہیں تو شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے کا مدافع اور ایک دوسرے کے لے باعث سکون وراحت اور آرام ہونا چاہیے۔اور لباس انسان کے جسم پر موجود بہت سے عیوب کو لوگوں کے سامنے ظاہر ہونے نہیں دیتے تو شوہر اور بیوی کو بھی ایک دوسرے کے عیب کو چھپانا چاہیے۔ لباس انسان کو ہر موسم میں محفوظ رکھتا ہے تو میں بیوی کو احساسات وجذبات کا خاص خیال رکھنا چاہے اور لباس موسم کے مطابق استعمال کرتے ہے تو میاں بیوی کو بھی ایک دوسرے کے مزاج اور عادات سے واقف ہونا چاہیے غصہ تھکاوٹ کی حالت میں ہو تو اس میں ایک دوسرے سے ملنا چاہیے۔لباس میں ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اور جسم کے درمیان فاصلے نہیں ہوتا ہے اسی طرح میاں اور

1۔سورۃ البقرہ ۱۶۸

بیوی میں ارتباط اس قدر پختہ اور مضبوط ہونا چاہے کہ کوئی چیز ان دونوں کی محبت کے درمیان حائل نہ ہو ورنہ ان کی راحت اور سکون کی ذندگی ختم ہو جاتی ہے۔

فصل سوم

نکاح کے مقاصد و فوائد

انسانی معاشرے کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ انسان پر سکون رہے۔اگرانسان ہمیشہ مضطرب رہے تو نہ صرف جسمانی طور پر بیمار رہے گا بلکہ اس کے اذہان اور دماغ بھی صحیح کام نہیں کر پائیں گے ہر فرد معاشرے کا حصہ ہوتا ہے اس کا اثر پورے معاشرے پر پڑتا ہے اور اس کی ایک وجہ عائلی نظام سے واقف نہ ہونا بھی ہے ہمارے معاشرے میں بہت سے افراد کو علم ہی نہیں ہے کہ ہم نکاح کیوں کرتے ہیں اس کے کیا تقاضے ہے اس اس کام مقصد کیا ہے بلکہ یہ ایک رسم بن گیا ہے مقاصد سے آگاہ نہ ہونے کے سبب دن بہ دن ہم اس رشتہ کے اہمیت اور مقصد سے دور ہوتے جا رہیں ہیں دنیاوی اور اخروی سکون کا واحد حل احکام الٰہی سے اگاہی اور اس پر عمل میں ہے اب اگر سکون کی ضرورت ہو تو سکون حاصل کرنے کے لئے کچھ چیزوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے مثلا: کچھ چیزیں ہیں ان کا خیال رکھے تو سکون حاصل ہوتا ہے ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں اور بیوی کے جائز ضروریات کو پورا کرتے ہیں اور خرچ کے سلسلے میں بیوی کو تنگ نہ کرے اور اس کو فضول خرچی سے روکے۔اور اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے ناراض ہو جائیں خاص کے بیوی ناراض ہو تو اس صورت میں نرمی کے ساتھ پیش آنا چاہیے ذرا سی بات پر جھڑکنے اور ڈانٹنے سے تعلقات میں دراڑ پیدا ہو جاتی ہے اور جھگڑنے تک کی نوبت آتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ صبر و تحمل اور برداشت سے معاملے کو حل کریں، سکون کے حصول کے لئے یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ آپ ہر وقت بیوی کی بات کو نہ مانیں جو حق ہے اس کو ادا کریں جہاں تک اس کا حق ہے جائز حقوق ضرور ادا کریں لیکن اس کی غلامی قبول نہ کریں کیونکہ بیوی کا غلام ساری عمر تکلیف اٹھتا رہتا ہے اور یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ بیوی پر ہر وقت خشک رعب ڈالنے، بات بات پر لڑنے، بدمزاجی اور لاپروائی کرنے سے بیوی کو اس بات کا اچھی موقع مل جاتا ہے کہ وہ آپ کا ساتھ چھوڑ کر گمراہ ہو جائے اس لئے اس کے ساتھ نرمی اور خوش مزاجی سے پیش آنا ہوگا۔اگر بیوی کے اندر اچھی خصوصیات اور صفات ہیں تو اس کی تعریف کرنی چاہیے۔اور اگر کوئی نقص ہو تو اس کو دور کرنے کے لئے اس کی مدد کرنی چاہیے اور اس کے علاوہ جب آپ کسی سفر سے گھر واپس آجاتے ہیں تو اس وقت بیوی کے لئے تحفہ لایا کریں اس سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے خواہ وہ تحفہ کم قیمت کا ہی کیوں نہ ہو۔بیوی کو اپنی اہمیت کا احساس دلائیں کہ جب بھی معاملات کرنا ہو تو اس وقت بیوی سے مشورہ کیا جائے، اگر بیوی کا مشورہ عمدہ اور قابل قبول ہے تو اس پر عمل بھی کریں ورنہ اس کو رد کیا جائے تاہم معاملات میں اس کو ضرور شامل کیا جائے۔اگر کبھی جھگڑا ہو جائے تو طلاق دینے کی باتیں نہ کریں بلکہ کسی ثالث فرد سے معاملات کو درست کرنے کی کوشش کریں اس

لئے کہ غصہ کی حالت میں انسان غلط فیصلہ کر جاتا ہے اس سے بچنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اس موقع پر دوسروں سے مدد حاصل کریں ورنہ دونوں میاں بیوی ساری عمر روتے رہیں گے۔اور بچے الگ پریشانی کے عالم میں وقت گزارتے رہیں گے۔قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ﴾[1]

ترجمہ: اور اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان ناچاقی کا اندیشہ ہو تو ایک منصف مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک منصف عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو اگر وہ دونوں اصلاح کی کوشش کریں تو اللہ ان کے درمیان اتفاق پیدا کرے گا، یقیناً اللہ بڑا علم رکھنے والا، باخبر ہے۔

اس میں کچھ اہم نکات بیان ہوا ہے۔اس آیت کے "فان خفتم" جس کے پاس مسئلہ پیش ہوا وہ ایسے منصف کی تقرری کا فریضہ انجام دے جس کا مطمع نظر میاں بیوی میں اصلاح کرنے کا پختہ عزم ہو۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں منصف کا دائرہ اختیار میاں بیوی کے درمیاں صلح کرنا ہے اور اگر صلح کرنا ممکن نہ ہو تو صیغہ طلاق جاری کرنا ان کے اختیار میں نہیں۔منصف ایسا تقرر کرے کہ جس میں اصلاح کرنے کی صلاحیت ہو ہر بندے میں اصلاح کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے کیونکہ اصلاح کرنے والے کے لئے صبر اور برداشت کا ہونا نہایت ضروری ہے۔مرد کے خاندان سے ایک منصف مقرر کرے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے مقرر کیا جائے، دونوں خاندان سے منصف کے مقرر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ خاندان کے افراد خاندان کے حالات سے خوب واقف ہوتا ہے اور اگر منصف متعلقہ خاندان سے نہ ہو بلکہ اجنبی ہو تو بھی درست ہے لیکن ان سب کی اولین ترجیح صلح کرنا ہو۔اگر صلح کرے تو اللہ پاک ان کے درمیان اتفاق واتحاد قائم فرمائے گا۔[2]

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے شیخ محسن علی نجفی صاحب فرماتے ہیں:

"فابعثوا۔۔۔عدالت کی ذمہ داریوں میں سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ دونوں خاندانوں کے آپس کے مسائل ان کے اپنے اپنے خاندان سے مقرر شدہ منصفوں کے ذریعے سے حل کرنے کے لئے طرفین میں منصف معین کرے تاکہ خاندان کے راز کو اپنے ہی خاندان تک ہی محدود رہے کیونکہ میاں بیوی کے تعلقات اور اس میں ناچاقی بعض ایسی چیزوں کے حامل ہو سکتی ہیں کہ جو

---

1 سورۃ النساء:35

2۔الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، ص:۲/۳۱۱

خاندان کی عزت کو ختم کردے نیز خاندان کے بارے میں اپنے ہی خاندان کے لوگوں کو زیادہ علم ہونے کی وجہ سے فیصلہ صاف اور سریع ہو جاتا ہے۔"[1]

﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ﴾[2]

ترجمہ: اور اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان ناچاقی کا اندیشہ ہو تو ایک منصف مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک منصف عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو اگر وہ دونوں اصلاح کی کوشش کریں تو اللہ ان کے درمیان اتفاق پیدا کرے گا، یقیناً اللہ بڑا علم رکھنے والا، باخبر ہے۔

پس اگر میاں بیوی کے درمیان اصلاح کا ارادہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان اتفاق پیدا کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کار خیر میں برکت عطا کرتا ہے۔ دونوں سے مراد بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ دونوں منصف ہیں انصاف کرنے والے دونوں اگر مصالحت کی کوشش کریں اگر ثالثی مصمم ارادے سے ہو تو مصالحت ہو جائے گی۔ بعض فرماتے ہیں کہ دونوں سے مراد میاں بیوی ہیں اگر واقعی میں میاں بیوی مصالحت چاہیں تو اللہ تعالیٰ ان میں اتفاق پیدا کردے گا[3]

﴿ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾[4]

ترجمہ: اور یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے ازواج پیدا کیے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے مابین محبت اور مہربانی پیدا کی، غور و فکر کرنے والوں کے لیے یقیناً ان میں نشانیاں ہیں۔

اس آیت مجیدہ میں فرمایا کہ پہلی بات یہ ہے کہ بیوی کو تمہاری ہی جنس سے پیدا کیا یہ محبت کا ایک پہلو ہے کیونکہ انسان اپنے روح وسانس سے مانوس ہوتا ہے اور پس اللہ تعالیٰ نے اس رشتہ کے پیدا کرنے کے ساتھ اس رشتہ کے ہونے کے بعد میں محبت بھی رکھی۔ یقیناً اہل دل کے لئے اس میں بہت ساری نشانیاں ہے۔

شیخ محسن علی نجفی صاحب لکھتے ہیں

1۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، ص: ۳۱۱/۲

2۔ سورۃ النسا ۳۵

3 معارف القرآن مفتی محمد شفیع، سورہ النسا ۳۵

4۔ سورۃ روم ۲۱

" لِّتَسۡكُنُوٓاْ إِلَيۡهَا "تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اگر زوجہ نوع انسان سے نہ ہو تو وہ سکون حاصل نہ ہوتا جو انسان اور اپنی ہم جنس ہونے کی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔آیت کے اس جملے سے واضح ہو گیا کہ مرد زوجہ کے بغیر بے سکون اور ناقص ہے اور ایک مضطرب الحال مخلوق ہے کامل نہیں ہے۔"[1]

و جعل بينكم مودة:اس ذات کریم دیکھیے کہ اس ذات نے میاں بیوی کے درمیاں محبت قائم کی ہے محبت کی وجہ سے یہ ایک دوسرے کو خوش رکھتے اور قریب آجاتے ہیں اور رحمۃ کی وجہ سے ایک دوسرے کی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہیں۔کیونکہ شفقت مہربانی زوجین میں ہر ایک کو دوسرے کے لئے مہربان بنا دیتی ہے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے لئے حاکم و محکوم کا نہیں محبت و شفقت کا رابطہ قائم کیا ہے دونوں احترام آدمیت میں مساوی ہیں۔[2]

نکاح کا جہاں سب سے بڑا عمومی فائدہ نسل انسانی کا بقاءاور باہم توالد و تناسل کا جاری رہنا ہے وہاں اس میں کچھ مخصوص فائدے اور بھی ہیں وہ یہ ہیں:

1. نکاح کی بدولت انسان کی خواہش ماند پڑ جاتی ہے کہ جس کے لئے وہ اپنا مذہب،اخلاق، شرافت اور انسانیت کے تمام حدود توڑ کر چند لمحات کی تسکین کے لئے آنکھ بند کر کے شیطان کی پیروی میں مگن ہوتا ہے۔پس جب یہ خواہش جائز طریقے سے پوری ہو جاتی ہے تو وہ آسانی سے اپنے آپ کو اس خطرناک وادی سے نکال لیتا ہے۔
2. نکاح نکاح کی بدولت سے انسان کا اپنا گھر بستا ہے خانہ داری کی راحت ملتی ہے گھریلو زندگی میں سکون واطمینان کی دولت سے شرف یاب ہوتا ہے۔
3. نکاح کی برکت سے اپنا کنبہ بڑھاتا ہے۔
4. احساس ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔
5. معاشرے میں اپنے حقوق کے لئے سر توڑ محنت و مشقت کرتا ہے اور معاشرے میں ایک فعال کردار ادا کرتا ہے۔
6. نکاح کے نتیجے میں وہ معاشرے کو نیک و صالح الاد فراہم کرتا ہے جن کی وجہ سے معاشرہ سازی بھی ہو جاتی ہے

1۔الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، سورۃ روم ۲۱، ص:۳۵۰/۶

2۔ایضا

اور اس کی دنیاو آخرت دونوں سعادتوں سے بھر جاتی ہیں۔

اخلاقی اقدار کی حفاظت:

سب سے اہم اور ضروری چیز جس کے لئے انسان بہت زیادہ قربانی دیتا ہے وہ اس کی عفت ہے اگر انسان پاکدامن نہ ہو تو اس کی سیرت کی بنیاد تباہ ہو جاتی ہے جب ایک آدمی جنسی آوارگی کا شکار ہوتا ہے تو اس کی زندگی کے دوسرے پہلوؤں پر بھی اخلاقی بند شین ڈھیلی پڑ جاتی ہے یہی وہ راستہ ہے جہاں شیطان باسانی داخل ہو کر پوری انسانی طبیعت کو متاثر کر سکتا ہے اس وجہ سے اسلام نے اس پہلو کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور ساتھ سخت اقدمات کئے ہیں اور زنا کو گناہ قرار دیا ہے اور اس کے لئے سخت عذاب بھی مقرر کیا ہے۔

اس سلسلہ میں قرآن کریم میں ارشاد رب العزت ہوا ہے

﴿وَٱلَّذِينَ هُمۡ لِفُرُوجِهِمۡ حَٰفِظُونَ ﴾[1]

ترجمہ: اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اس آیت کریمہ کی ابتداء میں فرمایا کہ ایمان والے یقینا فلاح پا گئے وہ مومنین کامیاب ہیں جو اپنی جنسی خواہشات پر کنٹرول رکھتے ہیں کیونکہ بہت زیادہ برائی کی وجہ سے جنسی خواہشات کو تسکین دینے کے لئے تمام شرعی و قانونی حدود پر کرتا ہے کہ جس کی مثالیں اور واقعات بہت زیادہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواہشات نفسانی کی پیروی کتنا خطرناک عمل ہے۔

شیخ محسن علی نجفی صاحب لکھتے ہیں:

"اس آیت کے تفسیر میں " فلاح و کامیابی کے لئے ایک شرط جنسی خواہشات کو کنٹرول میں رکھنا ہے جنسی مسائل میں باعفت اور پاک دامن رہنا جس سے نسلیں اختلاط سے محفوظ رہتی ہے روح کی طہارت، گھر کا ماحول پاکیزہ اور انسان خاندانی مسائل میں الجھاد سے دور رہتا ہے۔"[2]

خواہشات پر کنٹرول کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ اس جنسی خواہش کو سرے سے ہی ختم کر دے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو جائز طریقے سے پورا کرنا ہے۔ انسانی شہوت اچھی طرح قابل مہار ہے لیکن مہار کرنے کا مطلب انہیں دبانا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اس سے درست فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں بے لگام ہونے سے روکنا ہے۔

حدیث پاک میں ارشاد ہوا ہے:

---

1 سورۃ مومنون 5

2۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، مومنون ۵،

((حذروا اهوائكم كمتحذرون اعدائكم فليس شئی اعدی للرجال من اتباع اهوائم و حصائد السنتهم)) [1]

ترجمہ: اپنی خواہشات سے اس طرح ڈرتے رہو جس طرح تم اپنے دشمنوں سے ڈرتے ہو۔ کیونکہ انسان کے لئے خواہشات کی پیروی اور زبان کے نتائج سے بڑا کوئی دشمن نہیں ہے۔

فانھم غیر ملومین یعنی: شرعی قاعدے کے مطابق اپنی بیوی یا لونڈی۔

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

شرعی قاعدے کے مطابق اپنی بیوی یا لونڈی سے شہوت نفس کو تسکین دینے والوں پر کوئی ملامت نہیں اس میں اشارہ ہے کہ اس ضرورت کو ضرورت کے درجہ میں رکھنا ہے مقصد زندگی بنانا نہیں ہے اس کا درجہ اتنا ہے کہ جو ایسا کرے گا وہ قابل مذمت نہیں۔ [2]

﴿إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَٰجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَـٰنُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ﴾ [3]

ترجمہ: سوائے اپنی بیویوں اور ان کنیزوں کے جو ان کی ملکیت ہوتی ہیں کیونکہ ان پر کوئی ملامت نہیں ہے۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ اپنی تمام خواہشات کو پوری کر سکتا ہے یہ نہ صرف کوئی برا کام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے اجازت دی ہے اور ساتھ میں بیوی پر بھی فرض ہے کہ وہ شوہر کے جائز حقوق کے ادائیگی میں سستی نہ کریں عورت پر تمکین مطلق یعنی مطلق طور پر اپنے شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا فرض ہے۔ لیکن تمکین مطلق کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرد اپنی بیوی کو تکلیف پہنچانے والے کام انجام دینے پر اسے مجبور کرے اور مرد کو غیر اخلاقی اور شدید مکروہ کام انجام دینے پر مجبور نہیں کرنا چاہیے۔

نسل انسانی کی بقاء:

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کی تخلیق کے بعد میں نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی ذات کریم نے نسل انسانی کو باقی رکھنے کے لئے قانون وضع فرمایا ہے حیوانات کی طرح آزاد خلق نہیں فرمایا

1۔ اصول الکافی، ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی المتوفی 328ھ/329ھ، قسم احیاء التراث مرکز بحوث دار الحدیث، ص: ۳۳۵/۳

2۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ص: ۲۷۹/۶

3۔ سورۃ المومنون ۵

ان قوانین میں سے ایک قانون نکاح کا قانون ہے اسی نظام کی وجہ سے انسان کو اپنی نسب کی شناخت بھی مل جاتی ہے اگر یہ قانون نکاح نہ ہوتا تو اس صورت میں انسان کو اپنی نسب کی شناخت ممکن نہیں تھا بس نسل انسانی کی بقا نکاح کے اولین مقاصد میں سے ہے

اس لئے ارشاد رب العزت ہوتا ہے:

﴿وَهُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ مِنَ ٱلْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُۥ نَسَبًا وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا﴾[1]

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے پانی سے بچہ کو پیدا کیا پھر اس کو نسب اور سسرال بنایا اور آپ کا پروردگار بڑی طاقت والا ہے۔

عبد بن حمید رحمۃ اللہ نے عبد اللہ بن مغیرہ رحمۃ اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کي کہ نسبتی اور سسرالی رشتہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ تم نسب کو تو پہچان چکے ہوں گے مگر سسرالی رشتہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ تم سب کو تو پہچان چکے ہیں مگر سسرالی رشتہ تو دو بہنیں اور دو صحابہ ہیں۔

اس آیۃ کریمہ میں نسبی اور سببی روابط کو جو افراد کو ایک دوسرے سے ملانے اور ان میں پہچان کی علامت بنے کا سبب ہیں کہ یہ اصل خلقت کی غایت کلی اور حکمت ہے حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

((النَّسَبُ مَا لَا يَحِلُّ نِكَاحُهُ وَالصِّهْرُ الَّذِي يَحِلُّ نِكَاحُهُ))۔[2]

ترجمہ: نسب وہ رشتے دار ہیں جن کے آپس میں نکاح حرام ہیں اور صہر سسرال وہ رشتے ہیں جن کے آپس میں نکاح جائز نہیں وحلال ہے اس لئے ایک شخص میں نسب اور صہر جمع نہیں ہو سکتے ہیں

تہذیب و تمدن کی بقا کی ضامن:

حیات انسانی کے دو درخشاں پہلو ہیں۔ ایک روحانی اور دوسرا مادی۔ انسانی شخصیت اس وقت تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی جب تک دونوں پہلوؤں کی نشو و نما نہ پائیں۔ مختلف تہذیبوں نے ان دونوں پہلوؤں کی نشو و نما پر بہت کچھ مواد دیا ہے مگر اس کے باوجود بھی اس کی تکمیل نہیں ہوئی۔ اس کائنات ارضی میں صرف ایک ہی تہذیب و تمدن ہے جس نے علمی اور عملی طور پر ان دونوں پہلوؤں کی نشو و نما کی تکمیل کی ہے، وہ ہے اسلامی تہذیب و تمدن ہیں۔

تہذیب کے لفظ میں بہت وسعت پائی جاتی ہے اور یہ لفظ طرز زندگی اور رہن سہن کے طریقوں کے

1۔ سورۃ الفرقان ۵۴

2۔ سنن ابی داود، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو، الازدی، رقم الحدیث: ۱۸۳۲ ص: ۲/۲۲۰،

لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔اصطلاح میں تہذیب سے کسی قوم کی وہ بنیادی افکار اور نظریات مراد ہیں جو اس کے اعمال و افعال کو جنم دیتے ہیں اور ہر قوم ایک مخصوص طرز زندگی اور جداگانہ عادات واطوار کی حامل ہوتی ہے جو اسے دوسری قوموں سے ممتاز کرتی ہے۔اور تمام اقوام کی تہذیب وتمدن کی بقا نکاح کے ذریعے ہی ممکن ہے اور نکاح ہی واحد ضامن ہے کیونکہ نکاح کے ذریعے ایک خاندان کی بنیاد رکھی جاتی ہے اور اس کے بعد ان کے بچہ ہوتے ہیں جو اس تہذیب و تمدن کی حفاظت کرتا ہے اس لئے اپنے بچوں کو تہذیب وتمدن سکھاتے ہیں اور اس طرح یہ نسل بہ نسل منتقل ہو جاتا ہے۔

لیکن اگر نکاح نہ کرکے حیونات کی طرح آزاد رہے تو اس صورت میں اولاد کا تصور نہیں ہو گا اور زمہ داری کا احساس بھی نہیں گا اسطرح معاشرے میں پلنے والی تہذیبیں زیادہ دیر زندہ نہیں رہتیں۔

بس اگر نکاح خداوند عالم کی رضایت حاصل کرنے کے لئے اور حضرت رسول خدا ﷺ کے تعلیمات کے مطابق انجام دے تو اس صورت میں اس کے بہت زیادہ فائدے اور برکات ہیں لیکن اگر یہ مقاصد مد نظر نہ ہو تو اس صورت میں ممکن ہے کہ فائدہ سے زیادہ نقصان ہو جب اس کا مقصد صرف شہوت نفسانی ہو۔

محبت ورحمت:

کسی معاشرے کے قیام اور بقا کے لئے محبت اور رحمت کا ہونا انتہائی اہمیت کی حامل ہے اسی لئے اللہ پاک نے اس معاشرے کی بنیاد کو مضبوط کرنے کے لئے نکاح کو باعث مودت اور رحمت قرار دے۔

اس کے بارے مین ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

> "چونکہ عورت اور مرد کا تعلق صالح تمدن کے لئے ضروری ہے اس تعلق کو وقتی اور ہنگامی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر ایک پائیدار اور مضبوط بندھن کی حیثیت دینی چاہے۔یہ بندھن دراصل اس گہرے رابط و تعلق کی علامت ہے جو سکون کی خاطر اور اطمینان قلب کا باعث ہے قرآن پاک اس مودت ورحمت کو اس تعلق کی بنیاد بھی قرار دیتا ہے اور نتیجہ بھی"۔[1]

انسانی زندگی کی بقا کا واحد ضامن سکون قلب ہے اگر اس سکون کو نکال کر زندگی گزرنا چاہے تو ممکن نہیں ہے اسی لئے اللہ پاک نے نکاح کا بنیادی مقصد سکون کو قرار دیا۔آج دنیا میں بہت زیادہ خودکشیاں عام ہوتی جا رہی ہے اس کی وجہ سکون کا چھین جانا ہے اب اہم بات نکاح کے بنیادی مقصد کو سمجھنے کی ضرورت ہے نکاح کو صرف شہوت کی تسکین اور نسل انسانی کی بقا کا ذریع ہی نہیں سمجھنا چاہے بلکہ یہ معاشرے کی جان ہے اس کے بغیر معاشرہ تباہ کاری کی

1۔اسلام کا معاشرتی نظام،ڈاکٹر خالد علوی،الفیصل ناشران وتاجران کتب،لاہور ص:۱۸۰

طرف جائے گا۔ میاں بیوی کے درمیان جھگڑے اور فساد صرف ان دونوں تک باقی نہیں رہتا ہے بلکہ ان کی اولاد کی طرف منتقل ہوتا ہے اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے جس سے معاشرہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے لہذا نکاح کے بنیادی مقصد کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے جس کی طرف قرآن پاک میں فرمایا:

﴿ وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ [1]

ترجمہ: اور یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے ازواج پیدا کیے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے مابین محبت اور مہربانی پیدا کی، غور و فکر کرنے والوں کے لیے یقینا ان میں نشانیاں ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ شیخ محسن علی نجفی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا: تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو۔ اگر زوجہ نوع انسان سے نہ ہوتی تو وہ سکون حاصل نہ ہوتا جو انسان اور اپنی ہم نوع ہونے کی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔ آیت کے اس جملے سے واضح ہوا کہ مرد زوجہ کے بغیر بے سکون ہے، ناقص ہے اور ایک مضطرب الحال مخلوق کامل نہیں ہوتی۔ وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً: اللہ نے زوج و زوجہ کے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کی۔ مجمع البیان میں آیا ہے۔ مودۃ کے معنی محبت اور رحمۃ کے معنی مہربانی و شفقت ہے۔ محبت کی وجہ سے یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے کشش رکھتے اور قریب آجاتے ہیں اور رحمۃ کی وجہ سے ایک دوسرے کی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہیں۔ چونکہ شفقت و مہربانی کی نوبت ضرورت اور احتیاج کی صورت میں پیش آتی ہے لہذا زوجین میں سے ہر ایک کو دوسرے کے لیے مہربان بنا دیا۔[2]

معارف القرآن میں مفتی رحمۃ اللہ مذکورہ آیت کی تفسیر فرماتے ہیں:

"انسان ہی کے جنس سے اللہ نے عورتیں پیدا کی ہیں جو مردوں کی بیبیاں بنیں، ایک ہی مادہ سے ایک ہی جگہ میں ایک ہی غذا سے پیدا ہونے والے بچوں میں دو مختلف قسمیں پیدا کیں جن کے اعضاء و جوارح، صورت و سیرت، عادت و اخلاق میں نمایاں تفاوت و امتیاز پایا جاتا ہے۔ عورتوں

1۔ سورۃ روم ۲۱

2۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، سورۃ روم ۲۱

کی تخلیق کی حکمت و مصلحت لتسکنوا الیھا ہے۔"[1]

عورت کا وجود وجہ سکون و اطمنیان ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کے مزاج کی تمکینیت کے لئے جوڑوں کی صورت میں پیدا کی۔

جس گھر پر سکون و اطمینان ہو وہ گھر دینا میں جنت ہوتی ہے جس گھر میں سکون و اطمینان نا ہو اس گھر میں سب کچھ ہو کر کچھ نہیں ہوتا ہے اور یہ سکون صرف شرعی طور طریقہ سے نکاح ادا کرنے سے حاصل ہوتا ہے صرف جانوروں کی طرح وقتی خواہش پوری کر لینے کا نام سکون نہیں ہو سکتا کیونکہ نکاح کے ذریعے اللہ پاک نے ان دونوں کے دل میں محبت اور مودت کو پیدا کیا ہے یہاں اللہ پاک نے دو لفظ اختیار فرمایا ایک مودت اور دوسرا رحمت ممکن ہے اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ مودت کا تعلق جوانی کے اس زمانے سے ہو جس میں طرفین کی خواہشات ایک دوسرے سے محبت و الفت پر مجبور کرتی ہیں اور بڑھاپے میں جب یہ جذبات ختم ہو جاتے ہیں تو باہمی رحمت و ترحم طبعی ہو جاتا ہے۔

نکاح کے ذریعے سکون حاصل کرنے کے لئے سب سے اہم کام یہ ہے کہ ایسی زوجہ کا انتخاب کرے جو سکون دے سکتی ہو اس کے لئے ایسی لڑکی ہو جو ایمان دار ہو صالحہ ہو پاک دامن ہو حیا اور عفت کا ضامن ہو البتہ مرد کو بھی چاہے خود میں بھی یہ تمام خصوصیات موجود ہوں کیونکہ گھر کا سکون دونوں جوڑوں کے آپس میں تعاون سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

صالحہ عورت کو انتخاب کرنے کی تاکید اس لئے کی جاتی ہے کیونکہ عموما مرد کی طرف سے عورت کو رشتہ بھیجا جاتا ہے اور ساتھ ہی اولاد کی تربیت بھی عورت کرتی ہے ورنہ جو شرائط عورت کے لئے بیان کیا جاتی ہیں وہ سب مرد میں بھی ہونا چاہے اور اگر عورت صالحہ نہ ہو تو اولاد سالم بھی ہی مشکل ہو جاتا ہے اس لیے احادیث شریف میں صالحہ عورت کی انتخاب پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ : لِمَالِهَا ، وَلِحَسَبِهَا ، وَجَمَالِهَا ، وَلِدِينِهَا ، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ))۔[2]

ترجمہ: شادی کے لئے عورت کی چار چیز دیکھی جاتی ہیں ،مال، نسب، خوبصورتی، دین تجھے دین دار کو انتخاب کرنا چاہے اگر تم نہ مانے تو تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں گے۔

1۔ معارف القرآن، شفیع محمد عثمانی، ص:۷۳۵/۶۔۷۳۶

2۔ صحیح بخاری باب الاکفاء فی الدین، حدیث: ۵۰۹۰، ص:۳۶۰/۳

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَلَيْسَ مِنْ مَتَاعِ الدُّنْيَا شَيْءٌ أَفْضَلَ مِنْ الْمَرْأَةِ الصَّالِحَةِ))۔[1]

ترجمہ: دنیا نفع اٹھانے کی چیز ہے اور نیک عورت سے بڑھ کر فضیلت والی کوئی چیز متاع دنیا میں نہیں ہے۔

دین کا تحفظ:

اس دین کامل نے نظام دیا ہے یعنی اسلام نے بہت سے موارد سے اجتناب کرنے کے لئے کہا ہے تو ساتھ ہی اس کے نعم البدل بھی عطا کیا ہے: اور انسانی فطری تمام تقاضا پورے کرنے کے تمام راہ مکمل کھول رکھا ہے وہ بھی شرعی راہ پر اور ساتھ ہی اس میں خیر و برکت عطا فرمایا ہے۔

ان میں سے ایک اہم شرعی حد نکاح ہے جس کے ذریعے انسانی ضرورت پورا کرنے کا بہترین مواقع دی تو ساتھ ہی ثواب کا وعدہ بھی عطا فرمایا اور نکاح کی ترغیب بھی دی اور بہت زیادہ تاکید بھی فرمائی:

نکاح کی ترغیب و تاکید کے متعلق یہ حدیث نبوی بڑی اہمیت کی حامل ہے:

((مَنْ رَزَقَهُ اللهُ امْرَأَةً صَالِحَةً فَقَدْ أَعَانَهُ عَلَى شَطْرِ دِينِهِ، فَلْيَتَّقِ اللهَ فِي الشَّطْرِ الْبَاقِي))[2]

ترجمہ: جسے اللہ نیک بیوی عطا فرمائے تو اس کا نصف دین مکمل ہو جاتا ہے، پھر باقی نصف کے بارے میں اسے اللہ سے ڈرنا ہے۔

مزید ارشاد ہے:

((مَنْ تَزَوَّجَ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الْإِيمَانِ، فَلْيَتَّقِ اللَّهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي)).[3]

ترجمہ: جب بندہ شادی کر لیتا ہے تو وہ اپنا نصف دین مکمل کر لیتا ہے، پھر اسے باقی نصف کے بارے میں اللہ سے ڈرنا چاہیے۔

شادی کو اسلام میں وہ مقام حاصل ہے کہ اس رشتے کو جوڑنے اور توڑنے میں کھیل و تماشہ اور ہنسی و مذاق کی گنجائش نہیں ہے، ارشاد نبوی ہے "تین کام ایسے ہیں کہ اس سلسلے میں سنجیدگی حقیقت ہے اور ہنسی مزاح بھی حقیقت ہے، نکاح، طلاق اور رجعت۔[4] یعنی اگر کوئی شخص کسی عورت سے مذاق میں نکاح کرتا ہے، جیسے آج کل فلموں اور

1۔ابن ماجہ، سنن ماجہ، باب افضل النساء، حدیث ۱۸۵۵، دار احیا، التراث العربی، ۱۹۷۵م، ۱۳۹۵ھ، ص: ۱۵۹/۱

2۔المستدرک علی الصحیحین، امام حافظ عبداللہ الحاکم النسابوری، دار المعرفت بیروت، لبنان/ ۱۶۰

3۔مستدرک علی الصحیحین، امام ابو عبداللہ الحاکم النیساوری، ص: ۱۶۱/۲

4۔سنن ابی داود، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر ببن شداد بن عمرو، الازدی، : رقم الحدث: ۱۸۳۳ ص: ۲۲۰/۲،

ڈراموں میں عام ہے تو یہ حقیقت میں نکاح منعقد ہو جاتا ہے بشرطیکہ دیگر شرائط نکاح موجود ہوں، اسی طرح اگر کوئی بیوی کو مذاق میں یہ کہتا ہے کہ تجھے طلاق تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی، اِسی پر رجعت کو قیاس کرلیں۔ اور اگر کوئی شخص اس رشتے میں بندھے جوڑے کے درمیان فساد ڈالتا ہے تو نبی رحمت ﷺ کا اس سے اعلان براءت ہے۔

"وہ ہم میں سے نہیں ہے جو کسی کی بیوی کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکائے اور غلام کو اس کے آقا کے خلاف بھڑکائے"۔[1]

زیرِ بحث حدیث سے بھی شادی کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ شادی کو اسلام میں دین کا ایک حصہ بلکہ ایک بڑا حصہ ہونے کی حیثیت حاصل ہے لہذا ہر صاحبِ اِستطاعت کو چاہئے کہ وہ شادی کرے، عالی تعلیم، اونچی نوکری اور کثیر مال کا حصول اس میں رُکاوٹ نہیں بننا چاہئے ممکن ہے کہ نکاح کی برکت سے اللہ تعالیٰ تنگ دستی کو اپنے فضل سے وسعت و فراخی میں بدل دے، اس حدیث میں نکاح کو نِصف ایمان یا نصف دین یا تو نکاح پر ترغیب اور اہمیت کے پیش نظر کہا گیا تاکہ لوگ اس کی اہمیت کو سمجھیں اور اس میں کوتاہی نہ کریں یا پھر اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر دینی و دنیاوی طور پر انسان کی بربادی یا تو پیٹ کے لئے ہوتی ہے یا پھر شرمگاہ کے لئے بلکہ یہ عمومی طور پر دیکھا جاتا ہے کہ انہیں دونوں کام کی فکر و سعی میں پڑ کر لوگ دین سے دوری اختیار کرتے ہیں لہذا فرمایا گیا کہ اگر کسی نے شادی کرلی اپنے نصف دین کو محفوظ کر لیا لہذا باقی نصف کے حفاظت کی بھی فکر کرنی چاہئے، اس سے واضح ہوا کہ اسلام میں شادی صرف شہوت رازی کا ذریعہ نہیں ہے اور نہ ہی وہ خانہ بربادی اور انسانی آزادی پر پابندی ہے جیسا کہ بعض جاہل لوگ تصور کرتے ہیں بلکہ یہ ایک مبارک عمل اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی سنت ہے، البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر شادی کرنے والا مذکورہ بالا فضیلت کو حاصل بھی کرلے، مذکورہ فضیلت کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ شادی میں درج ذیل امور کو مدنظر رکھا جائے:

1. شادی محض جِنسی خواہش کے پورا کرنے کا نام نہیں بلکہ تکمیلِ فرد کا ایک فطری شرعی اور لازمی حصہ ہے، اور اللہ کے افضل ترین بندے حضرت محمد مصطفی ﷺ کی سُنّت ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

"نکاح میری سنت ہے اور جو میری سنت پر عمل نہ کرے وہ ہمارے طریقے پر نہیں ہے"[2]

مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

1۔ مستدرک علی الصحیحین، امام ابوعبداللہ الحاکم النیساوری، ص: ۱۶۱/۲

2۔ مستدرک علی الصحیحین، امام ابوعبداللہ الحاکم النیساوری، ص: ۱۶۱/۲

"تمہیں چاہئے کہ تم شادی کرو کیونکہ اس امت کے سب سے افضل شخص (یعنی رسول اللہ ﷺ) سب سے زیادہ بیویوں والے تھے"۔[1]

2. زنا و فواحش سے اپنی پاکدامنی مقصود ہو تاکہ دیگر دنیاوی ضروریات اور بعض بیماریوں سے نجات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد کا حق دار ٹھہرے۔ "جو شخص عفت و پاکدامنی کے لئے شادی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد ضرور کرتا ہے"۔[2]

3. اولاد کی خواہش و نیت رکھے تاکہ اس کے لئے صدقہ جاریہ اور قیامت کے دن جہنم سے نجات کا ذریعہ ہو۔

"قیامت کے دن بچوں سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ، وہ جواب دیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہوں گے جب تک کہ ہمارے ماں باپ جنّت میں داخل نہ ہو جائیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم لوگ اور تمہارے ماں باپ سب کے سب جنت میں داخل ہو جاؤ"[3]

4. دیندار اور شکر گزار عورت سے شادی کرے: ایک بار صحابہ نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ہم کون سا مال حاصل کرنے کی کوشش کریں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

"تمہیں چاہئے کہ شُکر کرنے والا دل اور ذکر کرنے والی زبان حاصل کرو اور ایسی نیک مومن بیوی جو آخرت کے معاملات میں تمہاری مدد کرے۔[4]

واقعہ یہ ہے کہ زیادہ تر گناہوں کا صدور منہ اور شرم گاہ کے ذریعے سے ہوتا ہے، اسی وجہ سے ان دونوں اعضاء کی حفاظت میں جنت کی ضمانت ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے:

((مَنْ وَقَاهُ الله شَرَّ اثنتين وَلَجَ الجنة:))[5]

ترجمہ: جسے اللہ جبڑوں کے درمیان کی چیز زبان اور پیروں کے درمیان کی چیز شرم گاہ کے شر سے بچالے وہ جنت میں جائے گا۔

،1۔ المقنع في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني، موفق الدين أبو محمد عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة المقدسي، المحقق: محمود الأرناؤوط - یاسین محمود الخطیب، مکتبہ السوادی التوریخ جدہ، سعودی، ص ۳۴

2۔ مشکوۃ المصابیح، امام ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب، الکتاب الطلاق، مکتبہ اسلامیہ، ص: ۲۸۳

3 مستدرک علی الصحیحین، امام ابو عبد اللہ الحاکم النیساوری، ص: ۳۰۵/۲

4۔ ابن ماجہ، سنن ماجہ، باب افضل النساء، حدیث ۱۸۵۵، ص: ۱۵۹/۱

5۔ بحار الانوار، محمد باقر مجلسی، محفوظ بک ایجنسی، ص: ۴۵۳/۶۴

پس جب انسان نکاح کی بدولت سے شرم گاہ کے گناہوں سے بچ جاتا ہے تو گویا یہ ایسا ہے کو کہ اس نے آدھے دین کی حفاظت کی ہے۔اسی طرح جب وہ اپنی زبان کو بھی گناہوں سے محفوظ کرتا ہے تو گویا ایسا ہے کہ اب اس نے پورا دین بچایا ہو،اسی لیے حضرت طاؤس کا فرمان ہے:

((«لَا يَتِمُّ نُسُكُ الشَّابِّ حَتَّى يَتَزَوَّجَ»)) [1]

ترجمہ: نوجوان کی عبادت نکاح کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتی۔

کسی بھی شخص کے نکاح سے قبل اور نکاح کے بعد میں انجام دی جانے والی عبادات کے اجر میں فرق ہوتا ہے۔

1۔الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار, امام حافظ ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ, ص:۴/۱۲۷

باب سوم

معارف القرآن اور الکوثر فی تفسیر القرآن میں طلاق کے احکام

فصل اول: طلاق کا مفہوم، شرعی حیثیت، اقسام اور شرائط

فصل دوم: طلاق کے احکام

فصل سوم: طلاق کے معاشرے پر اثرات

فصل اول

طلاق کا مفہوم، شرعی حیثیت، اقسام اور شرائط

مبحث اول: طلاق کا مفہوم

مبحث دوم: طلاق کی اقسام وشرائV

مبحث اول

طلاق کا مفہوم

علما اور فقہا نے طلاق کی مختلف تعریفیں کی ہے۔ ان تمام تعریفوں میں مشترک امر قید نکاح کو ختم کرنا ہے۔ اس ضمن میں بعض تعریف حسب ذیل ہیں:

طلاق المراة یکون بمعنیین:احدهما : حل عقدة النکاح، والاخر: بمعنی الترک والارسال:

عورت کی طلاق کے دو طرح کے معنی ہیں:

1. نکاح کی گرہ کو کھول دینا۔
2. ترک کر دینا، چھوڑ دینا۔

لسان العرب میں آیا ہے کہ طلاق کا تعلق مردوں سے ہے اور عدت کا تعلق عورتوں سے ہے۔[1]

طلاق کا معنی چھوڑ دینا اور ترک کر دینا ہے۔[2]

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ:

لغت میں طلاق کا معنی "بندھن کو کھول دینا ہے یہ لفظ طلاق سے مشتق ہے جس کا معنی یہ ہوگا چھوڑ دینا اور ترک کر دینا۔[3]

طلاق کے معنی لغت میں قید کو کھول دینے کے ہیں اس میں فرق نہیں ہے کہ یہ بندش محسوس ہو جیسے گھوڑے کی بندش یا غیر محسوس ہو جیسے نکاح بندش ہے نکاح وہ بندھن ہے جو شوہر اور بیوی کے درمیان ہوتا ہے چنانچہ لغت کی رو سے عربی میں کہا جاتا ہے کہ " **طلق الناقة طلاقا**"اونٹنی کو چھوڑ دیا گیا۔

جبکہ اس کی بندش کو کھول دیا جائے اور اس کو چھوڑ دیا جائے اسی طرح جب عورت سے علیحدگی ہو جائے تو کہتے ہیں" **الطلقها اطلاقا** " اور **طلقت المراة** "بہ تخفیف لام پیش اور زبر کے ساتھ غرض لفظ طلاق مادہ **طلقا بفتح لام بضم لا غیر مشدد** کا مصدر ہے جیسے لفظ "فساد" جو طلاق کا ہم وزن ہے لیکن لفظ تطلیق، طلق بہ تشدید لام کا مصدر تسلیم اور کلم کا تکلیم ہے۔ اور لفظ تطلیق بھی بندش ہٹانے کے معنوں میں لفظ طلاق کی طرح استعمال ہوتا

1۔ لسان العرب، علامہ ابی الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی، ص: ۱۳۶/۲

2 ۔ کتاب العین، ابی عبد الرحمن الخلیل بن احمد الفراھیدی، موسسہ الاعلمی للمطبوعات بیروت، لبنان، ص: ۸۷/۵

3 ۔ لسان العرب، علامہ ابی الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی، ص: ۱۳۶/۲

ہے چنانچہ کہتے ہیں۔" **طلق الرجل امراۃ طلاقا**" بتشد دلام یہاں پر لفظ طلاق اسم مصدر ہے جو تطلیق کے معنی میں ہے اس سے واضح ہوا کہ لغت میں طلاق یا تطلیق عقد نکاح کے توڑ دینے کے بارے میں استعمال ہوتا ہے اسی طرح جیسے اس محسوس بندھن کھول دینے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔[1]

طلاق لغت میں قید و بندش کھول دینے کا نام ہے اور یہ لفظ : اطلاق : سے ماخوذ ہے ۔ اہل عرب کہتے ہیں"**اطلقت ابلی واسیری**" میں نے اپنے اونٹ اور قیدی کو چھوڑ دیا۔**وطلقت امراتی**۔۔ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اس طرح اہل عرب کے نزدیک لفظِ اطلاق اور طلاق دونوں یکساں ہیں۔ البتہ اہل لغت نے دونوں کے استعمال میں یہ فرق کیا ہے کہ لفظ طلاق صرف عورتوں کے لیے استعمال کرتے ہیں اورِ اطلاق عورتوں کے علاوہ جانور اور قیدی وغیرہ کو چھوڑنے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں[2]

فقہ جعفریہ کے مطابق طلاق لغت میں علیحدگی، آزاد کرنا، ترک کرنا، مفارقت اور جدایی کے معنی میں آتا ہے۔[3]

طلاق کا اصطلاحی معنی:

علامہ ابن نجیم طلاق کا فقہی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"**رفع قيد النكاح حالا او مالا بلفظ مخصوص -- لاءن المراد به ما اشتمل على مادة الطلاق صريحا و كنايه** "[4]

نکاح کی قید کو اٹھادینا، طلاق ہے۔الفاظ مخصوصہ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو مادہ نفس طلاق پر صراحت یا کنایہ مشتمل ہوں۔[5]

طلاق، نکاح کی گرہ کھول دینے کو کہتے ہیں امام الحرمین کا کہنا ہے کہ جاہلیت میں بھی اس کام کے لئے اس لفظ طلاق کو ہی استعمال کیا جاتا تھا اور شریعت محمدی نے بھی اسی کو برقرار رکھا۔[6]

طلاق کا مطلب نکاح کا زائل ہو جانا یا خاص الفاظ کے ساتھ عقد کے حل ہونے میں نقصان کا لاحق ہوتا ہے

---

1 ۔الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیہ،ابی نصر اسماعیل بن حماد الجوھری، ص:۶۷/۷

2 ۔لسان العرب، علامہ ابی الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی، ص:۱۳۶/۲

3 ۔فرہنگ معاصر عربی-فارسی، ص۴۰۲.

4 ۔البر الرائق کنز الد قائق، ابن نجیم المصری، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ص ۲۵۲/۳

5 ۔تبیان القرآن، الطبع الثانی عشر، ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء ص:۸۱۱/۱

6 ۔لسان العرب، علامہ ابی الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی، ص:۱۳۶/۲

نکاح زائل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ کے لئے بیوی اس پر حرام ہو جائے گی یہ اس صورت میں ہے جب تین طلاق واقع ہو گئی ہو لیکن اگر طلاق ثلاثہ نہ ہو تو مکمل حرام نہیں ہوتی ہے طلاق رجعی وغیرہ میں۔ طلاق رجعی نکاح کو نہیں توڑتا بلکہ طلاق کی تعداد کو کم کر دیتا ہے جس سے عقد نکاح حل کرنے میں نقص رہ جاتا ہے طلاق رجعی کی صورت میں عدت کے دوران رجوع کر سکتا ہے اور مباشرت بھی کیا جاسکتا ہے یہی مباشرت رجوع تصور ہو گا۔[1]

نکاح سے پیدا ہونے والی حلت اور قید و بندش کو مخصوص الفاظ کے ذریعہ ختم کر دینے کا نام طلاق ہے۔اور مخصوص الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو؛ط،ل،ق کے مادہ پر مشتمل ہو وہ اپنے مفہوم میں صریح ہو جیسے **انت طالق**۔یا طلاق کے ساتھ کسی اور معنی کا بھی احتمال رکھتا ہو یعنی کنایہ ہو جیسے **انت مطلقة** لام پر تشدید کے بغیر۔

شرعی اصطلاح میں طلاق کے معنی ہیں کہ شوہر کی جانب سے اصالتاً۔وکالتاً، نیابتاً یا تفوِیضاً مخصوص الفاظ کے ساتھ یا **بالکنایه فی الفور یا بالتیجه** رشتہ ختم کرنے کا نام طلاق ہے[2]

طلاق میں عورت کو یہ حق تفویض کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے بارے میں فیصلہ کرے۔[3]

طلاق کی تعریف: صحابہ کرام وفقہائے کے نزدیک

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی طلاق کی تعریف بیان فرمایا ہے۔

نکاح کی وجہ سے حاصل شدہ ملک کو ختم کر دینا طلاق کہلاتا ہے۔[4]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ طلاق کی تعریف اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

نکاح کے بندھن کو کھول دینا یہ طلاق ہے۔[5]

امام مالک رضی اللہ عنہ طلاق کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

طلاق خاوند کی اس صفت حکمیہ کا نام ہے جس سے خاوند کا اپنی بیوی سے سیر اب ہونا جو کہ حلال ہے وہ ختم ہو جاتا ہے۔

---

1 ۔کتاب الفقہ، منظور احسن عباسی، ص: ۳۴۵/۴

2 ۔کتاب المبسوط، ابی بکر محمد بن ابی سہیل الرخی الحنفی التوفی سنہ ۴۹۰، تحقیق ابی عبداللہ محمد حسن محمد حسن اسماعیل الشافعی، مکتب رشیدیہ کرکی روڑ کوئٹہ بلوجستان، کتاب طلاق، ص: ۲/۶

3 ۔الانتصار والرد علی ابن الروندی الملحد، ابی الحسین عبدالریحم بن محمد بن عثمان الخیاط المعتزلی، موسسہ النشر الاسلامی التابعۃ لجماعۃ المدرسین بقم المقدس، ص: ۳۴۰

4 ۔فقہ حضرت ابو بکر صدیق انسائیکوپیڈیا، ج:76/1

5 ۔فقہ حضرت عمر انسائیکوپیڈیا، ج38/1

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تعریف بیان فرمایا ہے:

کہ عقد نکاح کا ختم کرنا صرف طلاق سے ممکن ہے پھر اگر نکاح سے مراد عقد ہے تو نکاح میں اضافت بیانہ مانی جائے گی دوسرے الفاظ میں ان سے نکاح کو ختم کرنا کہیں گے اگر نکاح سے مراد مباشرت ہو تو یہ اضافت حقیقی ہو گی اور اس کے معنی اس عقد کو توڑنے کے ہیں۔ جس سے مباشرت حلال ہو جاتی ہے۔

فقہ جعفری کے مطابق طلاق کے اصطلاحی تعریف:

دینی اصطلاح میں خاص شرائط کی رعایت کرتے ہوئے مخصوص صیغہ کے ساتھ میاں بیوی کا ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کرنے کو طلاق کہا جاتا ہے۔ طلاق ایقاعات میں سے ہے عقود میں سے نہیں ہے بنابراین ایک شخص (مرد) کی جانب سے انجام پاتاہے اور عورت کی جانب سے قبول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔[1]

طلاق کی شرعی حیثیت:

اسلام کی نگاہ میں نکاح کا رشتہ ایک پاکیزہ پائیدار اور مضبوط رشتہ ہے اسلام یہ چاہتا ہے کہ مرد و عورت جب نکاح کے اس پاکیزہ بندھن میں بندھ جائیں تو پھر یہ رشتہ ابدی اور دائمی طور پر باقی رہے معمولی نااتفاقی اور معمولی ناچاقیوں کی وجہ سے اس رشتے میں دراڑیں ہوں کیونکہ اس کے اثرات دیرپا اور دوررس ہوتے ہیں جو کہ معمولی نااتفاقی کی وجہ سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے تو اس کے اثرات نہ صرف مرد اور عورت پر پڑتے ہیں بلکہ اولاد کی تباہی و بربادی بلکہ بسااوقات خاندانوں اور قبیلوں میں اس کی وجہ سے دشمنی اور عداوت کی نوبت آتی ہے جب دونوں ساتھ رہے گا تو کبھی کبھی معاملات میں اختلاف لازمی طور پر ہونا ہے تو اس صورت میں فریق واحد کو صبر و تحمل سے کام لینا ہو گا ورنہ معاملہ زیادہ خراب ہو گا اس طرح عورت اور مرد دونوں کو برداشت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے جہاں تک ممکن ہو معاملات کو گفت و شنید سے حل کریں اور عورت جو چھوٹی چھوٹی بات پر طلاق کا سوال نہ کریں اور اسلام میں عورت کو طلاق کے سوال کرنے سے منع کیا ہے اور حدیث پاک میں آیا ہے کہ

((أيُّما امرأةٍ سألَتْ زوجَها طلاقَها في غيرِ ما بأْسٍ ؛ فحرامٌ عليها رائِحَةُ الجنةِ)) [2]

ترجمہ: جو عورت بلا وجہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

اسلام نے طلاق کے جو عادلانہ نظام مقرر کیا ہے وہ افراط و تفریط سے پاک ہے اسلام نے طلاق کو نہ بالکل حرام قرار دیا ہے نہ اس کی بے لگام اجازت دی ہے شریعت اسلامیہ میں طلاق مباح ہے مگر تمام حلال کاموں میں سے

1۔ جواہرُ الکلام فی شَرحِ شَرائعِ الاسلام، محمد حسن نجفی، مؤسسۃ التاریخ العربی، بیروت، لبنان، ص: ۲/۳۲

2۔ سنن الترمذی، الترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی، : رقم الحدیث ۱۱۸۴، ج۳،

سب سے ناپسندیدہ قرار دی ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

(("أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ الطَّلَاقُ"[1]))

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک مباحات میں سے ناپسندیدہ مباح طلاق ہے۔

طلاق خود رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں واقع ہوئی ہے بلکہ آپ ﷺ خود نے جناب حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی بعد میں وحی نازل ہوئی کہ آپ ﷺ رجوع کریں تو آپ ﷺ نے رجوع فرمایا اور اس طرح بہت سے اصحاب کرام نے صیغہ طلاق جاری کیا ہے لیکن علماء کا ایک گروہ اس کو جائز نہیں سمجھتا مگر صرف جہاں سخت ضرورت ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ روایات میں طلاق دینے والے یا طلاق لینے والے پر لعنت کی ہے اس کے علاوہ اس سے کفران نعمت لازم آتا ہے کیونکہ نکاح اللہ کی نعمت ہے اپنے بندوں پر جس طرح ارشاد رب العزت ہے:

﴿ وَمِنْ ءَايَـٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا ﴾[2]

ترجمہ: اور یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے ازواج پیدا کیے۔

اسی طرح دیگر آیات کریمہ میں آتا ہے

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ ٱلشَّهَوَٰتِ مِنَ ٱلنِّسَآءِ ﴾[3]

ترجمہ: لوگوں کے لیے خواہشات نفس کی رغبت مثلاً عورتیں۔

پس کفران نعت کرنا حرام اور طلاق دینا یہ کفران نعمت ہے یہ جائز نہیں ہے مگر جہاں ضرورت ہو وہاں جائز ہے۔

ان کی بات درست نہیں ہے کیونکہ کفران نعمت اس وقت تک ہے جب دونوں کے اخلاق موافق ہو دونوں ایک دوسرے سے خوش ہوں اور لیکن اگر ان دونوں کے درمیان موافق نہیں تو نکاح کا جاری رکھنا نہ صرف نعمت نہیں ہوگی بلکہ زحمت ہوگی اور موجب تکلیف ہوگی پس طلاق مباح ہے عند عامۃ العمل کے نزدیک۔[4]

قرآن کریم میں طلاق کو جائز قرار دیا ہے۔

1۔سنن ابن ماجه,دار الرسالة العالمية،الطبعة: الأولى، 1430 ھ ،ص:۱۸۰/۳

2۔ سورۃ روم ۲۱

3۔ سورۃ آل عمران ۱۴

4۔ کتاب المبسوط، ابی بکر محمد بن ابی سہیل الرخی الحنفی، کتاب طلاق، ص: ۶/۵

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا۟ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُۥ ۚ وَلَا تَتَّخِذُوٓا۟ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ هُزُوًا ۚ وَٱذْكُرُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ أَنزَلَ عَلَيْكُم مِّنَ ٱلْكِتَٰبِ وَٱلْحِكْمَةِ يَعِظُكُم بِهِۦ ۚ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ﴾.[1]

ترجمہ: اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو انہیں یا تو شائستہ طریقے سے نکاح میں رکھو یا شائستہ طور پر رخصت کر دو اور صرف ستانے کی خاطر زیادتی کرنے کے لیے انہیں روکے نہ رکھو اور جو ایسا کرے گا وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا اور تم اللہ کی آیات کا مذاق نہ اڑاؤ اور اللہ نے جو نعمت تمھیں عطا کی ہے اسے یاد رکھو اور یہ (بھی یاد رکھو) کہ تمہاری نصیحت کے لیے اس نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی اور اللہ سے ڈرو اور یہ جان لو کہ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ طلاق دینا ایک مباح کام ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا جب طلاق دو تو یا تو عدت کے دوران رجوع کر وا گر ساتھ رہنا چاہتے ہو یا تو شائستہ طور پر رخصت کرو۔ ستانے کی خاطر رجوع کرنا طلاق دئے بغیر رکھنا آیات خداوندی کا مذاق اور ظلم ہے۔[2]

شریعت نے طلاق کو حلال قرار تو دیا ہے؛ لیکن اس کو سب سے زیادہ مبغوض اور غیر پسندیدہ حلال اور مباح عمل کہا ہے:

حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقَهَا مِنْ غير بَأْسٍ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ)) [3]

ترجمہ: جو عورت بلاوجہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

آپ نے نکاح کا حکم دیا اور طلاق سے منع فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُحِبُّ الذَّوَّاقِينَ وَلَا الذَّوَّاقَاتِ)) [4]

ترجمہ: اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح مزہ چکھنے اور ایک عورت یا مرد کی لذت اٹھا کر پھر اس سے جدائیگی اختیار

1۔ سورۃ البقرہ ۲۳۱

2۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، سورۃ البقرہ ۲۳۱

3۔ سنن الترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی: رقم الحدیث ۱۶۵۵، ص ۱۳۳ : ۳

4۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي نور الدين، المحقق: محمد عبد القادر أحمد عطا، الناشر: دار الكتب

کرنے والے مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

((لَيْسَ شَيْءٌ مِمَّا أَحَلَّ اللَّهُ أَبْغَضُ إِلَى اللَّهِ مِنَ الطَّلَاقِ))[1]

ترجمہ: خداوند عالم نے طلاق سے زیادہ منفور شئی کو حلال نہیں فرمایا ہے۔

اسلام میں طلاق کو منفور ترین حلال کا نام دیا گیا ہے یعنی اسلام طلاق کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، جس سے عرش الٰہی کو زلزلہ آتا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے اسلام کتنا متنفر ہے طلاق سے۔[2] ۱۲۰۰ سے زائد احادیث طلاق اور اس کے احکام سے متعلق وارد ہوئی ہیں۔

طلاق کا لفظ ۱۴ دفعہ قرآن میں استعمال ہوا ہے اور ان میں سے اکثر ان موارد کی طرف اشارہ ہے جن میں طلاق کا صیغہ جاری ہوا ہو اور عورت عدّت گزار رہی ہو اور مستقیم یا غیر مستقیم طور پر انہیں مشترک زندگی کی طرف لوٹ آنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر سورہ بقرہ میں ۱۲ دفعہ "معروف" کا لفظ تکرار ہوا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں دوسروں کے حقوق کا احترام کرنا اور ان کے حقوق سے سوء استفادہ نہ کرنا اور ایک محترمانہ اور اچھا طریقہ اختیار کرنے کی کتنی اہمیت ہے۔

سورہ طلاق میں طلاق کے احکام کے علاوہ عدّت طلاق، مطلقہ عورتوں کے نفقہ کا مسلہ، رضاع کے احکام اور شیر خوار بچوں اور دودھ پلانے والی عورتوں کے حقوق بھی مطرح ہوئے ہیں۔ اسی طرح طلاق رجعی کے دوران مطلقہ بیوی کو گھر سے نکال دینے سے منع بھی کی گئی ہے۔

قرآن سورہ نساء میں مردوں کو اپنی بیویوں کو طلاق نہ دینے کی سفارش کرتے ہیں۔ اس حوالے سے ایک دوسرے سے صلح صفائی کو اچھا اقدام قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بعض اوقات تمہاری بھلائی ان بیویوں یا شوہروں میں رکھی ہوتی ہے جنہیں تم پسند نہیں کرتے ہو۔[3] میاں بیوی کے درمیان جھگڑے فساد کی صورت میں بھی قرآن کریم نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ میاں اور بیوی کے خاندان سے ایک ایک داور مل بیٹھ کر مشورت کریں اور مشترک

العلمیة، بیروت، لبنان، باب فیمن یکفر الطلاق، حدیث: ۶۲۷۷، ص: ۲۳۲/۳

1۔ فیض الباری علی صحیح بخاری، محمد اَنور شاہ بن معظم شاہ ،الکشمیری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، الطبعہ الاُولی، 1426ھ، 2005ء، کتاب العِيدَين، باب الْحِرَابِ وَالدَّرَقِ يَوْمَ الْعِيدِ، ص:463/2

2۔ رَوضُ الجِنان ورَوحُ الجَنان فی تفسیر القرآن، جمال الدین ابوالفتوح حسین بن علی بن محمد بن احمد خزاعی رازی، ناشر بنیاد پژوھش ھای اسلامی آستان قدس رضوی، ص: ۷۸/۴

3۔ سورۃ نساء ۱۹۔

زندگی کو جاری رکھنے کی کوئی نہ کوئی صورت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔[1]

آخر میں خداوند عالم میاں بیوی دونوں کو طلاق کے بعد بھی اپنے غیبی خزانوں سے بے نیاز کرنے کا وعدہ دیتا ہے۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم نے ارشاد فرمایا کہ :

((المنتزعات والمختلعات هنّ المنافقات))[3]

ترجمہ: شوہروں سے علیحدگی چاہنے والی اور خلع کا مطالبہ کرنے والی عورتیں نفاق والی عورتیں ہی۔

کیونکہ اس آیت میں فرمایا جب طلاق دو تو یا تو عدت کے دوران رجوع کروا گر ساتھ رہنا چاہتے ہو تو ورنہ شائستہ طور پر رخصت کرو۔

﴿وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا﴾[4]

ترجمہ: ان کو نقصان پہنچانے کے لئے نہ روکو اور جو شخص ایسا کرتا ہے یقیناً اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔

کیونکہ اس نے مخلوق خدا کو ضرر پہنچایا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس شخص کو ضرر پہنچائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حدود مقرر جو فرمایا ہے یہ عبث اور بغیر کسی حکمت کے نہیں ہے بلکہ ان حدود کو حق و صدق اور اہتمام کے ساتھ نازل فرمایا ہے لہذا ان کو کھیل و تماشا بنانے سے منع فرمایا گیا ہے اس آیت کے آخر میں اس سے ڈرو اور یہ جان لو کہ اللہ کر ہر چیز کو علم ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے تمہارے لئے یہ احکام کھول کھول کر بیان کر دیا ہے جو اپنے تمام تر مصالح کے ساتھ ہر زمان و مکان میں جاری و ساری ہیں۔

معارف القران میں مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں؛

چھوڑنا اور قطع کرنا ہی ہو تو وہ بھی قاعدے کے موافق کریں اس قاعدہ کی تفصیلات خود قرآن کریم میں مذکور ہیں باقی تفصیلات رسول کریم ﷺ کے قولی اور علمی بیان سے ثابت ہیں۔[5]

طلاق ایک ناپسندیدہ فعل ضرور ہے مگر ایک حقیقت بھی ہے کہ زندگی کے بعد مراحل میں طلاق کا ہونا نہایت ضروری بھی ہوتی ہے ورنہ زندگی اجیرن بن جاتی ہے اس وقت طلاق میاں بیوی دونوں کے ضرورت بن جاتی

1۔ سورۃ نساء ۳۵

2۔ سورۃ نساء ۱۳۰

3۔ السنن الكبرى، سنن البيهقي الكبرى، أحمد بن الحسين بن علي بن موسى البيهقي أبو بكر، المحقق: محمد عبد القادر عطا، ص: ۲۳۲/۷

4۔ سورۃ توبہ ۱۰۷

5۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، سورۃ توبہ ۳۱، ص: ۵۷۲/۱

ہے لیکن طلاق کے مراحل انے سے پہلے اصلاحی مراحل سے گزرنا چاہے۔

اگر بیوی واقعی نافرمان ہے شوہر کی ہم مزاج بھی نہیں ہے حقوق کے ادائیگی میں کوتاہی کرتی ہے تو اس صورت میں بیوی کو نصیحت کرنی چاہے اس سب کے باوجود وہ اپنے روئے میں تبدیلی نہیں لاتی ہے تو اس صورت میں چند دن کے لئے علحدہ رہنا چاہے پھر شاہد وہ سمجھ جائے۔

قرآن کریم میں ارشاد رب العزت ہے۔

﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ﴾[1]

ترجمہ: مرد عورتوں پر نگہبان ہیں، اس بناپر کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لیے کہ مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے، پس جو نیک عورتیں ہیں وہ فرمانبردار ہوتی ہیں، اللہ نے جن چیزوں (مال اور آبرو) کا تحفظ چاہا ہے، (خاوند کی) غیر حاضری میں ان کی محافظت کرتی ہیں اور جن عورتوں کی سرکشی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو (اگر باز نہ آئیں تو) خواب گاہ الگ کر دو اور (پھر بھی باز نہ آئیں تو) انہیں مارو، پھر اگر وہ تمہاری فرمانبردار ہو جائیں تو ان کے خلاف بہانہ تلاش نہ کرو، یقیناً اللہ بالاتر اور بڑا ہے۔

اس آیت مبارک کے ذیل میں شیخ محسن علی نجفی صاحب لکھتے ہیں:

وَاهجُرُوهُنَّ: اگر نصیحت کارگر ثابت نہیں ہوتی تو دوسرا مرحلہ یہ ہوگا کہ خواب گاہ الگ کر دی جائے اور ہمبستری منقطع کی جائے۔ اس سے سرکش عورت کو تنبیہ ممکن ہے۔ کیونکہ عورت مرد کی خواہش پرستی کی کمزوری سے بخوبی واقف ہے، جس سے سرکش عورت خوب فائدہ اٹھاتی ہے۔ اگر وہ اس کمزوری پر قابو پالے اور عورت کے نزدیک جانا ترک کر دے تو سرکش عورت کے ہاتھ سے یہ ہتھیار نکل جائے گا اور گھر کا نظام پر سکون ہو جائے گا۔[2]

دونوں افراد کے خاندان کے دیندار سمجھدار اور خیر خواہ اور صمیم دل سے اصلاح چاہنے والے افراد پر لازم ہیں ان کے درمیاں صلح کرے۔ اور ان دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے جو نفرت پیدا ہوتی ہے اس کو صلح کے ذریعے محبت میں تبدیل کرے لیکن اگر پھر بھی نفرت ختم نہ ہو بلکہ اضافہ ہو جائے تو اس صورت میں طلاق ہی بہتر ہے۔

1۔ سورۃ النساء ۳۴

2۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، سورۃ النسا ۳۴

حضرت مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس جملے سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں:

مصالحت کرنے والے دونوں نیک نیت ہو۔ اگر دل چاہیں کہ باہم صلح ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی غیبی امداد ہو گئی۔

دوسری بات انہیں دونوں حکموں کو اپنا وکیل مختار یا ثالث بنادیں اور یہ تسلیم کرلیں کہ تم دونوں مل کر جو فیصلہ بھی ہمارے حق میں دو گے ہمیں منظور ہو گا[1]

اگر ان تمام مراحل سے گزر جانے کے بعد بھی مصلحت ممکن نہ ہو تو اس صورت میں طلاق ہی ان دونوں کے لئے خیر ہے۔

فقہ میں طلاق کی شرعی حیثیت:

ا۔واجب

اگر شوہر قسم کھائے کہ وہ بیوی کے پاس نہیں جائے گا تو اس صورت میں فعلا ایک دوسرے سے دور رہنا ہو گا گویا کہ وہ ایک دوسرے کا محرم ہے ہی نہیں تو اس صورت میں دین اسلام مبین نے چار مہینہ کی مہلت دی ہے یا تعلقات کو درست کرلو ورنہ طلاق دے دو۔

اس مدت تک معاملات ٹھیک نہ ہوئے تو اس صورت میں طلاق دینا واجب ہے اور اگر وہ دو افراد جن کے ذمہ ان کے درمیان تعلقات درست کرنے کی ذمہ داری دی تھی اگر یہ طے کرلیں کہ ان کے درمیان تعلقات ممکن نہیں ہے تو اس صورت میں طلاق دینا واجب ہے۔اس لے علاوہ بدکردار کی صورت میں بھی طلاق دینا واجب ہے۔

۲۔ مستحب

اگر بیوی شوہر کے حقوق ادا کرنے سے قاصر ہو اور ساتھ میں بیوی کا اخلاق بھی ٹھیک نہ ہو اور فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی ہو اس صورت حال میں طلاق دینا ہی ان دونوں کے لئے بہتر ہے۔

۳۔ حرام

طلاق بدعی، یعنی ہم بستری کے بعد حالت حیض میں، یا ایسے طہر میں طلاق دینا حرام ہے جس میں عورت

1۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، سورۃ النسا ۳۴، ص: ۲/۴۰۴

سے ہم بستری کی گئی ہو۔

۴۔مکروہ

جب میاں بیوی کے تعلقات معمول کے مطابق ہوں اور ساتھ میں کوئی کسی قسم کی بگاڑ یا خرابی نہ ہو اور دونوں حقوق ادا کر رہے ہوں تو ان حالات میں بلا ضرورت طلاق دینا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے

۵۔مباح

جب بیوی کو بد اخلاقی یا عدم موافقت کی بناء پر طلاق دی جائے، یا اس سے کوئی نقصان پہنچ رہا ہو تو اس کے سبب یا کسی اور ضرورت کے تحت طلاق دی جائے تو یہ مباح ہے۔[1]

1۔ نهاية المحتاج الى شرح المنهاج، شمس الدين محمد بن أبي العباس أحمد بن حمزة شهاب الدين الرملي، دار الفكر، بيروت، ص: ۶/۴۱۴

مبحث دوم

طلاق کی اقسام اور شرائط

طلاق کی اقسام:

طلاق کی اصل میں دو قسم ہیں:

- طلاق سنت
- طلاق بدعت،

پھر طلاق سنت کے دو اقسام ہیں:

- بلحاظ عدد
- بلحاظ وقت

پھر طلاق سنت د دوقت کے دو قسم ہے

- حسن
- احسن۔

طلاق بدعت کے بھی دو اقسام ہیں

- ۔طلاق بدعت عدد
- ۔طلاق بدعت وقت۔

طلاق احسن:

شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے ایک ایسے طہر میں جس میں وہ پاک ہو اور رجوع کرے جس پاکیز گی کی حالت میں جس میں مباشرت نہیں کی ہو پھر اس کو چھوڑ کر رکھے یہاں تک کہ عدت گزر جائے یا اگر حاملہ ہو تو اس کے وضع عمل تک۔

طلاق حسن:

اس کو ایک بار پاکیز گی کی حالت میں طلاق دے جس پاکیز گی کی حالت میں مباشرت نہ کی ہے پھر اس کو طہر آخر میں ایک اور طلاق دے پھر طہر ثلاث میں طلاق دے کے جدا ہو جائے۔

طلاق بدعہ فی الوقت:

اس کو حالت حیض میں طلاق دے یا جس طہر میں اس کے ساتھ مباشرت کی ہو اس میں طلاق دے۔

طلاق بدعہ فی العدد:

اس کو ایک ہی کلمہ سے تین دفعہ طلاق دے

طلاق سنت عدد:

اس میں مدخولہ بہا اور غیر مدخول بہا میں کوئی فرق نہیں ہے، سنت فی الوقت میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا میں فرق ہے۔[1]

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہ طلاق سنت پر طلاق سنت کا اطلاق اس وجہ سے نہیں کہ اس طریقہ سے طلاق دینا کوئی احسن اور پسندیدہ عمل ہو اور قابل ثواب ہو بلکہ اس کو سنت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ طلاق کا یہ طریقہ شریعت میں جائز ہے اس طریقہ کے مطابق طلاق واقع ہو سکتے ہے اور ایسا کرنا موجب عقب نہیں ہے[2]

((قال: الطلاق علی ثلاثه اوجه حسن، و احسن وبدعه))[3]

ترجمہ: طلاق کے تین اقسام ہے، حسن، احسن اور بدعت۔

طلاق بدعت:

ایک ہی کلمہ میں تین بار طلاق دے یا ایک ہی طہر میں تین بار طلاق دے اگر ایسا کیا تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ امام شافعی فرماتے ہیں؛ تمام طلاق جائز ہے کیونکہ شریعت اسلام نے طلاق کو جائز قرار دیا ہے صرف اس طلاق کے جو حیض کی صورت میں دی ہو وہ طلاق جائز نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں عورت کو عدت طویل ہو جاتا ہے لہذا یہ طلاق حرام ہے۔[4]

طلاق کی مزید تین اقسام:

ا۔ اس اعتبار سے کہ طلاق کے بعد رجوع کا حق ہے کہ نہیں اور کب تک ہے۔

1۔ تحفۃ الفقہاء، علاء الدین محمد بن احمد سمر قندی، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ص: ۱۲۱/۱

2۔ تقریر جامع ترمذی، محمد تقی عثمانی، ترتیب و تحقیق، رشید اشرف سیفی، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۲۰۰۸، باب طلاق، ص: ۳۴۴

3۔ کنز العمّال فی سنن الاقوال والافعال، لاؤالدین علی المتقی ابن حسام الدین الہندی، ص: ۱۶۱/۵

4۔ الھدایۃ شرح بدایۃ للمبتدی، امام برھان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی، کتاب طلاق، ص: ۱۳۳/۳

۱۔ طلاق رجعی۔

۲۔ طلاق بائن۔

۳۔ طلاق مغلظہ۔

۲۔ طلاق کی مزید دو قسمیں ہیں لفظ کے اعتبار سے

1۔ طلاق صریح

2۔ طلاق کنائی

۳۔ طلاق تملیک

۴۔ طلاق بالوکالہ

۵۔ طلاق بالکتابہ

۶۔ طلاق اختیار

۷۔ طلاق حرام

طلاق رجعی:

اگر شوہر بیوی کو ایک بار طلاق دے تو اس صورت مین رجوع کر سکتا ہے عدت کے اندر بنا دوسرا نکاح کے لیکن اگر عدت کے دوران رجوع نہیں کیا تو اس صورت میں دوبارہ نکاح کر کے رجوع نہیں کر سکتا ہے جب آدمی رجوع کرنا چاہے تو اس صورت میں اس پر لازم ہے کہ دو شاہد رکھے اور رجوع کرے رجعت میں کوئی مہر اور اس کو کم یا زیادہ عوض بھی نہیں ہوگا رجوع فعل اور قول دونوں سے ہوتا ہے رجوع کرنے کی مختلف صورتیں ہیں شہر جا کر شہوت کے ساتھ اس کو مس کریں یا شہوت کے ساتھ بوسہ دے یا اس کے ساتھ ہمبستری کریں اور شہوت کے ساتھ اس کے شرمگاہ کو دیکھے تو یہ بھی رجوع ہے شرمگاہ کے علاہ باقی جسم کے حصوں کے دیکھنا یہ رجوع نہیں ہے اگر عدت کے گزرنے کے بعد شوہر کہے کہ میں نے عدت کے گزرنے سے پہلے رجوع کیا تھا تو اس صورت میں عورت کی بات قبول کی جائے گی۔[1]

طلاق صریح:

مالم يستعمل اللفظ فيه لطلقتک و انت طالق و مطلقة يقع بها او لم ينو شيئا وفى

1۔ الاصل، امام محمد بن الحسن الشیبانی، تحقیق و دراسہ الدکتور محمد بوینوکالن، دار ابن حزم بیروت، لبنان، ص: ۳۹۶/۴

انت الطلاق و انت طالق الطلاق و انت طالق،[1]

ترجمہ : طلاق صریح وہ طلاق ہے جس میں ایسے الفاظ کے ذریعے طلاق دی جائے جو طلاق کو صراحت سے بیان کرتے ہوں اور اس کے بولنے کے بعد یہ جاننے کی ضرورت نہیں ہے کہ شوہر نے طلاق کی نیت کی ہے یا نہیں جیسے طلاق دی ہے یا نہیں تو طلاق والی ہے تو طلاق ہے میری طرف سے طلاق ہے۔

طلاق کنایہ:

كناية ما لم يوضع له واحتمله فلا تطلق بها الا بنية او لا الحال۔

یہ ہے کہ ایسے الفاظ کے ذریعے طلاق دے جو طلاق کے مفہوم کو واضح نہ کریں لیکن اگر شوہر نے طلاق کی نیت سے بولا ہو تو طلاق واقع ہو گی اس صورت میں شوہر کی نیت پر موقوف ہے یہ جو الفاظ ادا کیا ہے اس میں میاں صاحب کی مراد کیا ہے اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو تو اس صورت میں طلاق واقع ہو گی۔[2]

طلاق کنایہ کی اقسام:

طلاق کنایہ کی دو قسمیں ہیں:

1. کنایہ بنفسہ
2. کنایہ شرعی

ا۔کنایہ بنفسہ:

طلاق کے اجراء کرنے کے لئے ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو طلاق کے لئے مخصوص نہ ہوں مگر ان سے طلاق کے معنی مراد لیے جا سکتے ہوں، مثلاً یہ کہے تم مجھ پر حرام ہے، یا یہ کہے امرک بیدک تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے یعنی مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہو گا یا اعتدی تو اپنی عدت شمار کر لے ان سب سے طلاق سمجھ میں آتی ہے۔

۲۔کنایہ شرعی:

اس سے مراد شوہر کچھ الفاظ تحریر کرے مگر شوہر اپنی بیوی کو مخاطب نہ کرے، بلکہ صرف مطلقہ کا لفظ لکھ دے یا یہ کہے ان سب کے ساتھ وہ طلاق کی نیت بھی کر لئے تو اس صورت میں طلاق واقع ہو گی کیونکہ شوہر طلاق صرف اپنی بیوی کو دے سکتا ہے کوئی اجنبی عورت کو نہیں دے سکتا ہے تو جب اس نے طلاق کا لفظ استعمال کیا ہے تو اس

1۔الدر المختار، محمد بن علی بن عبد الرحمن الحنفی، باب الصریح، ص:۲۰۷

2۔ایضا، ص:۲۰۱۲

سے مراد اپنی بیوی کے لئے ہی ہے اور طلاق دینے کا حق بھی صرف اپنی بیوی کے لئے ہے لہذا طلاق واقع ہو گی۔

طلاق تملیک:

بان قال لها طلقی نفسک یتقید المجلس علیها الا ان یقول کلما شئت او متی شئت او اذا شئت۔[1]

شوہر اپنی بیوی کو طلاق کا مالک بنادے مگر اس کو مجلس کے ساتھ قید کیا ہے تو اس صورت میں بیوی اس مجلس سے نکل جائے یا کوئی اور کام کرنے لگے تو اس صورت میں اختیار ختم ہو جائے گی۔

جابر بن عبداللہ انصاری □ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

((اذا اخبر الرجل امراته فتنفرقا قبل ان ینقضی شی ء فلا ام لها))[2]

ترجمہ: اگر آدمی اپنی بیوی کو اختیار دے اور جس مجلس میں شوہر نے بیوی کو اختیار دیا تھا اس میں اختیار استعمال نہیں کیا اور مجلس سے چلی گئی تو اس کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہو گا مگر شوہر قید نہ کرے بلکہ طلاق کو بیوی کے اختیار میں دے دے اور اس کو طلاق کا مالک بنادے اور جب چاہے جہاں چاہے خود کو طلاق دے سکتی ہے بیوی خود کو لہذا اگر بیوی نے خود کو طلاق دیدی جیسے بیوی یہ کہے کہ میں خود کو طلاق دیتی ہوں مجھے طلاق ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ طلاق تفویض ہے مرد کے پاس بھی طلاق کا اختیار ہے اگر مرد خود جائے تو بھی طلاق دے سکتا ہے۔

طلاق اختیاری:

شوہر اپنی بیوی کو ہی اپنے ساتھ رہنے یا الگ ہونے کا اختیار دے دے اور بیوی الگ رہنے کو اختیار کریں تو طلاق ہو گی لیکن اگر وہ الگ رہنے کو اختیار نہ کرے تو طلاق نہیں ہو گی اگر شوہر کہہ دے کہ طلقی نفسی اور بیوی کہے اخترت اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہو گا۔[3]

خود رسول اکرم ﷺ نے بھی اپنی بیویوں کو اختیار دیا تھا تو انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا۔

﴿ یَٰٓأَیُّهَا ٱلنَّبِیُّ قُل لِّأَزۡوَٰجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدۡنَ ٱلۡحَیَوٰةَ ٱلدُّنۡیَا وَزِینَتَهَا فَتَعَالَیۡنَ أُمَتِّعۡكُنَّ وَأُسَرِّحۡكُنَّ سَرَاحٗا جَمِیلٗا ﴿٢٨﴾ وَإِن كُنتُنَّ تُرِدۡنَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلدَّارَ ٱلۡأٓخِرَةَ

1۔ المعجم الکبیر، سلیمان بن أحمد بن أیوب، الطبرانی، مکتبہ ابن تیمیہ، القاھرۃ، الطبعہ الثانیہ، حدیث: 9652، ص: 333/9

2۔ مختصر الوقایہ، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن عبیداللہ بن محمود صدر الدین المحبوبی، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ص: ۳۹۰/۱

3۔ تحفۃ الفقہاء، علاء الدین محمد بن احمد سمرقندی، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ص: ۱۹۲/۱

فَإِنَّ ٱللَّهَ أَعَدَّ لِلۡمُحۡسِنَٰتِ مِنكُنَّ أَجۡرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾"[1]

ترجمہ: اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو اگر تمہیں دنیا کی عارضی زندگی، زیب وزینت اور اس کی آرائش وزیبائیش چاہیے تو آجائیں میں تمہیں کچھ دے کر اچھی طرح سے رخصت کروں گا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیک لوگوں کے لیے بڑا اجر تیار کیا ہے۔

جب بنی نضیر کی املاک رسول خدا ﷺ کی ملکیت میں آگئی تو اس وقت آپ کی بیویوں کی ڈیمانڈ بھی بڑھ گئے اس کے بعد ان کو تنبیہ کے طور پر یہ آیت نازل ہوئی اور ازواج رسول ؐ کو اختیار دے دی گئی یا رسول اللہ ﷺ کے عقد میں رہیں اور اپنی زندگی پر خوش رہیں یا رسول خدا سے جدا ہو جاتیں۔

شیخ محسن علی نجفی صاحب لکھتے ہیں:

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ ۔۔۔ زوجات سے کہ دیجیے اگر موجودہ زندگی پر راضی نہیں ہے اور بہتر زندگی کی خواہش رکھتی ہے تو میں تمہیں دنیا کی بہتر زندگی نہیں دے سکتا مسلمانوں کی سرح میں ایک مسلمان کی طرح زندگی اگر پسند نہیں ہے تو دوسری صورت یہ نہیں ہوگی کہ تمہیں بہتر زندگی مل جائے بلکہ دوسری صورت جدائی ہوگی"۔[2]

تو اس آیت میں ازواج نبی اکرم ﷺ کو اختیار دی ہے یا بھی کے ساتھ رہیں اور زندگی کے مشکلات و مصائب کا سامنا کرتیں یا نبی اکرم ﷺ سے جدا ہو جاتیں اور آرام کی زندگی بسر کریں اور اگر جو فقر و افلاس کے ساتھ رسول خدا ﷺ کے ساتھ زندگی گزارے گی تو اکے یٔ لئے آخرت میں زندگی میں آرام و سکون نصیب اور عالم آخرت کے درجات عالیہ میں اضافہ ہوگی کیونکہ نبی کی زوجہ ہوتا ایک مقام و شرف ہے اور وہ مخصوص ثواب و جزا نبی کے لئے معین ہے وہ نصیب ہوگی۔

((خَيَّرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَاهُ فَلَمْ يَعْدُدْهَا عَلَيْنَا شَيْئًا)) ۔[3]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے رسول اکرم ﷺ نے اہمیں اختیار دے دیا اور ہم نے اللہ اور اس کے رسول ؐ کو ہی پسند کیا تو اسے ہم پر کچھ بھی شمار نہیں کیا گیا۔

1۔ سورۃ الاحزاب آیت 28،29

2۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، ج٦، سورۃ احزاب ٢٨

3۔ صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب من خير أزواجه، حدیث:4962، ص:2015/5

طلاق حرام:

شوہر اپنی بیوی کو خود پر حرام قرار دے مثال کے طور پر یہ کہے کہ "تو مجھ پر حرام ہے" اب اگر اس کی حراق قرار دینے کا مطلب طلاق ہو تو اس صورت میں طلاق واقع ہو گی اور اس قسم کا کفارہ ادا کرنا نہ گا مثلاً شوہر اپنی بیوی کو کہے" الله لا اقربک او لا اقربک اربعة اشهر" اگر شوہر چار مہینہ کے اندر بیوی کے ساتھ ہمبستری کریں تو اس صورت میں اس قسم کا کفارہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر کفارہ واجب ہو گا لیکن اگر وہ چار مہینہ اس کے قریب نہیں جاتے تو اس صوٗرت میں چار مہینہ کے بعد جدا ہو گا۔[1]

((إِذَا حَرَّمَ الرَّجُلُ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ فَهِيَ يَمِينٌ يُكَفِّرُهَا))۔[2]

ترجمہ: جب مرد نے اپنی بیوی کو حرام قرار دے دیا تو وہ قسم شمار ہو گی اور اس کو کفارہ ادا کرناہ ہو گا لہذا اگر طلاق کی نیت کر لیا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی ورنہ شوہر کو قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔

طلاق مغلظ:

"ان كطلقها ثلاثا بكلمة واحدة او ثلاثاً فى طهر واحد فا ذا فعل ذالک وقع الطلاق و بانت منه وكان عاصيا"[3]

ترجمہ: جب شوہر ایک ہی مرتبہ یاالگ الگ بیوی کو تین طلاق دے دے تو وہ اپنی بیوی کو دوبارا اپنے نکاح میں نہیں لا سکتا ہے مگر یہ کہ بیوی کا دوسری جگہ شادی ہوئی ہو اس کے بعد وہ طلاق دے یا وہ شوہر فوت ہو جائے تو اس صورت میں سابقہ دوسرے شوہر سے طلاق دلانا جائز نہیں ہے یہ حرام کام ہے حدیث میں آیا ہے **لعن الله المحل والمحلل** -

طلاق بائن:

طلاق بائن وہ ہے جس کے بعد میں مرد اپنی بیوی کی طرف رجوع کرنے کا حق نہیں رکھتا، یعنی یہ بغیر نکاح کے دوبارہ اسے اپنی بیوی نہیں بنا سکتا اور اس طلاق کی چھ اقسام ہیں:

1. جس عورت کو طلاق دی ہے اس کی عمر بھی نو سال نہ ہوئی ہو
2. وہ عورت حاملہ ہو
3. جس عورت کے ساتھ نکاح بعد ہمبستری نہ کیا ہو

1۔ مختصر الوقایہ، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن عبیداللہ بن محمود صدر الدین المحبوبی، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ص:۳۸۱/۱

2۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب وُجُوبِ الْكَفَّارَةِ عَلَى مَنْ حَرَّمَ امْرَأَتَهُ وَلَمْ يَنْوِ الطَّلَاقَ، حدیث:3750، ص:184/4

3۔ مختصر الوقایہ، عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن عبیداللہ بن محمود صدر الدین المحبوبی، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ص:۳۶۱/۱

4. تین طلاق دی ہو اور اسے دینے والی تیسری طلاق ہو

5. خلع اور مبارات کی طلاق

6. حاکم شرع نے جس عورت کو طلاق دی ہو اس کے شوہر نے اس حقوق ادا نہ کرئے اور حقوق کے ادا کرنے کے لئے تیار بھی نہ ہو تو اس صورت میں حاکم شرع اپنی طرف سے صیغہ جاری کرتا ہے۔[1]

تحریری طلاق:

فقہاء اہل سنت کے نزدیک ایک تحریری طلاق واقع ہو جاتی ہے اگرچہ کاتب بولنے پر قدرت ہی کیوں نہ رکھتا ہو البتہ تحریری طلاق میں شرط یہ ہے کہ تحریر اس طرح واضح ہو کہ اسے پڑھا جا سکے اور تحریر میں بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے اس طرح لکھا جائے " فلانۃ انت طالق "المبسوط میں لکھا ہے کہ طلاق کو تحریری کر لین اس کو تلفظ اور ساتھ نیت نہ کریں اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہو گی اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن اگر اس نے جو تحریر کی ہے اس کا تلفظ بھی ادا کریں تو اس صورت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ طلاق واقع ہو گی لیکن اگر تحریر سے نیت کریں لیکن تلفظ نہ کریں تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہو گی ایک صورت ہے جس میں واقع ہو سکتی ہے کہ اگر وہ تلفظ پر قادر نہ ہو تو وہ اس صورت میں واقع ہو گی۔[2]

طلاق کی شرائط:

مطلق بالغ ہو:

پس اگر بچہ طلاق دے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے نابالغ بچہ مال میں تصرت نہیں کر سکتا ہے تو طلاق میں بطریق اولی منع ہے کیونکہ مال سے زیادہ فرج کی اہمیت ہے۔

احادیث میں بھی آیا ہے

((وَكُلُّ الطَّلَاقِ جَائِزٌ، إِلَّا طَلَاقَ المَعْتُوهِ، او الصبی ،او مبرم ،او مجنون ،او مکره)) [3]

ترجمہ: ہر طلاق نافذ ہے مگر ناقص عقل، بچہ، پاگل اور مجبور کے۔

پس مطلق کا بالغ ہونا ضروری ہے نابالغ بچے کی طلاق واقع نہیں ہو گی اور اگر صیغہ طلاق جاری کریں تو بھی صحیح نہیں ہے

1۔ توضیح لمسائل، سید علی سستانی، ناشر الھدی انفار میشن ٹیکنالوجی سنٹر، لاہور، مسئلہ ۲۵۳۱، ص:134

2۔ مختلف الشیعہ فی احکام الشریعہ، علامہ الحلی الحسن بن یوسف بن مطہر، موسسہ بوستان کتاب قم، ایران، باب ا لنکاح والطلاق وتوابعہ، ص:۳۴۶/۷

3۔ الفروع من الکافی، ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی، منشورات الفجر، باب طلاق الصبیان، حدیث ۴، ص:۱۲۴/۶

لہذا نابالغ بچہ نہ تو خود اور نہ ہی کسی کو وکیل بنا سکتا ہے طلاق دینے کے لئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے۔

((عَنْ أَبِي الصَّبَّاحِ الْكِنَانِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (عليه السلام) قَالَ: لَيْسَ طَلَاقُ الصَّبِيِّ بِشَيْءٍ)) [1]

ترجمہ: آپ نے فرمایا نابالغ بچے کی طلاق کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

مطلق عاقل ہو:

مطلق کے لئے عقلمند ہونا ضروری ہے س جو شخص دیوانہ ہے خواہ مستقل طور پر ہو یا دیوانگی کا دورہ پڑتا ہو دعوانگی کے دور طلاق درست نہیں ہے اور یہی حکم ہے یعنی طلاق واقع نہیں ہوگی جو مست ہو اور جس کی عقل بیہوشی کا خواب آور چیز کے استعمال کی وجہ سے زائل ہو جائے احادیث پاک میں آیا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم:

((رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلاَثَةٍ:عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الْغُلاَمِ حَتَّى يَحْتَلِمَ، وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ)) -[2]

ترجمہ: رسول خداﷺ نے فرمایا تین اشخاص کو مرفوع قلم قرار دیا گیا ہے سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے، مجنوں سے یہاں تک کہ دیوانگی سے اسے افاقہ ہو اور بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہو جائے۔

[قال الألباني]: صحيح إسناده صحيح على شرط مسلم، وحماد: هو ابن أبي سليمان الأشعري مولاهم ابو إسماعيل الكوفي الإمام الثقة المجتهد.

پس طلاق دینے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ صاحب عقل ہو اور وہ چیز جو عقل کو زائل کرتے ہیں مثلاوہ سو رہا ہو تو اس وقت اگر صیغہ طلاق اس کی زبان سے جاری ہو جائے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ اس کی عقل درست و سالم ہو۔

ا۔شوہر بالغ اور عاقل ہو:

فقہ حنفی:

شوہر عاقل ہو لہذا دیوانے اور بچے کی طلاق واقع نہیں ہوتی، کیونکہ کسی چیز میں تصرف کرنے کے لئے مفاد

---

1 ۔ریاض المسائل فی تحقیق الاحکام بالدلائل ،السید محمد علی الطباطبائی ،موسسہ آل البیت علیہ السلام داراحیاء التراث ۱۳۷۶، ص: ۱۲/۴۳

2۔کشف اللثام عن قواعد الاحکام، محمد بن الحسن الاصفھانی، ناشر موسسہ النشر الاسلامی، الطبعۃ الاولی قم، ایران، ص۸/۷

اور مصلحت کا علم ہونا ضروری ہے وہ صرف عقل کے ذریعے ممکن ہے تصرف کرنے کے لئے شرط ہے کہ عاقل ہو۔[1]

اس کے بارے میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بھی ہے

((کل طلاق جائز الا طلاق الصبی والمجنون والنائم)) ۔[2]

ترجمہ: ہر طلاق نافذ العمل ہے سوئے بچے اور دیوانے اور سوئے بندے کے۔

طلاق کے نقصانات اور اہمیت یہ سب صرف صاحب عقل افراد کو معلوم ہوتا ہیں بچے اور مجنون بے اختیار افراد کی طرح ہے ان کی طلاق نافذ العمل نہیں ہے۔

فقہ مالکی:

نابالغ بچے کی طلاق معتبر نہیں خواہ قریب البلوغ ہو۔[3]

فقہ شافعی:

شوہر کا بالغ ہونا ضروری ہے غیر مکلف شوہر کی طلاق نافذ العمل نہیں ہے لہذا بچے، دیوانے، بے ہوش اور سوئے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی، البتہ نادان شخص کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔[4]

فقہ حنبلی:

طلاق دینے کے لئے ضروری ہے کہ طلاق دینے والا طلاق کے نتائج کو سمجھتا ہو لہذا بچے اور دیوانے طلاق نہیں دے سکتا ہے اس کے بارے میں فقہا کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن وہ بچہ جو اس حقیقت سے اگاہ ہے کہ طلاق دینے سے اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے گی تو اس بچہ کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روآیات یہ ہیں کہ اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ اسی بات کو ابو بکر، امام خرقی اور ابن حامد رحمہم اللہ اور دیگر علمائے حنابلہ نے ترجیح دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث ہیں:

((إِنَّمَا الطَّلَاقُ بِيَدِ مَنْ أَخَذَ السَّاقَط))[5]

1۔ بدائع الصانع فی ترتیب الشرائع، امام علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی، ص: ۱۵۸/۳

2۔ الھدایہ شرح بدایۃ المبتدی، امام برھان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر مرعینانی، کتاب، ص: ۳۳۷/۲

3۔ حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر مع تقریرات الشیخ علیش، أحمد الدردیر، محمد عرفہ الدسوقی، محمد علیش، عیسی البابی الحلبی، ص: ۳۶۵/۲

4۔ مغنی المحتاج إلی معرفہ معانی ألفاظ المنہاج، شمس الدین، محمد بن أحمد الخطیب الشربینی (المتوفی: ۹۷۷ھ) دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ص: ۲۷۹/۲

5۔المعجم الكبير، أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني المتوفى : 360 هـ المحقق : حمدي بن عبد المجيد السلفي،

ترجمہ: یعنی طلاق وہی دے سکتا ہے جو ذات کا مالک ہو چکا ہو۔

ابوالحارث امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ:

"جب بچہ طلاق کے نتائج کو سمجھتا ہو تو اس کی طلاق نافذ ہو گی یعنی جب وہ دس سے بارہ سال کے درمیان ہو، اس سے معلوم ہوا کہ دس سال سے کم عمر والے بچے کی طلاق نافذ نہیں ہے۔ اسی قول کو ابو بکر رحمہ اللہ نے ترجیح دی ہے، کیونکہ دس سال کی عمی میں بچے کو نماز روزے کے لئے ڈانٹ ڈپٹ کی جاسکتی ہے، نیز اس عمر کے بچے کی وصیت بھی درست قرار دی گئی ہے۔ طلاق کو بھی اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔"[1]

فقہ جعفری:

طلاق کے واقع ہونے کے لئے دو عادل گواہ کا ہونا ضروری ہے اور ساتھ میں یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے طہر میں طلاق دی ہو جس میں بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم نہیں کیا ہو اور شوہر نے طلاق کی نیت بھی کی ہو ساتھ میں کوئی جبر وزبردستی بھی نہ ہو۔[2]

۲۔نشے کی حالت میں طلاق:

فقہ حنفی

نشے میں مدہوش میاں اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور نشہ حرام چیز کے باعث ہوا ہو اور نشہ ہو گیا اور اس کی عقل زائل ہو گی اور ساتھ میں اسی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے تو جمہور صحاب وفقہاء کے نزدیک طلاق نافذ ہو جائے گی۔

اس صورت میں وقوع اور عدم وقوع کے بارے میں تین رویات ہیں۔

1. حالت نشہ میں ظلاق واقع ہو گی
2. حالت نشہ میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔
3. توقف اختیار کیا گیا ہے کیونکہ اس مسلہ میں اصحاب رسول اللہ ﷺ اختلاف پایا جاتا ہے۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ طلاق کے واقع ہونے کے لئے بالغ اور عاقل ہونا ضروری ہے لیکن نشے کے حالت میں انسان کے عقل زائل ہو جاتی ہے

دار إحياء التراث العربي،الطبعة : الثانية ، 1983 م،ص:١٧٩/١٧

1۔ مغنی المحتاج الی معرفہ معانی ألفاظ المنہاج، شمس الدین، محمد بن أحمد الخطیب، ص: ٣٥٨/٨٢

2۔ من لایحضرہ الفقیہ، ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ، موسسہ علمی للمطبوعات بیروت، لبنان، ص: ٣١٩/٣

جو حضرات نشے کے حالت میں طلاق کے واقع ہونے کا قائل ہے وہ لوگ قرآن کریم کے یہ آیت پیش کرتے ہیں۔

﴿ ٱلطَّلَٰقُ مَرَّتَانِۖ فَإِمۡسَاكُۢ بِمَعۡرُوفٍ أَوۡ تَسۡرِيحُۢ بِإِحۡسَٰنٖۗ وَلَا يَحِلُّ لَكُمۡ أَن تَأۡخُذُواْ مِمَّآ ءَاتَيۡتُمُوهُنَّ شَيۡـًٔا إِلَّآ أَن يَخَافَآ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِۖ فَإِنۡ خِفۡتُمۡ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيمَا ٱفۡتَدَتۡ بِهِۦۗ تِلۡكَ حُدُودُ ٱللَّهِ فَلَا تَعۡتَدُوهَاۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ﴾۔[1]

ترجمہ: طلاق دو بار ہے، پھر یا تو بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نیکی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے، اور جو کچھ تم نے انہیں دی ہین ان مین سے کوئی چیز لینا جائز نہین ہے مگر یہ کہ تم دونوں کو اللہ کے حدود قائم نہ رکھ سکنے کا خوف ہو، پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ عورت معاوضہ دے کر پیچھا چھڑالے، یہ اللہ کی حدیں ہیں سو ان سے تجاوز نہ کرو، اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا سو وہی ظالم ہیں۔۔

اس آیت میں حکم عام ہے طلاق دینے والا نشے کی حالت میں ہو یا نہ ہو حکم ایک ہی ہے، الا یہ کسی خاص دلیل سے کسی کو اس عمومی حکم سے مستثنی قرار دیا گیا ہو۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((كل طلاق جائز الا طلاق الصبى والمعتوه))[2]

ترجمہ: ہر طلاق نافذ ہے مگر بچے اور ناقص العقل۔

یہ حدیث پاک عام ہے اور صرف ان موارد کو استثنا کیا ہے اور نشہ ایسی چیز جو معصیت اور نافرمانی ہے اس صورت میں بطور سزا اس کی عقل کو سالم تصور کرے گا۔ اگر نشہ کی حالت میں قتل کیا جائے تو اس صورت میں قصاص لیا جائے گا حالانکہ قصاص بے عقل شخص پر واجب نہیں ہوتا، لیکن یہاں عقل کو قائم تصور کیا جاتا ہے۔

اگر حرام چیز کی وجہ سے نشہ ہوا ہو تو اس صورت میں مستعمل کو غیر مکلف قرار نہیں دیا جائے گا بلکہ اس پر احکام شرعیہ نافذ ہوں گے اور اس کے تمام معاملات درست تصور کیا جائے گا لیکن اگر کوئی حلال طریقے سے اس کی عقل زائل ہوا ہو تو اس صورت میں اگر طلاق دے دی تو طلاق نافذ نہیں ہو گی۔[3]

1۔ سورۃ البقرہ ۲۲۹

2۔ بدائع الصائع فی ترتیب الشرائع، امام علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی، ص: ۱۸۹/۳

3۔ رد المختار علی در المختار، ابن عابدین، ص: ۵۸۳/۲

فقہ مالکی:

اگر نشہ حلال چیزوں کی وجہ سے ہو تو اس صورت میں طلاق نافذ نہیں گی اور غالب موارد ایسا ہے ان چیزوں کی وجہ سے نشہ ہوتا نہیں گا اور عقل زائل نہیں ہو گی لیکن پھر بھی اگر عقل زائل ہو جائے تو بھی طلاق واقع نہیں ہو گی ۔لہذا صرف نشہ ہونا کافی نہیں ہے بلکہ ساتھ حرام چیز سے نشہ ہونا چاہے تو اس صورت میں طلاق واقع ہو گی، مثلا کوئی ایسی چیز قصد استعمال کی جس سے عقل زائل ہو جاتی خواہ بوقت استعمال یہ یقین ہو کہ اس چیز کے استعمال سے وہ مدہوش ہو جائے گا، یا اس بارے میں شک ہو، یہاں مصنف نے ان فقہاء کا رد کر دیا ہے جو کہتے ہیں کہ اس صورت میں طلاق نہیں ہو گی خواہ وہ نشے میں طلاق کا مطلب سمجھتا ہو، یا نہ سمجھتا ہو[1]

شافعی فقہ:

طلاق کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ شوہر مکلف ہو، لیکن حالت نشہ میں مکلف ہونے کی شرط نہیں ہے۔اگر کوئی بندہ ایسی چیز استعمال کرے جس کی ضرورت نہیں تھی اور اس چیز کی استعمال کہ وجہ سے اس کی عقل زائل ہو جائے تو اسصورت میں طلاق واقع ہو گی اگر چہ نشے میں مدہوش ہونے کہ صورت میں وہ مکلف نہیں رہتا جیسا کہ اصول کی کتابوں میں ہے۔

اگر نشہ آور چیز زبردستی پلائی گئی ہو یا یہ نہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ نشہ آور ہے یا نہیں یا بطور ضرورت ایسی دوا استعمال کیا ہو جس میں نشہ ہو تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔[2]

فقہ جعفری:

ایسی طلاق جو حالت نشہ یا غصہ میں دی گی ہو، یا کسی کو مجبور کر کے لی گئی ہو، نافذ نہیں ہو گئی۔

شوہر کی رضایت ضروری ہے؟

فقہ حنفی:

طلاق کے واقع ہونے کے لئے شوہر کا راضی ہونا شرط ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں علما کے درمیان اختلاف ہے۔ علما احناف کے نزدیک شوہر کا راضی ہونا ضروری نہیں ہے، جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں شوہر کا راضی ہونا شرط ہے۔بس امام شافعی کے مطابق مجبوری کی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہو گئی لیکن احناف کے نزدیک

1۔حاشیہ الدسوقیعلی الشرح الکبیر مع تقریرات الشیخ علیش، ص:۳۶۵/۲

2۔مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج، شمس الدين، محمد بن أحمد الخطيب الشربيني الشافعي (المتوفى: ۹۷۷ھ)، ۳دار الكتب العلمية بیروت، لبنان، ص:۲۷۹/۳

طلاق واقع ہو گئی۔ امام محمد علیہ رحمہ نے ایک واقع نقل کیا ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے جبری تین طلاق دلوائی اس واقعہ کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا قیلولة فی الطلاق)) [1]

ترجمہ: طلاق کے معاملے میں کوئی معافی نہیں ہے۔

احناف علما نے یہ دلیل پیش کیا ہے کہ حالت جبر میں بھی شوہر طلاق کا قصد اور ارادہ کر کے طلاق دیتا ہے اور اس میں طلاق دینے کی اہلیت بھی موجود ہوتی ہے اور اس کا مقصد اپنی جان کا تحفظ ہوتا ہے اس لئے حالت جبر میں دی گئی طلاق نافذ ہو گئی کیونکہ حالت جبر میں شوہر طلاق کے حکم اور نفاذ پر رضامند نہیں ہوتا، مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ ازراہ مذاق طلاق دینے والا بھی تو طلاق کے حکم پر راضی نہیں ہوتا، پھر بھی طلاق نافذ ہو جاتی ہے۔[2]

شافعی فقہ:

جبر کی حالت میں طلاق واقع نہیں ہو گئی بشرطیکہ جبر ناحق کیا گیا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

((رفع عن امتی الخطا و النسیان ومااستکر هوا)) [3]

ترجمہ: میری امت کا ان کاموں پر مواخذہ نہیں ہو گا جو غلطی یا بھول چوک سے سرزد ہو جائیں اور جن پر انہیں مجبور کیا گیا ہو۔

نیز ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((لَا طَلَاقَ، وَلَا عَتَاقَ فِي إِغْلَاقٍ)) [4]

ترجمہ: حالت جبر میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔

اس حدیث کو ابو داود حاکم نے نقل کیا ہے اور اس کی سند کو امام مسلم کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے۔ اگر کوئی اپنے اختیار اور مرضی سے اسلام قبول کرے، یا بیوی کو طلاق دے دے تو اس کے یہ دونوں عمل معتبر ہوں گے، لیکن اگر یہ چیزیں اس سے زبردستی کرائی جائیں تو نافذ نہیں ہوں گی جیسے اگر کسی کو بزور مرتد بنایا جائے تو وہ مرتد قرار نہیں

1۔المعجم الكبير،أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني المتوفى : 360 هـ المحقق : حمدي بن عبد المجيد السلفي، دار إحياء التراث العربي،الطبعة : الثانية ، 1983 م،ص:۱۷/۱۷۹

2۔الھدایہ شرح بدائۃ المبتدی، امام برھان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر امر عینانی، ص:۲/۳۲۷

3۔ شرح فتح القدیر، امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد، المعروف بابن الھمام الحنفی، اعادت طبعہ بالاوفست مکتبۃ المثنی بغداد، باب الاولیا والاکفاء، ص:۲/۳۹۱

4۔ سنن ابن ماجہ، ابن ماجۃ أبو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی، باب طلاق المکرہ والناسی، ص۱/۶۶۰

پائے گا۔ اگر کسی کو حالت نماز میں کلام کرنے پر مجبور کیا جائے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں اس قسم کی صورت شاذ و نادر ہی پیش آتی ہے، لیکن اگر اکراہ ناحق نہ ہو، بلکہ اس سے کوئی شرعی حق وابستہ ہو اور اس کے لئے جبر کیا گیا ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اسلام لانا بھی درست قرار پائے گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایلاء کی مدت گزرنے کے بعد قاضی شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اسلام لانے کے لئے جبر کی مثال یہ ہے کہ مرتد اور حربی کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے۔ اگر ایسا کوئی قرینہ یا علامت موجود ہو جس سے معلوم ہوتا ہو کہ شوہر نے اپنی مرضی اور اختیار سے طلاق دی ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی کو تین طلاق دینے پر مجبور کیا گیا، مگر اس نے ایک طلاق دی، یا صریح طلاق پر مجبور کیا گیا، مگر اس نے طلاق کنایہ دی ، یا طلاق معلق پر مجبور کیا گیا، مگر اس نے فوری طلاق دے دی، یا ان صورتوں کے برعکس ہوا تو ان تمام صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

قصد وارادہ:

حنفی فقہ:

شوہر کا قصد شرط نہیں ہے، اگر غلطی سے بھی طلاق دے دی تو بھی طلاق واقع ہو گی ہے غلطی سے طلاق دینے کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص طلاق کا لفظ نہیں بولنا چاہتا، مگر سبقت لسانی سے طلاق کا لفظ زبان پر بلاارادہ آگیا تو طلاق واقع ہو جائے گی، ہنسی مذاق اور کھیل کھیل میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں اگر کوئی اپنی بیوی سے یہ کہنا چاہا کہ مجھے پانی پلاو مگر غلطی سے زبان سے یہ نکل گیا کہ تجھے طلاق تو یہ طلاق واقع ہو جائے گی۔ مگر غلام کے بارے میں ایسا نہیں ہے غلطی سے تم آزاد کہہ دے تو آزاد نہیں ہو گا لیکن جو روایات نقل کئے گئے ہیں اس کے مطابق دونوں برابر ہیں۔[1]

مالکی فقہ:

اگر زبان کی لغزش کی وجہ سے طلاق کا لفظ ادا ہو جاے اور بولنا کچھ اور ہی تھا تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہو گی مگر ایک بات انتہائی اہم ہے کہ یہ ثابت ہو جائے کہ ایسا سبقت لسانی کی وجہ سے ہوا ہے۔

اگر کوئی لفظ طلاق کو جاری کرے مگر اس کو اس کا معنی معلوم نہ ہو مثلا کوئی غیر عربی اس لفظ کو ادا کرے تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔ کیونکہ جس معنی پر دلالت کر رہا ہے، اس کا قصد وارادہ نہیں پایا گیا۔[2]

1۔ بدائع الصانع فی ترتیب الشرائع، امام علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی، ص: ۱۶۰/۳

2۔ حاشیۃ الدسوقي علی الشرح الکبیر مع تقریرات الشیخ علیش، أحمد الدردیر،، ص: ۳۶۶/۲

فقہ شافعی:

اگر بغیر قصد و ارادہ لفظ طلاق زبان پر جاری ہو تو اس صورت میں طلاق جاری نہیں گی۔ مثلا کوئی شخص سوتے ہوئے طلاق دے دے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اگر کوئی یہ دعوی کرئے کہ لفظ طلاق سبقت لسانی کی وجہ سے ادا ہوا ہے تو اس صورت میں دعوی کو ثابت کرنا ہو گا کوئی قرائن ساتھ ہو تا کہ اس سے یہ سمجھ جائے کہ اس سے مراد قصد و ارادہ نہیں تھا، مثلا عورت کا نام طالق ہو اور شوہر غلطی سے طالق کہہ دے تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔[1]

فقہ حنبلی:

امام احمد علیہ الرحمہ سے روایت نقل ہوا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے غلطی سے انت طالق کہہ دیا، یا تم آزاد ہو کہہ دے تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔[2]

فقہ جعفری:

سنجیدہ حالت میں بغیر کسی مذاق کے طلاق کے صیغہ زبان سے جاری کرتے وقت طلاق دینے کا ارادہ رکھتا ہو۔[3] پس جو شخص غیر ارادی طور پر صیغہ طلاق جاری کریں تو طلاق واقع نہیں ہو گی مثلا بھول کر یا مذاق کے طور پر زبان سے صیغہ طلاق جاری کریں تو طلاق واقع نہیں ہو گی اور اگر کوئی بندہ سکھانے کے لئے یا حکایت کرنے کے لئے صیغہ طلاق جاری کریں تو طلاق واقع نہیں ہو گا۔[4]

اس کے بارے میں حدیث مبارکہ میں آیا ہے:

((عن الیع عن ابی عبد الله عن عبد الواحد بن المختار عن ابی جعفر علیه السلام قال : لاطلاق الا لمن اراد الطلاق)) [5]

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا طلاق صرف اس شخص کی صحیح ہو گی جو طلاق کا ارادہ کرے۔

1۔ مغنی المحتاج إلی معرفہ معانی ألفاظ المنہاج، شمس الدین، محمد بن أحمد، ص: ۲۷۸/۳

2۔ المغني ویلیہ الشرح الکبیر، عبداللہ بن أحمد بن محمد بن قدامہ المقدسی أبو محمد، عبدالرحمن بن محمد بن أحمد بن قدامہ المقدسی شمس الدین أبو الفرج، دار الکتاب العربی للنشر والتوزیع بیروت، لبنان، ص: ۲۶۴/۸

3۔ شَرائعُ الِاسلام فی مسائل الحلال والحَرام المعروف بہ شرائع، ابوالقاسم نجم الدین جعفر بن حسن ہذلی، مؤسسہ الِامام علی علیہ السلام، بیروت، لبنان، ص: ۵۷۰/۳

4۔ قواعد الاحکام فی معرفۃ الحلال و الحرام، ابو منصور حسن بن یوسف بن علی بن مطہر اسدی، مؤسسہ النشر الِاسلامی التابعہ لجماعہ المدرسین، بقم، ص: ۱۲۲/۳

5۔ تہذیب الاحکام فی شرح المقنعہ، ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، معروف بہ شیخ طوسی، دار التعارف للمطبوعات بیروت، حدیث ۱۶۰

مکتوب طلاق:

فقہ حنفی:

طلاق کے واقع ہونے کے لئے صرف زبان سے جاری ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر طلاق کو واضح طور پر لکھ کر بھیج دے تو بھی طلاق واقع ہو گی اور جو بول نہیں سکتا وہ اشارہ سے بھی طلاق دے تو طلاق واقع ہو گی، کیونکہ واضح تحریر الفاظ کے قائم مقام ہوتے ہیں اور مخصوص اشارے عبارت کے قائم مقام ہیں۔[1]

فقہ مالکی:

لفظ طلاق ادا کرے یا اس کا قائم مقام ادا کرے دونوں صورت میں طلاق واقع ہو گی، مثلاً اشارہ یا تحریر کے ذریعے ادا کرے نافذ ہو گی۔ لیکن اگر وہ دل ہی دل میں طلاق دے تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔[2]

فقہ شافعی:

جو شخص زبان سے طلاق جاری کر سکتا ہے مگر وہ تحریر کرتا ہے اور ساتھ میں نیت بھی نہیں کرتے ہیں تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں گی۔ لیکن اگر طلاق لکھتے وقت نیت کہ ہو تو اس صورت میں طلاق ہو گی۔ اگر شوہر یہ لکھے کہ یہ خط تم کو ملنے کے بعد تم کو طلاق ہو تو اس صورت میں خط کے ملتے ہی طلاق واقع ہو گی۔[3]

فقہ حنبلی

جو بول نہیں سکتا ہے جیسے کہ گونگا شخص اگر تحریر کرئے تو اس صورت میں طلاق ہو گی کیونکہ اس کا لکھنا ہی معتبر ہے۔ جو شخص تحریر کرتا ہے اور ساتھ میں نیت بھی کرتا ہے تو اس صورت میں طلاق واقع ہو گی اس میں بعض علما کرام نے اختلاف کیا ہے مگر حنابلہ کی دلیل یہ ہے کہ تحریر حروف کا نام ہے اور اس سے طلاق کا مفہوم معلوم ہو جاتا ہے، اس لیے جب کوئی شخص تحریری شکل میں طلاق دے گا اور طلاق کی نیت بھی کرے گا تو طلاق واقع ہو گی کتابت یہ نائب ہے زبانی ادائیگی کہ لہٰذا دونوں کے ذریعے طلاق واقع ہو گی۔[4]

فقہ جعفری:

امامیہ کے ہاں طلاق کتابت کے ذریعہ دوست نہیں ہے کیونکہ

1۔ بدائع الصانع فی ترتیب الشرائع، امام علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی، ص: ۱۶۰/۳

2۔ حاشیۃ الدسوقي علی الشرح الکبیر مع تقریرات الشیخ علیش، أحمد الدردیر، ص: ۳۶۵/۲

3۔ مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج، شمس الدین، ص: ۲۸۴/۳

4۔ المغنی والشرح الکبیر، شمس الدین ابی الفرج عبد الرحمن بن الشیخ الامام ابی عمر محمد بن احمد بن قدامۃ المقدسی، دار الکتاب العربی بیروت ،لبنان، ص۸۴۱۱/۸

يشترط فى النكاح دواما و متعه الايجاب والقبول الفظيان ،فلايكفى مجرد التراضى القلبى كمالا تكفى على الحوط لزوما الكتابة ولاِشاره المفهمة من غير الاخرس۔[1]

ترجمہ: نکاح میں شرط ہے چاہے دائمی ہو یا متعہ ہو دونوں میں ایجاب اور قبول لفظی کا ہونا ضروری ہے بس دونوں کے قلبی ریاضت کافی نہیں ہے جس طرح گونگے علاوہ باقی کے لئے اشارہ کافی نہیں ہے۔

گونگے کی طلاق:

فقہ حنفی:

گونگے کی طلاق اشارے سے واقع ہو جائے گی، کیونکہ اشارہ معروف و معین ہے ،اور اشارہ عبارت کا قائم مقام ہو گا۔اس طرح اس سے ضرورت پوری ہو سکے گی۔[2]

شافعی فقہ

گونگے کے تمام معاملات اشارے کے زریعے درست ہیں، گونگے کے اشارے سے نکاح، طلاق، عتاق اور خرید وفروخت سب درست ہیں۔اگر وہ ایسا اشارے کرئے جس کو ہر کوئی سمجھ سکتے ہو تو اس صورت میں یہ طلاق صریح ہو گی اور ادر کچھ مخصوص افراد ہی سمجھ سکتا ہوں تو اس صورت میں یہ طلاق کنایہ تصور شمار کیا جائے گا۔[3]

حنبلی فقہ:

اشارے کے ذریعے صرف گونگے کی طلاق واقع ہو گی لیکن جو شخص بول سکتا ہے اگر وہ واضح انداز سے بھی اشارے کرے جس کو ہر کوئی سمجھ سکتا ہو تو بھی طلاق واقع نہیں ہو گی، یہ صرف گونگے کے ساتھ مخصوص ہے۔[4]

فقہ جعفری:

اشارے کے ذریعے صرف گونگے کی طلاق واقع ہو گی لیکن جو شخص بول سکتا ہے اگر وہ واضح انداز سے بھی اشارے کرے جس کو ہر کوئی سمجھ سکتا ہو تو بھی طلاق واقع نہیں ہو گی، یہ صرف گونگے کے ساتھ مخصوص ہے۔

فقہ جعفری کے نزدیک طلاق کی شرائط:

- دو عادل افراد کے سامنے طلاق کے صیغے گئے جائیں۔
- صرف عربی زبان میں طلاق دی جاسکتی ہے۔

1۔منھاج الصالحین، سید علی ستانی، ص: ۲۴/۳

2۔الھدایہ شرح بدایۃ المبتدی، امام برھان الدین ابی الحسن، المرعینانی، ص: ۳۳۷/۲

3۔کشاف القناع فی متن الاقناع، منصور بن یونس بن ادریس البھوتي، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان، ص: ۲۸۱/۵

4۔ایضا

- طلاق صرف اور صرف "طالق" کے لفظ سے دی جا سکتی ہے۔
- اختیار اور ارادے کے ساتھ اپنے فیصلے سے طلاق دے۔
- عورت کی پاکی کی حالت میں طلاق دے۔
- عورت کے ساتھ اس پاکی میں اس کے ساتھ ہمبستری نہ کی ہو۔

شرط اختیار:

جس شخص کو ڈرا دھمکا کر طلاق دینے پر مجبور کیا گیا ہو اس کی طلاق واقع نہیں ہو گی لہذا مکرہ اور مجبور شخص کی طلاق صحیح نہیں ہے۔[1]

مکرہ اور مجبور شخص سے طلاق واقع نہ ہونے پر اجماع قائم ہے اور نص موجود ہے مکرہ اور مجبور وہ شخص ہے جس نے ان کو ڈرا دھمکائے کہ وہ اس فعل کے انجام دینے پر قادر ہوا گر قتل کی دھمکی دی ہے تو وہ بندہ قتل پر قادر ہو اور کر سکتا ہو اور ساتھ ہی وہ دھمکی بھی دے۔اور اگر نقصان کی دھمکی دے تو اس صورت میں یہ مکرہ شمار نہیں ہو گا اور طلاق واقع ہو جائے گا۔[2] احادیث مبارکہ میں بھی اختیار کو شرط قرار دی ہے اور مکرہ شخص سے طلاق واقع نہیں ہو سکتا ہے جس طرح امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

((عن یحیٰ بن عبد اللہ بن الحسن عن ابی عبد اللہ قال: سمعتہ بقول لا یجوز الطلاق فی استکراہ)) [3]

ترجمہ: جناب یحیٰ بن عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنھم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ آپ علیہ السلام فرما رہے تھے اکراہ کی صورت میں طلاق جائز نہیں ہے۔

مطلقہ کی شرائط:

زوجیت:

جس عورت کو طلاق دی جا رہی ہو اس کی اپنی بیوی ہونا ضروری ہے کسی اجنبی کو طلاق دینا درست نہیں ہے اور اس طرح کنیز کا طلاق دے تو بھی درست نہیں ہے اگر کسی اجنبی عورت کو طلاق دے تو "مثلا یوں کہے کہ ان **تزوجت فلانۃ فھی طالق**" یہ درست نہیں ہے طلاق اس عورت کو دی جاتی ہے جس کے عقد نکاح ہوا ہو کسی اجنبی کو

1۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشّریعہ، محمد بن الحسن بن علی بن حسین الحر العاملی، ص: ۸/۲۲۷

2۔ کشف اللثام عن قواعد الاحکام، محمد بن الحسن الاصفھانی، ناشر موسسہ النشر الاسلامی لاطبعۃ الاولی قم، ایران، ص۱۱/۸

3۔ الفروع من الکافی، ابی جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق، مؤسسہ فرھنگی واطلاع رسانی تبیان قم، ص: ۸/۲۲

طلاق دینے سے اس پر کوئی اثر مترتب نہیں ہوتا۔

امام جعفر صادق روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لا طلاق قبل النکاح ولا عتق قبل ملک))[1]

ترجمہ: نکاح سے پہلے طلاق صحیح نہیں ہے اور کسی کا ملک بننے سے پہلے اسے آزاد کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔

فقہاء اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہیں کہ محل طلاق وہ عورتیں ہے جو نکاح میں ہو یا طلاق رجعی کی عدت میں ہو لیکن اجنبی عورت پر طلاق مشروط با لتعلیق طلاق واقع ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں مختلف آراء موجود ہیں۔ شوافع حنابلہ اور ظاہریہ کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوتی خواہ قول عام ہو یا خاص لیکن احناف واقع ہونے کے قائل ہے مالکہ اس مسئلہ میں تفصیل کے قائل ہے کہ اگر مہر قول میں عمومیت ہو تو اس صوٗرت میں طلاق واقع نہیں ہو گا لیکن اگر عمومیت نہ ہو بلکہ کسی خاص عورت کی طرح نسبت ہو تو نکاح بغیر طلاق واقع ہو جائے گا۔[2]

نکاح دائمی ہو:

نکاح کا دائمی ہونا ضروری ہے جس عورت کو طلاق دی جائے وہ دائمی نکاح والی بیوی ہو غیر دائمی پر طلاق واقع نہیں ہو گی۔[3]

پس جو عورت دائمی کے ساتھ عقد میں آئی ہے اس کو طلاق کوئی اثر نہیں کرے گی مثلا اگر عورت کے سامنے عقد متعہ کیا ہو یا موطوء بالشبہ ہو مطلب کسی عورت کو اپنی زوجہ سمجھ کر اس کے ساتھ ہمبستری کرے اور بعد میں معلوم ہو کہ وہ کوئی اور تھی تو اس صورت میں کوئی طلاق نہیں ہے اور اس طرح ملک یمین کو بھی طلاق جاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔[4]

1۔ الفروع من الکافی، ابی جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق، مؤسسہ فرھنگی واطلاع رسانی تبیان قم، ص: ۱۸۹/۶

2۔ تحفۃ الفقہاء، للعلاء الدین السمر قندی، کرار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۵، ص: ۱۹۴/۲

3۔ شَرائعُ الِاسلام فی مسائل الحلال والحَرام المعروف بہ شرائع، ابو القاسم نجم الدین جعفر بن حسن ہذلی، الناشر: مؤسسۃ الِامام علي علیہ السلام بیروت، لبنان، ص: ۵۷۱/۳

4۔ واعد الاحکام فی معرفۃ الحلال والحرام، ابو منصور حسن بن یوسف بن علی بن مطھر اسدی، مؤسسۃ النشر الِاسلامی التابعۃ لجماعۃ المدرسین بقم، ص: ۱۲۳/۳

((عن اسماعيل بن الفضيل الهاشمی قال: سالت ابا عبد الله الحسن المتعة فقال: انقضی الاجل بانت منه بغير طلاق)) [1]

ترجمہ: اسماعیل بن فضیل ہاشمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق سے غیر دائمی نکاح کے بارے میں دریافت کیاتو آپؑ نے فرمایاجب متعہ کی مدت ختم ہو جائے تووہ شوہر سے بغیر طلاق کے جداہو جائے گی۔[2]

پس جس عورت کو طلاق دی جائے اس میں شرط ہے کہ وہ دائمی عقد میں ہو ورنہ اجنبی عورت کو طلاق دینے کو کوئی مقصد و مطلب نہیں ہوتاہے۔

حیض اور نفاس سے پاک ہو:

اگر بیوی کے ساتھ ہمبستری کیا ہو اور شوہر حاضر بھی ہو تو طلاق کے لئے بیوی کا حیض و نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے لیکن شوہر غائب ہو اور غیبت کا عرصہ اتنا رہے جس میں معلوم نہ ہو کہ بیوی حیض و نفاس سے پاک ہو جائے گی تو اس صوٗرت میں اگر طلاق دے تو وہ طلاق درست ہے۔[3]حیض کی صورت میں اس لئے منع کیا ہے کہ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس عورت کے پیٹ میں اس کی کوئی نسل تو نہیں ہے اور عدت رکھتاہے فلسفہ بھی یہی ہے کہ اختلاط نسل سے محفوظ رہے۔ کچھ فقہاء اہل سنت کے نزدیک حالت حیض میں طلاق دینا طلاق خلاف سنت ہے لیکن طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

شیعہ فقہاء چند صورت میں حیض کی حالت میں دی گئی طلاق کو دوست مانتے ہیں کہ وہ غیر مدخولہ ہو اور حاملہ ہونا معلوم ہو کہ شوہر کے غائب ہو تو اس صورت میں طلاق درست ہے لیکن علماء اہل سنت اس کے خلاف فرماتے ہیں کہ حیض و نفاس کی حالت میں طلاق درست ہے پس یہ طریقہ طلاق سنت ہے۔[4]اس بحث کے حوالے سے

1۔اصول الکافی، ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی المتوفی 328ھ/329ھ، قسم احیاء التراث مرکز بحوث دار الحدیث، ص:۳۴۵/۱۵

2۔الفروع من الکافی، ابی جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق، مؤسسہ فرہنگی واطلاع رسانی تبیان قم، ص:۴۵۱/۵

3۔شَرائعُ الِاسلام فی مسائل الحلال والحَرام المعروف بہ شرائع، ابو القاسم نجم الدین جعفر بن حسن ہذلی، الناشر: مؤسسۃ الِامام علي علیہ السلام بیروت، لبنان، ص:۵۸۲/۳

4۔کتاب المبسوط، ابی بکر محمد بن ابی سہیل الرخی الحنفی المتوفی سنہ ۴۹۰، تحقیق ابی عبداللہ محمد حسن محمد حسن اسماعیل الشافعی، مکتب رشیدیہ کرکی روڈ کوئٹہ بلوجستان، کتاب طلاق، ص:۵۷/۴

دونوں مسالک نے احادیث سے استفادہ کیا ہے۔

فصل دوم

طلاق کے احکام

طلاق کے بارے میں قرآن کریم میں واضح طور پر بیان ہوا ہے مختلف سوروں میں طلاق کو مفصل طریقے سے بیان فرمایا اس اہمیت کی وجہ سے ایک سورہ کا نام بھی "طلاق" رکھا ہے اور اس سورہ میں طلاق کے احکام کو مفصل طریقے سے بیان کیا ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسے سورۃ النساء الصغری کہا ہے قرآن کریم میں میاں بیوی کے درمیان طلاق کو انتہائی سخت ناپسند کیا ہے۔اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے تو اشد ضرورت کے وقت اس کو جائز قرار دیا گیا ہے اس میں بھی خود انسان کے لئے آسانی ہے ورنہ زندگی قید اور اجیرن بن جاتی ہے طلاق معاشرتی نقطہ نظر سے ایک انتہائی ضروری اور منصفانہ قانون ہے جو عقلی طور پر بھی قابل قبول اور ایک مفید اور درست قدم ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

﴿ وَإِنْ أَرَدتُّمُ ٱسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَءَاتَيْتُمْ إِحْدَىٰهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا۟ مِنْهُ شَيْـًٔا ﴾"[1]

ترجمہ: اور اگر تم ایک عورت کی جگہ دوسری عورت سے ازدواج چاہے، اور پہلی والی کو بہت سامال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو، کیا تم اس سے تہمت لگا کر اور کھلم کھلا ظلم کر کے واپس لو گے۔

اس آیت میں اک اہم نکتہ بیان فرمایا ہے کہ بہت سی چیزوں کو ہم اپنے لئے بہتر تصور کرتے اور بہت چیزوں کو ہم اپنے لئے درست جانتے ہیں مگر اس آیت میں فرمایا کہ عجب نہیں کہ کسی چیز کو تم ناپسند کرتے ہو اور خدا تمہارے لئے اس میں نہایت بہتری کر دے لہذا بہت سے ناپسند چیزوں کو برداشت کرنا ہو گی اور بہت سی پسندیدہ چیزوں کو چھوڑنا ہو گی کیونکہ ہر چیز کی حقیقت کو نہیں جانتے وہ ذات بہتر فیصلہ کر سکتا ہے ہماری زندگی کے بارے میں۔

اس آیت کے ذیل میں مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اگر بمقتضی طبیعت آپ اس کو ناپسند ہوں مگر ان کی طرف سے کوئی امر ناپسندگی کا موجب واقع نہ ہو تم بمقتضای عقل یہ سمجھو کہ برداشت کرو کیونکہ ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر بہت سی خوبیوں کو رکھا ہو جو بعد میں تمہارے لئے باعث سکون و راحت ہو

1۔ سورۃ النساء:20/4

جائے۔ مثلاً وہ تمہاری خدمت گار اور آرام رساں اور ہمدرد ہو یہ دنیاوی منفعت ہے یا اس کی اولاد پیدا ہو کر بچپن میں مر جاتے یا زندہ رہے اور صالح ہو جو ذخیرہ آخرت ہو جائے یا اقل درجہ ناپسند چیز پر صبر کرنے کا ثواب وفضیلت تو ضرور ملے گا"۔[1]

اس آیت کریمہ سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اسلام ہر لحاظ سے ہر ممکنہ راستے سے اس عقد کو باقی رکھنا چاہتا ہے مگر اس عقد کے باقی رکھنے میں خود اس میاں بیوی کے لئے فائدہ ہے جو وہ دونوں ابھی نہیں سمجھ پاتے لیکن وقت آنے پر اپنے فیصلہ کی اہمیت کا اندازہ ضرور ہو گا تمام احکام شرعی میں مصالح و مفاسد کو اپنی نظر سے دیکھتے ہیں اسلام کی نظر سے نہیں دیکھتے ہیں لہذا بہت سے موارد میں صبر و تحمل سے کام لینا ہو گا اس آیت کریمہ کی ذیل میں نجفی صاحب چند اہم نکات کو بیان فرماتے ہیں:

1. عورت مال و متاع نہیں ہے جس طرح دیگر ادیان کا تصور ہے بلکہ یہ ایک انسان ہے
2. عورت اگر بد کردار نہیں ہے تو اس پر کوئی ناروا پابندی نہیں لگائی جاسکتی ہے الا ان یا تین بفاحشہ
3. عورت بقول دیگر ادیان شر محض ہے جب کہ بقول قرآن اس میں خیر کثیر بھی ہو سکتا ہے خیرا کثیر۔[2]

اس کے علاوہ بھی قرآن کریم میں طلاق کے احکام کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے اور اسلام نے حد امکان اس رشتہ کو باقی رکھنے کی کوشش کی ہے لیکن بعض ادیان کی طرح اس کی مکمل آزادی بھی نہیں دی ہے اور بعض کی طرح مکمل پابندی بھی نہیں لگائی ہے بلکہ اسلام نے درمیان والا راہ اپنایا ہے۔ جہاں زندگی آرام و سکون سے گزرتی ہے وہیں رنجشوں میں طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے لہذا دونوں راستے اسلام میں کھلے ہوئے ہیں اور اسلام نے ہر لحاظ سے احکام کو بیان کیا ہے قرآن کریم میں ارشاد رب العزت ہے۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ﴾[3]

اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت کے لیے طلاق دے دیا کرو۔

اس آیت مجیدہ میں طلاق کے چند احکام کو ذکر فرمایا ہے:

1۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، سورۃ النساء ۱۹، ص: ۳۵۰/۴

2۔ الکوثر فی تفسیر قرآن، شیخ محسن علی نجفی، سورۃ النساء ۱۹، ص: ۲۷۷/۲

3۔ سورۃ طلاق: ۱

حکم اول

حالت حیض میں طلاق دینا درست نہیں ہے چونکہ اس حیض سے اس کی عدت شروع نہیں ہوسکتی جس میں اسے طلاق دی گئی ہو۔

اس کے ذیل میں شیخ محسن علی نجفی صاحب لکھتے ہیں:

"حالت حیض میں طلاق غیر موثر ہونے پر آیت کے ساتھ سنت رسول سے بھی ثابت ہے حضرت عمر کے بیٹے عبد اللہ نے اپنی زوجہ کو حالت حیض میں طلاق دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ سخت ناراض ہوئے۔"

لیراجعھا ۔۔اس حدیث پاک میں لیراجعھما سے مراد طلاق موثر ہونے کے بعد رجوع نہیں ہے بلکہ یہاں رجوع سے مراد واپس بلانا ہے ورنہ اگر حالت حیض کی طلاق موثر ہوتی تو رجوع کر کے دوبار طلاق دینے سے حالت حیض کی حرمت کی تلافی نہیں ہوتی۔[1]

اس حدیث مبارکہ کے ذکر کے بعد شیخ محسن علی نجفی صاحب حالت حیض میں طلاق کے واقع کو ثابت کر رہے ہیں اور مفتی شفیع صاحب بھی اسی حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اول یہ کہ حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر کسی نے ایسا کرے تو اس طلاق سے رجعت کر لینا واجب ہے۔

تیسرے یہ کہ جس طہر میں طلاق دیتا ہے اس میں عورت سے مباشرت وصحبت نہ ہو، نجفی صاحب نے اس حدیث کے ذریعے طلاق کے درست نہ ہونے پر استدلال فرمایا ہے کہ حالت حیض میں طلاق درست نہیں ہے۔[2]

لیکن جناب مفتی شفیع صاحب نے اس حدیث سے حالت حیض میں طلاق کو حرام سمجھتے ہیں مگر اگر کوئی حالت حیض طلاق دے تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر گناہ گار ضرور ہو گا اور ساتھ موثر بھی ہو گا۔اس حدیث کے ذیل میں علماء بحث کرتے ہیں کہ یہ جو واپس لینے کا حکم دیا ہے یہ امر واجب ہے یا یہ امر مستحب؟اس کے بارے میں دو اقوال ہیں ایک مستحب کے قائل ہے جبکہ دوسرا وجوب کے قائل ہے۔استحباب والے نظریے کو مذہب ابی حنیفہ اور شافعی نے اپنایا ہے جبکہ مالکی نے وجوب والا نظریہ اپنایا ہے اس کے بعد سوال یہ ہے کہ عورت اس حیض کے بعد جو طہر

1۔الکوثر فی تفسیر قرآن، شیخ محسن علی نجفی، سورۃ طلاق ا

2۔معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، سورۃ طلاق ا

آتا ہے اس میں طلاق دے جس میں اس کو طلاق دیا تھا یا اس حیض کے بعد جو طہر آتا ہے اس کے بعد میں جو طہر آتا ہے اس طہر میں طلاق دے ؟اس کے بارے میں بھی دو نظریے ہیں: اب سوال یہ ہے کہ حالت حیض میں طلاق سے منع کی علت کیا ہے ؟اس کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے۔ وجہ اول: وجہ حرمت یہ ہے کہ اس سے عورت کی عدت طویل ہو جاتی ہے جو عورت کے لئے باعث تکلیف و مشقت ہے کیونکہ جس حیض میں طلاق دی ہے وہ عدت میں شمار نہیں ہو گی۔ مذہب ابو حنیفہ کے مطابق اس حیض کے بعد میں جو طہر آتا ہے اس کے بعد میں جو حیض آتا ہے اس کے بعد سے عدت شمار ہو گی اس وجہ سے عدت بہت زیادہ طویل ہوتی ہے۔ مذھب شافعی کے مطابق کم از کم حیض کے بقیہ ایام جو حنیف سے پہلے گزاریں گے وہ زیادہ ہو جائیں گے۔[1]

حکم ثانی:

و احصو العدة[2]۔ جب عورت کی عدت شروع ہو جائے تو اس صورت میں عدت کو یاد رکھنا ضروری ہے کیونکہ احکام انہی ایام پر مرتب ہوتے ہیں ایسا نہ ہو کہ بھول کر اختتام عدت سے پہلے ہی ختم سمجھے یہ ذمہ داری مرد اور عورت دونوں پر عائد ہوتی ہے مگر یہاں پر جو صیغہ استعمال کیا ہے وہ مذکر کا کیا ہے قرآن میں جب بھی کسی جگہ حکم مرد اور عورت دونوں کے لئے ہو تو اس صورت میں صیغہ مذکر ہی استعمال کرتے ہیں۔

آیت کے اس جملہ کے ذیل میں مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں"

جو احکام مرد اور عورت میں مشترک ہوں انہیں عموما خطاب بصیغہ مذکر ہی آتا ہے عورتیں تبعا اس میں داخل سمجھی جاتی ہیں اور عورتوں میں غفلت کا احتمال زیادہ ہے اس لئے براہ راست ذمہ داری مردوں پر ڈال دی ہے۔[3]

لہذا عدت کا حساب رکھنا ضروری ہے چونکہ عدت پر احکام مرتب ہوتے ہیں:

1. عدت کے دوران عورت کسی اور مرد سے نکاح نہیں کر سکتی ہے لیکن گر عدت شمار نہ ہو اور کسی اور سے نکاح کرے تو نسل متاثر ہوتی ہے۔
2. طلاق یافتہ عورت کو عدت کے درمیان سابقہ شوہر پر چند حقوق ہیں جن کی ادائیگی کرنا سابقہ شوہر ہر لازم ہے اس کے اخراجات اور رہائش وغیرہ۔

1۔ الفتوی الحمویۃ الکبری، تقی الدین أبو العبّاس أحمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن أبي القاسم بن محمد ابن تیمیۃ الحرانی الحنبلي الدمشقي (المتوفی: ۷۲۸ھ)،الناشر: دار الصمیعي – الریاض، ص: ۳۱

2۔ سورہ الطلاق ۱

3۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، سورۃ طلاق ۱، ص: ۲/۴۷۰

3. اگر طلاق رجعی ہو تو شوہر عدت کے دوران رجوع کا حق رکھتا ہے اور اگر عدت شمار نہ کریں اور عدت کے گزر جانے کے بعد میں رجوع کرے تو اس سے نسل متاثر ہوتی ہے لہذا اس کا خیال رکھنا نہایت لازم ہے

4. عدت کے دوران فوت ہونے کی صورت میں ایک دوسرے کے وارث بن جاتے ہیں[1]۔ اس کے علاوہ بھی عدت پر اور بھی احکام مترتب ہوتے ہیں مثلاً؛ عدت کے دوران کسی اجنبی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس سے عقد کرے اس میں فرق نہیں ہے کہ عدت وفات ہو یا عدت طلاق دونوں صورتوں میں عقد جائز نہیں ہے قرآن کریم میں بھی ارشاد ہوا ہے۔

﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِۦ مِنْ خِطْبَةِ ٱلنِّسَآءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِىٓ أَنفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ ٱللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلَّآ أَن تَقُولُوا۟ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ وَلَا تَعْزِمُوا۟ عُقْدَةَ ٱلنِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ ٱلْكِتَٰبُ أَجَلَهُۥ ۚ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ فَٱحْذَرُوهُ ۚ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ﴾[2]

ترجمہ: اور تم پر کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ ان عورتوں کو اشارہ کنایہ سے نکاح کا پیغام دو اور یا تم اسے اپنے دل پوشیدہ رکھو، اللہ جانتا ہے کہ تمہیں ان عورتوں کا خیال پیدا ہو گا لیکن مخفی طور پر ان سے نکاح کا وعدہ نہ کرو مگر یہ کہ قاعدہ کے مطابق کوئی بات کہو، اور جب تک معاہدہ پورا نہ ہو اس وقت تک نکاح کا قصد بھی نہ کرو، اور جان لو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے پس اس سے ڈرتے رہو، اور جان لو اللہ بڑا بخشنے والا بردبار ہے۔

پس عدت کے دوران عقد کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ عدت کے درمیان بھی یہ عورت سابقہ شوہر کی بیوی ہوتی ہے اس عورت پر سابق شوہر کا حق حاصل ہے اور یہ عورت کو بغیر کسی عقد کے اپنی بیوی دوبارہ بنا سکتا ہے ہاں اشارہ اور کنایہ کے زریعے عقد کے عدم رجحان کو ظاہر کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔[3]

حکم ثالث:

﴿لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنۢ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ﴾[4]

عدت کے دوران شوہر پر واجب ہے کہ وہ اپنی مطلقہ بیوی کو رہائش فراہم کریں اور عورت کے ذمہ بھی واجب ہے کہ طلاق کے دینے کے بعد اسی گھر میں عدت کے ختم ہونے تک رہائش اختیار کریں اس گھر سے نہ نکلے جائے

1۔ الکوثر فی تفسیر قرآن، شیخ محسن علی نجفی، سورۃ طلاق ا، ج ا

2۔ سورۃ بقرہ ۲۳۵

3۔ بدائع الصانع فی ترتیب الشرائع، علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی، ص: ۱۵۸/۳

4۔ سورۃ الطلاق: ا

کیونکہ وہ عدت کے دوران پوری طرح زوجیت کے تحفظ سے نہیں نکلتی ہے اس لئے نان نفقہ اور سکونت دینا شوہر کے ذمہ ہے۔اور دونوں ایک ہی گھر میں رہنے میں یہ حکمت ہے کہ دونوں کے درمیاں صلح و مفاہمت کا امکان زیادہ رہتا ہے ایک اہم بات یہ ہے کہ دونوں باہمی رضایت کے باوجود بیوی کو گھر سے نہیں نکالا جاسکتا کیونکہ یہ صرف بیوی کا حق نہیں ہے بلکہ اس میں حق اللہ بھی ہے اس کا پاس رکھنا واجب ہے ہاں مگر جب عورت کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے اور وہ لڑائی جھگڑے میں بدزبانی کرے تو اس صورت میں شوہر کو گھر میں رکھنا ضروری نہیں ہے طلاق یافتہ عورت کے لئے جائز نہیں ہے گھر سے نکلنا خواہ دن ہو یا رات کو لیک گر شوہر فوت ہو گیا ہو تو اس صورت میں رات کو باہر نکل سکتی ہے۔[1]

حکم رابع:

﴿إِلَّآ أَن يَأْتِينَ بِفَٰحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾[2]

ترجمہ: طلاق یافتہ عورتوں کا گھروں سے نکالنا حرام ہے مگر یہ کہ عورت کسی کھلی بے حیائی میں مبتلا ہو جائے تو اس صوٗرت میں استثنا حاصل ہے کہ عورت کو گھر سے باہر کر سکتا ہے ہ اب اس کھلی بے حیائی سے کیا مراد ہے اس کے بارے میں ائمہ تفسیر کے تین اقوال ہیں:

1. کھلی بے حیائی سے مراد یہ ہے کہ وہ بے حیائی پر اتر آئے اور نکل بھاگے اس صورت میں نکل بھاگنے کا جواز نہیں ہے بلکہ اور زیادہ مذمت اور مخالفت کا اثبات ہے امام اعظم ابو حنیفہ نے اس معنی کو اختیار فرمایا ہے۔
2. فاحشہ مبینہ سے مراد یہ ہے کہ طلاق یافتہ عورت زنا کرے تو اس صورت میں اس پر حد جاری کرنے کے بعد اس کو گھر سے نکالا جائے گا۔
3. فاحشہ مبینہ سے مراد یہ ہے کہ وہ عورت بدزبانی کرے اور لڑائی جھگڑا کرے اور خود شوہر کے ساتھ یا اس کے باقی رشتہ داروں کے ساتھ بدزبانی کرے غیر اخلاقی گفتگو کرے تو اس صورت میں مکان عدت سے اس کو نکالا جا سکتا ہے۔[3]

شیخ محسن علی نجفی دام ظلہ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

"عورت زبان بد ہو تو اس صورت میں اس کا اخراج جائز ہے حضرت امام رضاؑ سے روایت ہے جاحشہ

1۔ بدائع الصانع فی ترتیب الشرائع، علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی، ص: ۴۴۵/۳

2۔ سورۃ النساء ۱۹

3۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، سورۃ النساء ۱

سے مراد یہ ہے کہ عورت شوہر کے خاندان والوں کو اذیت یا گالی دے۔ یہ ایک استثنائی صورت ہے جہاں مخصوص دلیل کی وجہ سے حکم عمومی سے خارج ہوا ہے۔ لیکن جہاں دلیل نہ ہو حکم وہی باقی رہے گا اور گھر سے نکالنا اور نکلنا دونوں جائز نہیں ہے۔ قرآن کریم میں اس کے علاوہ بھی ذکر ہو ہے ارشاد ہوا "اسکنو هن حيث سكنتم" ایک چیز کے بارے میں حکم کرنا، امر کا آنا اس کا مفہوم یہی ہے کہ اس کے جو ضد ہے اس سے نہی کیا گیا ہے اس آیت میں امر ہوا ہے کہ عورتوں کو بیت سے باہر نہ نکالے۔ کیونکہ اس وقت بھی یہ مرد شوہر ہے اور عورت بیوی نے طلاق کے پہلے جو حکم تھی وہ ابھی بھی قائم ہے مگر یہ کہ طلاق سے پہلے شوہر کے اجازت سے گھر سے باہر جانا جائز تھا لیکن اب اگر شوہر اجازت دے بھی تو باہر جانا جائز نہیں ہے"۔[1]

حکم خامس:

﴿فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ ﴾[2]

جب عدت پوری ہونے والی ہو تو اس وقت یہ فیصلہ کرے کہ بیوی کو اپنی زوجیت میں رکھنا ہے یا نہیں لیکن فیصلہ جو بھی کریں مگر فیصلہ شائستگی کے ساتھ ہو ایسا نہ ہو کہ عدت کے ختم ہونے سے پہلے رجوع کریں تو اس کی توہین ہے اور اس کو اذیت دینے کے لئے رجوع نہ کیا ہو دونوں صورت میں وہ دونوں ہمیشہ کے لئے جدا ہوتے ہیں یا ہمیشہ کے لئے ساتھ رہنا ہے اداب اور احترام کے دائرہ میں رکھ کر کرنا چاہیے۔ فقہ جعفری میں طلاق کے دیتے وقت دو گواہ کا ہونا ضروری ہے اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے اور دونوں گواہ کا عادل ہونا بھی شرط ہے اس پر ائمہ علیہ السلام کے بہت زیادہ احادیث موجود ہیں۔

((من طلق بغير شهود فليس شيء))[3]

ترجمہ: کوئی بغیر گواہ کے طلاق دے تو یہ طلاق کچھ بھی نہیں ہے۔

طلاق کو خرید و فروخت کے ساتھ قیاس ممکن نہیں ہے کیونکہ خرید فروخت میں اگر اختلاف ہو تو اس صورت میں قاضی دو گواہ طلب کرتے ہیں لیکن یہاں پر قرآن کو واضح حکم ہے کہ دو گواہوں کو طلب کریں اور عند النزاع طلب

1۔ بدائع الصانع فی ترتیب الشرائع، علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی، ص:۱۵۸/۳

2۔ سورۃ طلاق ۲

3۔ اصول الکافی، ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی التوفی 328ھ/329ھ، قسم احیاء التراث مرکز بحوث دار الحدیث، ص:۳۴۵/۱۵

کرنے کا حکم نہیں ہے بلکہ مطلق ہے جب کہ بیع و شراء میں عند طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔[1]

فقہ جعفریہ اور باقی مسالک میں اس شہادت کے مسلہ میں اختلاف ہے فقہ جعفریہ کے ہاں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے اگر گواہ نہ ہو تو طلاق وقوع پزیر نہیں ہو گی۔آیت مجیدہ میں امر آیا ہے وہ وجوب میں ظہور رکھتا ہے اور اس کو مستحب پر حمل کرنا درست نہیں ہے۔[2]

لیکن اہل سنت کے اکثر ائمہ کے نزدیک دو معتبر گواہ بنانا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے رجوع اس پر موقوف نہیں ہے اور گواہ بنانے کا مقصد رجوع کرنے کی صورت میں کہیں عورت کل رجوع سے انکار کرکے اس کے نکاح سے نکل جانے کا دعوی نہ کرنے لگے۔اور مرد کی طرف سے بھی رجعت کے ختم ہونے کے بعد بیوی کے مجلس میں ترک رجعت سے انکار نہ کر بیٹھے اس لئے دو معتبر گواہ کا رکھنا ایک امر مستحب ہے اور اس آیت مجید میں ذوی عدل ارشاد فرما اس امر کو واضح کر دیا کہ شرعی اور اصطلاحی دونوں معنی میں گواہوں کا ثقہ اور عادل ہونا ضروری ہے ورنہ قاضی اس پر فیصلہ نہیں دے سکتا۔[3]

حکم سادس، عدت طلاق:

شریعت کا حکم یہ ہے کہ طلاق کے بعد جوں ہی تین حیض پورے ہوں گے وہ آزاد ہے اور کسی سے عقد نکاح کر سکتی ہے قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

﴿وَٱلۡمُطَلَّقَٰتُ يَتَرَبَّصۡنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَٰثَةَ قُرُوٓءٖ﴾[4]

ترجمہ: اور طلاق یافتہ عورتیں تین مرتبہ پاک ہونے تک انتظار کرے۔

طلاق کی صورت میں عورت کو عدت پوری کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ نسل انسانی کا مسلہ ہے فقہ جعفری کے نزدیک عدت اس وقت پوری ہو گی جب تین حیض آکر مکمل پاک ہو جائے جبکہ امام شافعی اور امام مالکی کے نزدیک تیسرا حیض آتا ہے تو عدت ختم ہوتی ہے اور عقد نکاح ثانی حلال ہو گی۔[5]

1۔المقنع في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني، موفق الدين أبو محمد عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة المقدسي، المحقق: محمود الأرناؤوط - یاسین محمود الخطیب، مکتبہ السوادی التوریخ جدہ، سعودی، ص ۳۴

2۔الانتصار والرد علی ابن الروندی الملحد، ابی الحسین عبدالریحم بن محمد بن عثمان الخیاط المعتزلی، موسسہ النشر الاسلامی التابعۃ لجماعۃ المدرسین بقم المقدس، ص: ۳۴۰

3۔معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، سورۃ النسا ا

4۔سورۃ البقرہ ۲۲۸

5۔الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، سورۃ البقرہ ۲۲۸، ج 1، ص 563-564

لیکن وہ عورتیں جن کی عمر رسیدہ یا بیماری کی وجہ سے حیض آنا بند ہوا ہو بیماری کم عمری کی وجہ سے حیض نہیں آتا ہو ان کے لئے قرآن کریم نے تین ماہ مقرر فرمایا ہے کہ وہ تین ماہ انتظار کریں گے اور جو عورتیں حاملہ ہیں ان کی عدت وضع حمل ہے وہ جب بھی ہو جائے اس کی عدت ختم ہو جائے گی قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے۔

﴿فَإِذَا بَلَغۡنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمۡسِكُوهُنَّ بِمَعۡرُوفٍ أَوۡ فَارِقُوهُنَّ بِمَعۡرُوفٖ وَأَشۡهِدُواْ ذَوَيۡ عَدۡلٖ مِّنكُمۡ وَأَقِيمُواْ ٱلشَّهَٰدَةَ لِلَّهِۚ ذَٰلِكُمۡ يُوعَظُ بِهِۦ مَن كَانَ يُؤۡمِنُ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجۡعَل لَّهُۥ مَخۡرَجٗا﴾[1]

ترجمہ: جب وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں دستور سے رکھ لو یا انہیں سماجی رواج سے چھوڑ دو اور دو قابل اعتبار آدمی خود اپنے میں سے گواہ کر لو اور اللہ کے لیے گواہی پوری دو، یہ نصیحت کی باتیں ان لوگوں سے کیجاتی ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں، اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نجات کی صورت نکال دیتا ہے۔

وَأْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ[2] باہم مشورہ کرو۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اولاد موجود ہونے کی صورت میں جب طلاق ہو جاے اور والدہ کا دودھ پلانے کی اجرت کے سلسلے میں اگر کوئی مشکل پیش آجاے تو باہم ایک دوسرے سے مشورہ کرلیں اور مشکل کو حل کریں تاکہ والدین کی جدائی کی وجہ سے بچے کے جسم اور نفسیات، منفی اثرات سے متاثر نہ ہو جاے۔ وَاِنْ تَعَاسَرْتم[3] سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مشکلات کی صورت میں ماں کے دودھ کے علاوہ کوئی اور دودھ پلا سکتے ہیں۔ اس آیت میں ماں کے دودھ کی تاکید ہے۔ باہمی مشورہ سے ماں کے دودھ پلانے میں حائل مشکلات دور کرو۔ صرف عسر و حرج کی صورت میں دوسری عورت دودھ پلائے۔[4]

شیخ محسن علی نجفی دام ظلہ لکھتے ہیں:

"و التی یئسن" یہاں دو عورتوں کی عدت کا حکم بیان ہوا ہے:

الف: وہ عورت جو حیض بند ہونے کی عمر کو پہنچ رہی اور شک ہو کہ حیض کا بند ہونا عمر کی وجہ سے ہے یا کسی عارضہ کی وجہ سے اس صورت میں عادت تین ماۃ ہے

1۔ سورۃ الطلاق:۲

2۔ سورہ طلاق۶

3۔ ایضا

4۔ ایضا

ب: وہ عورت جسے حیض نہیں آتا ایسی عورت کی عدت بھی تین ماہ ہے یہاں ماہ سے مراد قمری ماہ ہے۔[1]

یہاں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مشکلات کی صورت میں ماں کے دودھ کے علاوہ کوئی اور دودھ پلا سکتی ہے ۔اس آیت میں ماں کے دودھ کی تاکید ہے۔ باہمی مشورہ سے ماں کے دودھ پلانے میں حائل مشکلات دور کرو۔ صرف عسر و حرج کی صورت میں دوسری عورت دودھ پلائے۔[2]

شیخ محسن علی نجفی دام ظلہ لکھتے ہیں:

"والتی یئسن" یہاں دو عورتوں کی عدت کا حکم بیان ہوا ہے:

الف: وہ عورت جو حیض بند ہونے کی عمر کو پہنچ رہی اور شک ہو کہ حیض کا بند ہونا عمر کی وجہ سے ہے یا کسی عارضہ کی وجہ سے اس صورت میں عادت تین ماۃ ہے

ب: وہ عورت جسے حیض نہیں آتا ایسی عورت کی عدت بھی تین ماہ ہے یہاں ماہ سے مراد قمری ماہ ہے۔[3]

یہاں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حیض نہ آنے کی وجہ جو بھی ہو وضع حمل کے علاوہ تین ماہ عدت گزارے گی اس بات میں اہل سنت اور اہل تشیع میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ تمام مسالک متفق ہیں اور جو حاملہ ہے ان کی عدت بچے کی پیدائش تک ہے خواہ اگر طلاق دینے کے ایک گھڑی کے بعد بچہ کی پیدائش ہو جائے تو اس صورت میں وہ عدت سے فارغ ہے اور عقد جدید کر سکتی ہے۔ جن کو حیض نہیں آتا ہے ان کی عدت تین ماہ ہے نکاح کے بعد دخول کیا ہو تو اس صورت میں مہر کامل واجب ہے تو عدت بطریق اولی واجب ہے لیکن خلوت صحیح تو ہوا ہے لیکن نکاح فاسد ہو تو اس صورت میں مہر واجب نہیں ہے اور مہر بھی پورا دینا واجب نہیں ہے بلکہ نصف مہر ادا کرنا ہوگا لیکن خلوت فاسد ہو لیکن نکاح صحیح ہو یعنی وطی ممکن تھی مگر مانع ساتھ تھا مثلاً وہ عورت حیض کی حالت میں ہو اس صورت میں عدت پورا کرنا واجب ہے لیکن مہر کا پورا دینا واجب نہیں ہے لیکن اگر کوئی مانع بھی ہو تو اس صوٗرت میں عدت نہیں ہے مثلاً میاں بیوی میں سے ایک اتنا مریض ہو کہ اس کے ساتھ وطی ممکن نہ ہو تو اس صورت میں عدت نہیں ہوگی اور اگر کسی کنیز سے شادی کریں تو اس صورت میں کنیز کی عدت آزاد عورت کے نصف ہے اگر یہ صاحب حیض ہو تو اس صورت میں اس کی عدت دو حیض ہیں اگر اس کو حیض نہیں آتا ہو تو اس صورت میں ایک ماہ کی عدت رکھے گی اور دخول سے پہلے عدت واجب نہیں ہے کیونکہ عدت نسل کے اختلاط سے بچنے کے لئے ہے اور دخول نہی ہوا ہے تو وہ مرحلہ ہی نہیں آتا

1۔الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، سورۃ طلاق ۴

2۔ایضا

3۔الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، سورۃ طلاق ۴

ہے۔[1]

وہ عورتیں جن کی عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو ۵۰ سال امتی اور سادات عورتوں کے لئے ۶۰ سال تک حیض آتا ہے اس کے بعد میں حیض نہیں آتا ہے ان کی عدت کوئی نہیں ہے ان کے ساتھ اگر کوئی عقد کرے تو اس صورت میں جوں ہی عقد ختم عدت بھی ختم ہو جائے گی۔ عمر رسیدہ عورتوں کے لئے کوئی عدت نہیں ہے۔[2]

حکم السابعہ:

مطلقہ عورتوں کے حقوق ادا کرو شوہر کے اوپر بیوی کو طلاق دینے سے پہلے جو حقوق واجب الادا تھے وہ سب حقوق عدت کے دوران بھی واجب ہیں کیونکہ عدت کے دوران بھی وہ اس کی بیوی ہے ان کے حقوق میں سے چند یہ ہیں:

الف: اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت عدت کے دوران تمہارے ساتھ رہے تو اس کو اذیت مت پہنچاؤ اس کو لعن طعن کر کے یا اس کی ضروری بات میں تنگی کر کے اس کو پریشان نہ کرو اور گھر سے نکلنے پر مجبور نہ کرو، بلکہ اس کی عزت نفس کو خیال رکھو۔۔۔

ب: ﴿أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم﴾ [3]

طلاق یافتہ عورتوں کو عدت کے دوران رہنے کی جگہ اسی سطح کی دو جس میں تم خود رہتے ہو یہ جائز نہیں ہے کہ تم کوٹھی میں رہو اور مطلقہ کو سرونٹ کواٹر میں رکھو بلکہ عورت کی عزت کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے طلاق کے بعد بھی سکون کی ہدایت دی ہے جب کوئی اپنی بیوی کو طلاق دو تو اس کی عدت ختم ہونے تک کے لئے اس کے لئے بہترین رہائش کا انتظام کریں اور رہائش کے لئے جو جگہ معین کیا ہے وہ اپنی وسعت کے مطابق ہو۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں: اگر زیادہ وسعت نہ ہو تو اپنے ہی مکان کا ایک کونہ اسے دے دے اور اسے تکلیف نہ دے اور نہ ہی اس کو تنگ کرے کہ وہ مکان چھوڑ کر چلی جائے عورت کو طلاق سے پہلے جس مکان میں رکھا ہوا تھا ابھی بھی اسی مکان میں یا اس مکان کے سطح کے برابر مکان میں رکھنا واجب ہے اور اگر عورت کی عدت زیادہ طویل ہو تو سکنی ساقط نہیں ہو گی۔[4]

1۔ تحفۃ الفقہاء، علاء الدین محمد بن احمد سمر قندی، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ص: ۱۹۲/۱

2۔ المقنع في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني، موفق الدين أبو محمد عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة المقدسي، ص ۳۴

3۔ سورۃ طلاق ۶

4۔ رد المختار علی در المختار، ابن عابدین، ص: ۵۸۳/۲

﴿وَإِن كُنَّ أُولَٰتِ حَمْلٍ﴾[1]

اگر طلاق یافتہ عورت حاملہ ہو تو اس کے وضع حمل تک نان ونفقہ سابقہ شوہر برداشت کریں گے ہر صورت میں بچہ کے پیدائش تک اخرجات برداشت کرنا ہوگا لیکن وہ عورتیں جنہوں نے طلاق خلع کے زریعے اپنا نکاح فسخ کرایا ہو یا وہ عورت جس کو طلاق بائن یا تین طلاق دی ہو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کا نان ونفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے۔امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان کے بھی نان ونفقہ واجب ہے جس طرح حق سکنی تمام مطلقات کے لئے واجب ہے اس طرح نفقہ تمام مطلقات کے لئے واجب ہے کیونکہ اسی آیت میں حضرت عبداللہ اور ابن مسعور رضی اللہ عنھما کی قرائت یہ ہے

﴿أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ﴾ [2]

لیکن جو مشہور قرائت ہے ان میں انفقوا موزوں ہے اس قرائت کے مطابق حکم یہ ہوا کہ جس طرح تمام مطلقات کے لئے سکنی دینا شوہر پر لازم ہے اس طرح شوہر پر تمام مطلقات کے لئے نان ونفقہ دینا واجب ہے اور اس کی تائید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر متعدد اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کے قول سے ہوتی ہے کہ انہوں نے فاطمہ بنت قیس کی جن کو ان کے شوہر نے تین طلاق دی تھی ان کی اس روایت کو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نفقہ ان کے شوہر پر لازم نہیں کیا ہے یہ کہہ کر کہ رب کریم نے فرمایا ہم ان کی اس روایت کی بناء پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو نہیں چھوڑ سکتے ہیں جس میں تمام مطلقات کا نفقہ عدت کے دوران شوہر پر واجب قرار دیا گیا۔[3]

خلاصہ بحث یہ ہوا کہ جو عورتیں حاملہ ہیں ان کا نان ونفقہ ان کے شوہروں پر واجب ہونے پر یہ آیت کریمہ صراحت دلالت کرتی ہے اور ساتھ ہی اسی مسلہ پر تمام امت اسلامیہ کا اتفاق واجماع ہے لیکن وضع حمل کے بغیر عورت کا نان ونفقہ تو شوہر پر واجب نہیں ہے لیکن بچہ کا نان ونفقہ اور بچہ کو جو دودھ پلاتی ہے اس کا معاوضہ دینا ضروری ہے امام ابو حنیفہ نے حاملہ کا نان ونفقہ اور سکنی دونوں کے واجب ہونے پر قرآن وسنت اور معقول کے زریعے استدلال فرمایا ہے۔قرآن کریم اسکنو ھن یہ آیت حامل کے لئے نان ونفقہ اور سکنی دونوں کے واجب ہونے کو بیان کرتی ہے یہ دو طریقے سے ثابت ہیں:۔

1. اللہ پاک کا یہ قول من وجدکم یہ متعلق محذوف ہے اس کے تقدیر میں یوں ہے "وانفقو علیھن"۔

1۔سورۃ الطلاق ٦

2۔سورۃ طلاق ٦

3۔معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ص ۲۷۱

اللہ پاک کا یہ قول ان کن اولات حمل۔[1] یہ اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ جب شرط منتفی ہو تو اس وقت حکم بھی منتفی ہوتا ہے اگر معارض نہ ہو تو یہاں پر اور یہاں پر کوئی معارض نہیں ہے۔ حدیث پاک سے بھی ثابت ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول للمطلقت ثلاثا النفقہ والسکنی۔[2]

﴿وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُۥٓ أُخْرَىٰ﴾[3]

ترجمہ: اگر تمہیں آپس میں دشواری پیش آئے تو کوئی اور عورت دودھ پلائے گی۔

اگر بچہ کو دودھ پلانے کا مسئلہ صحیح و مشہور سے حل نہ ہوا تو اس صورت میں عدت کے ختم ہونے کے بعد عورت کو مجبور نہیں کر سکتا ہے ہاں جب تک وہ عدت میں ہے وہ بحکم زوجہ ہے اور بچوں کو دودھ پلانا خود ماں کی ذمہ داری ہے بحکم خدا: والوالدات یرضعن اولادھن۔[4] اور جو کام کسی کے ذمہ واجب ہو اس پر معاوضہ لینا رشوت کے حکم نیں آتا ہے اور ایسا کرنا حرام ہے اور لینا اور دینا دونوں جائز نہیں ہے لیکن عدت کے گزرنے کے بعد میں معاوضہ لینا اور دینا دونوں جائز ہے۔[5]

بچہ کے لئے سب سے بہتر غذا اس کی ماں کا دودھ ہے لیکن ماں کی شفقت زیادہ ہونے کے باوجود کسی عذر کی وجہ سے ماں انکار کرتی ہے تو گناہ گار نہیں ہوگی لیکن بغیر شرعی عذر کے انکار کرے تو یہ گناہ ہے لیکن کسی بھی صورت میں ماں کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح اگر شوہر معاوضہ ادا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا ہو اور کوئی اور عورت بغیر معاوضہ کے دودھ پلانے کو تیار نہ ہو اس صورت میں شوہر کو مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

1۔ سورۃ الطلاق ٦

2۔ بدائع الصانع فی ترتیب الشرائع، علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی، ص: ۴٦٨/٣

3۔ سورۃ الطلاق ٦

4۔ سورۃ البقرہ ٢٣٣

5۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، سورہ الطلاق ٦

فصل سوم

طلاق کے معاشرے پر اثرات

اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو حلال اور بہت سی چیزوں کو حرام قرار دیا ہے مگر ان تمام حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔ اس کے بارے میں قرآن کریم اور احادیث نبی کریم ﷺ موجود ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان مردود سب سے زیادہ اس چیلے سے خوش ہوتا ہے جو میاں بیوی کے درمیان تفرقہ پیدا کر کے آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق کا اثر صرف میاں بیوی پر نہیں پڑتا، بلکہ پورا معاشرہ اس سے متاثر ہوتا ہے۔ اور معاشرے کا امن و سکون تباہ ہو جاتا ہے جہاں اللہ پاک نے عورت کو سکون کا ذریعہ قرار دیا ہے وہاں پر اگر ذہنی ہم آہنگی نہ ہو تو نہ صرف سکون باقی نہیں رہتا بلکہ بہت زیادہ تکلیف دہ اور اذیت ناک ہوتا ہے۔

طلاق کا سب سے زیادہ نقصان دہ اور دیرپا اثر معصوم بچوں پر پڑتا ہے، جس سے ان کی زندگی میں بہت بڑی محرومی پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کا نظام ہی کچھ ایسا بنایا ہے کہ بچوں کو ماں اور باپ دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

بچوں کی شخصیت کی تعمیر میں دونوں کا اپنا اپنا کردار اور حصہ ہوتا ہے۔ ماں کا پیار باپ، یا کوئی بھی اور نہیں دے سکتا اور اسی طرح باپ کا شفیق سایہ ماں نہیں دے سکتی۔ بچوں کو نہ صرف ماں اور باپ دونوں کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ ایسے ماں باپ کی ضرورت ہوتی ہے، جو ایک دوسرے سے گہری محبت کرتے ہوں۔ ان کی باہم محبت کا اثر بچوں پر بھی پڑتا ہے۔

اسی لئے کہا جاتا ہے اگر شادی کرنی ہے تو لڑکی کے انتخاب میں اس کی ماں کو دیکھے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ کس طرح پیش آتی ہے کیونکہ ماں کے کردار کا اثر بچے پر بہت پڑھتا ہے۔

اس لیے بچوں کی پرورش کے لیے مثالی اور فطری ماحول یہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو ٹوٹ کر چاہنے والے ماں باپ ان کے ساتھ رہیں اور مل کر ان سے بھی محبت کریں۔ انھیں ماں باپ میں سے ہر ایک کی محبت بھی درکار ہوتی ہے اور اس خوب صورت ٹیم یا جوڑے کی مشترکہ محبت بھی درکار ہوتی ہے جو دونوں مل کرتے ہیں۔ اسی فطری ماحول میں بچوں کی شخصیتیں صحت مند خطوط پر پروان چڑھتی ہیں۔ جو ماں باپ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑتے جھگڑتے ہیں یا معمولی مسئلوں پر اپنی اَنا کو لے کر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں، معصوم بچوں پر وہ سب سے زیادہ ظلم ڈھاتے ہیں۔ ان کے بچپن کے خوش گوار اور پر مسرت دور کو زہر آلود کر دیتے ہیں، اور زندگی کے بالکل آغاز ہی میں، ان کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔

طلاق کا فوری اثر تو یہ ہوتا ہے کہ بچوں کے اندر ماں یا باپ کو کھونے کا شدید احساس پیدا ہوتا ہے۔ وہ اپنی تعلیم پر توجہ نہیں دے پاتے۔ بہت سے بچوں کا تعلیمی گراف اس کے بعد تیزی سے گرنا شروع ہو جاتا ہے اور بسا اوقات پھر بحال نہیں ہو پاتا۔ بہت سے بچے ماں باپ کے درمیان دوری کے لیے خود کو ذمے دار سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ احساسِ جرم ان کے اندر منفی رجحانات پیدا کرتا ہے۔ وہ رات میں گھبرا کر اُٹھ بیٹھتے ہیں۔ بہت سے بچوں کا مزاج بدل جاتا ہے۔ وہ تنہائی پسند ہو جاتے ہیں۔ سماج سے خود کا تعلق توڑ لیتے ہیں۔ کچھ بچے شدید غم کا شکار ہو جاتے ہیں۔ زندگی کا مزا لینا چھوڑ دیتے ہیں۔ ناامیدی، مایوسی، اور منفی سوچ کے شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کا دنیا کو دیکھنے کا زاویہ ہی منفی ہو جاتا ہے۔

ان فوری اثرات کا نوٹس نہیں لیا گیا تو یہ اثرات معصوم بچے کے مزاج اور نفسیات پر دیرپا اثرات مرتب کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے بچوں کا غصے پر قابو نہیں رہتا۔ ساری دنیا سے وہ نفرت کرنے لگتے ہیں۔ معمولی باتوں پر تشدد پر اتر آتے ہیں۔ انتہائی صورتوں میں ایسے بچے معاشرے کے متشدد عناصر کے ہاتھوں میں چلے جاتے ہیں۔ کچھ بچوں کے لاشعور پر ماں باپ کے تنازعات اور جدائی کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ انسانی تعلقات میں محبت اور اعتماد کی قدروں پر بھی بھروسا کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ نہ وہ کسی سے محبت کر پاتے ہیں اور نہ کسی کی محبت کی قدر یا اس پر اعتماد کر پاتے ہیں۔ ایسے بچے خود بھی مستقبل میں خوشگوار ازدواجی زندگی کے لائق نہیں رہتے۔[1]

امریکا کے ایک سروے کے مطابق طلاق یافتہ والدین کی بیٹیوں میں طلاق کی شرح دیگر عورتوں کے مقابلے میں ۶۰ فیصد زیادہ ہوتی ہے۔[2] ایسے بچے نشہ وغیرہ کے زیادہ آسانی سے شکار ہو جاتے ہیں۔ بعض بچوں میں مستقل نفسیاتی امراض، جیسے ڈپریشن یا بائی پی ڈی (Bipolar Disorder) وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ مستقل ڈپریشن ان کے اندر بلڈ پریشر، ذیابیطس وغیرہ جیسے دائمی جسمانی امراض کا بھی باعث بن سکتا ہے۔ ان بچوں کی تعلیم پر دیرپا اثرات تو بہت عام ہیں۔ وہ تعلیم پر دھیان نہیں دے پاتے۔ زندگی کی امنگ اور کچھ کر گزرنے کا حوصلہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ تعلیم اور کیریئر میں بھی پیچھے ہٹنا شروع کر دیتے ہیں اور اس کا اثر ان کے مستقبل پر پڑتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ مرد کا ناگزیر حالات میں ان تمام اثرات کے باوجود طلاق کا اختیار دیا گیا ہے کیونکہ بہت سے موارد کے لئے خود طلاق بھی حل ہے لیکن شریعت کا حقیقی منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ انتہائی ناگفتہ بہ حالت میں بھی جہاں نصیحت، ہجر فی المضاجع اور ضرب و تعزیر بھی ناکام ہو جائیں اور بظاہر طلاق کے سوا کوئی صورت نظر نہ آتی ہو وہاں بھی وہ اصلاح احوال کیلئے ایک اجتماعی کوشش کا حکم دیتا ہے۔

1۔ احکام الطلاق، مولانا محمد علی جانباز، مکتبۃ القدسیہ لاہور، طبع 2005، ص 312

2۔ طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح۔ ایک المیہ (کالم)، اعجاز احمد، روزنامہ پاکستان، 8 جولائی 2019

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا ﴿٣٥﴾ ﴾[1]

ترجمہ: اور اگر میاں بیوی کے درمیان نزاع کا خدشہ ہو تو ایک ثالث کو مرد کے خاندان میں سے اور ایک ثالث شخص کو عورت کے خاندان سے تعین کرو، اگر یہ دونوں صلح پر آمادہ ہو جائیں تو اللہ ان دونوں کو جوڑدے گا، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

یعنی جب دیکھو کہ شوہر کی کوششیں ناکام ہوگئی ہیں اور معاملہ جدائی اور افتراق تک پہنچا چاہتا ہے تو اب میاں بیوی کے قبیلہ، برادری اور ان کے رشتہ داروں اور خیر خواہوں کو آگے بڑھنا چاہئے اور اپنے اثر ورسوخ سے کام لے کر بگاڑ کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کی عملی صورت یہ ہو کہ ایک پنچ میاں کے رشتہ داروں سے منتخب کیا جائے، دوسرا بیوی کے خاندان میں سے۔ یہ دونوں مل کر اصلاح کی کوشش کریں۔ بسا اوقات فریقین جس جھگڑے کو خود طے کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے دوسرے خیر خواہوں کی مداخلت سے وہ طے ہو جاتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں خطاب جمع کے صیغے سے ہے جس کے مخاطب میاں بیوی کے خاندان بھی ہو سکتے ہیں اور پورا اسلامی معاشرہ بھی جن کی نمائندہ حکومت ہوتی ہے۔ یہ تینوں درجہ بدرجہ اس کے مکلف ٹھہرائے گئے ہیں۔ فقہائے کرام نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ جو ثالث مقرر کئے جائیں گے ان کے اختیارات کیا ہوں گے؟ اس کے بارے میں چند اقوال ہے جو بات زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ اگر تو میاں بیوی انھیں صرف اس لئے منصف مان رہے ہیں کہ وہ جانبین کے معاملات سن کر صرف مشورہ دیں یا تصفیہ کی کوئی سفارش کریں تو ایسی صورت میں یقیناً ان کے پاس کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ ہاں! اگر زوجین نے انھیں طلاق یا خلع یا کسی اور امر کا فیصلہ کر دینے میں اپنا وکیل بنایا ہو تو اب ان کا فیصلہ تسلیم کرنا زوجین کیلئے واجب ہوگا اور اگر یہ معاملہ عدالت تک پہنچ جائے تو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کی مثالیں جو ہم تک پہنچی ہیں ان فیصلوں سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ حکم مقرر کرتے ہوئے یہ دونوں حضرات عدلیہ کی جانب سے انھیں حاکمانہ اختیارات بھی دیتے تھے۔ حضرت عقیل ابن ابی طالب اور ان کی بیوی فاطمہ بنت عقبہ بن ربیعہ کا مقدمہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش ہوا تو انھوں نے شوہر کے خاندان میں سے حضرت ابن عباس کو اور بیوی کے خاندان میں سے حضرت معاویہ بن ابی سفیان کو پنچ مقرر کیا اور ان سے کہا کہ اگر آپ دونوں کی رائے میں ان دونوں درمیان تفریق کر دینا ہی کافی ہو تو تفریق کر دیں۔ اسی طرح ایک

1۔ سورۃ النساء ۳۵

مقدمہ میں حضرت علی علیہ السلام نے حکم مقرر کئے اور ان کو اختیار دیا کہ چاہیں ملادیں اور چاہیں جدا کردیں۔اس سے معلوم ہوا کہ پنچ بطور خود تو عدالتی اختیارات نہیں رکھتے،البتہ اگر میاں بیوی اس پر راضی ہوں یا عدالت ان کو مقرر کرتے وقت اختیارات دے دے تو پھر ان کا فیصلہ ایک عدالتی فیصلے کی طرح نافذ ہوگا۔

دوسرے افراد کے لئے ان میں شامل ہونے اور ان دونوں کے درمیان صلح کرنے کا حکم اس لئے دی ہے کیونکہ یہ میاں بیوی کا تعلق ایک گھر کو بسانے یا اجاڑنے کا باعث ہے۔اس کی کامیابی سے خاندان وجود میں آتا ہے اور اسی خاندان کی ترقی یافتہ صورت مسلمان معاشرہ اور اسلام کا سیاسی نظام ہے۔اس لئے تمام دینی اور شیطانی قوتوں کا ہمیشہ یہ ہدف رہا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس رشتے میں دراڑیں پیدا کریں۔چنانچہ اس شیطانی مقصد کو بروئے کار لانے کیلئے وہ اپنی تمام ممکن مساعی کو صرف کر دینے سے بھی دریغ نہیں کرتیں کیونکہ ایک گھر اجاڑنے میں ان کی کامیابی درحقیقت اسلامی معاشرے کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے اس لئے ان کے خاندان اور ساتھ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان درمیان صلح کے لئے کوشش کرے۔

خلاصہ کلام

اللہ تعالی نے بعض امور حلال اور بعض کو حرام قرار دیا ہے۔حلال امور میں سب سے مبغوض ترین امر طلاق ہے۔طلاق سے نہ صرف دو افراد کی زندگی متاثر ہوتی ہے بلکہ دو خاندان متاثر ہوتے ہیں۔خاندان میں دوریاں پیدا ہوتی ہیں ایک دوسرے کے بارے میں برا سوچتے ہیں۔اس کے علاوہ طلاق سے اولاد کی زندگی پر گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔والدین کے درمیان نفرت اور دوریوں سے بچہ والدین کی محبت و شفقت سے محروم رہتا ہے۔جو نفسیاتی طور پر بچوں کے ذہن میں عدم اعتمادی کے پروان چڑاتا ہے۔رشتوں میں جب دراڑیں پڑتی ہے تو شیطانی قوتیں مزید دوریاں پیدا کرنے سے گریز نہیں کرتی جبکہ رحمانی افراد ان کے درمیان صلح وصفائی کی کوشش کرتے ہیں۔

باب چہارم

نکاح و طلاق کے مباحث کا تقابلی مطالعہ

فصل اول: نکاح کے احکامات کا تقابل

فصل دوم: طلاق کے احکامات کا تقابلی جائزہ

فصل اول

نکاح کے احکامات کا تقابل

مبحث اول: نکاح کی تعریف واہمیت

مبحث دوم: نکاح کے احکامات کا تقابل

مبحث اول

نکاح کی تعریف واہمیت

نکاح کے انسانی معاشرے میں بہت زیادہ اہمیت وفضیلت ہے کیونکہ جہاں نکاح نسل انسانی کی بقا کی ضامن ہے وہاں یہ بہت زیادہ برائیوں سے معاشرے کو محفوظ رکھتا ہے۔

دین اسلام مبین ایک مکمل ضابط حیات ہے انسان کی پیدائش سے پہلے سے لیکر اس کی آخری منزل تک رہنمائی کرتا ہے اس لیے اسلام نے نکاح کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور ساتھ ہی اس رشتہ کو مستحکم کرنے کے لئے تمام ذرائع کو بیان کیا ہے۔

یہ وہ عمل ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا ہے اور آخری آرام گاہ جنت میں بھی جاری رہے گا گو یا کہ انسان کے وجود کے ساتھ لازمی عمل ہے اسی سے انسان کے مزاج میں اعتدلال پیدا ہوتا ہے یہ نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ)) (1)

ترجمہ: اے نوجوانوں کے گروہ! جو تم میں سے جو نکاح کرنے کی طاقت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ نکاح کرلے کیونکہ نکاح نگاہ کو بہت زیادہ نیچا رکھنے والا اور زنا سے محفوظ رکھنے والا ہے۔

مزید اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي)) (2)

ترجمہ: نکاح میری سنت ہے جو میری سنت پر عمل نہ کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

اور علماامت نے انسانوں کے شخصی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے درجات فرض وسنت، مباح وغیرہ کو بیان فرمایا ہے۔

1۔ صحیح مسلم، أبوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری، دارالجیل بیروت، كِتَابُ النِّكَاحِ، باب اسْتِحْبَابِ النِّكَاحِ لِمَنْ تَاقَتْ نَفْسُهُ ...، حدیث:3466، ص:128/4

2۔ سنن ابن ماجہ، ابن ماجہ أبو عبد اللہ محمد بن یزید، دار إحیاء الکتب العربیہ، كِتَابُ النِّكَاحِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ النِّكَاحِ، حدیث:1846، ص:592/1

نیز شریعت مقدس نے جہاں نکاح کی ترغیب دی ہے وہاں پر جنسی بے راہ روی کو حرام قرار دیا ہے۔ نسل انسانی کو بڑھانے کے لئے جائز طریقہ نکاح کو ہی قرار دیا ہے اور اس کے علاوہ شہوت رانی کے ہر طریقے کی حوصلہ شکنی کی ہے اور اس کو حرام قرار دیا ہے اسکے علاوہ اس کے لئے عذاب بھی مقرر فرمایا ہے۔

مفتی محمد شفیع علیہ رحمہ فرماتے ہیں

"اللہ تعالیٰ نے تمہاری جنس سے تمہاری بیویاں پیدا کیں اور پھر تمہاری بیویوں سے تمہاری نسل کو باقی رکھا ہے۔ اپنی جنس سے اس لیے قرار دی ہے کہ انسان اپنے جنس سے کے ساتھ مانوس ہوتا ہے ایک اور جنس سے ہوتا تو ممکن تھا انسان کے باعث آرام و سکون نہ ہوتا کیونکہ وہ ان جنس سے مانوس نہیں لہذا ذات کبریائی نے اپنے جنس سے قرار دے کر انسان کے باعث سکون و آرام قرار دی"[1]

شیخ محسن علی نجفی صاحب فرماتے ہیں:

"فطری تقاضوں اور خواہشات کی تکمیل کے لئے جائز معقول اور مہذب طریقہ اپنانا چاہے فطری تقاضے کسی صورت پوری کرنی ہے تو اس کے لئے سب سے بہتر حل یہ ہے کہ اس کو جائز اور شرعی طریقے سے ہی پورا کیا جائے اس صورت میں گناہ نہیں ملے گا بلکہ یہ یہ ثواب کا کام ہو گا اور اجر بھی حقدار ہو گا اور خوشنودی خداوند عالم کا بھی سبب ہو گا"[2]

ان گزشتہ مباحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ نکاح کی اہمیت کے حوالہ سے مفسرین کے ہاں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ متفقہ طور پر یہ دونوں کی نظر میں بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

ان ابحاث سے نکاح کے چند فوائد بھی سامنے آتے ہیں۔

1. نکاح نسل انسانی کی بقا کا ضامن ہے۔
2. نکاح انسان کی نگاہ شرمگاہ کی حفاظت ہوتا ہے۔
3. نکاح سے معاشرے میں اعتدال پیدا ہوتا ہے۔
4. نکاح اسلام کا ایک اہم حصہ ہے اس سے رو گردانی جائز نہیں ہے۔
5. انسان کے سکون و راحت کا باعث ہے۔

1۔ معارف القرآن, مفتی محمد شفیع، سورہ روم ۲۱

2۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، سورہ روم ۲۱

6. اس سے ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے۔

7. اخلاقی اقدار کی حفاظت۔

نکاح کا تعارف باب دوم میں بیان کر چکا ہے اس تعارف کے نتیجے میں جو بات سامنے آئی ہے وہ یہ ہے۔ نکاح کے معنی جمع کرنے کے ہیں لیکن اس کا اطلاق مجامعت کرنے اور عقد کے معنی پر بھی ہوتا ہے۔

ماہرین اہل لغت نے نکاح کے لئے کئی معانی بیان کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ تقابل کے معنی میں ہیں اور عربی زبان میں جب کبھی دو پہاڑ آپس میں ایک دوسرے کے مقابلے میں قرار دیا جائے تو اس وقت کہا جاتا ہے کہ "تناکح الجبلان" یعنی دونوں پہاڑ مقابل میں واقع ہے۔(1)

ان تمام تعریفوں سے مندرجہ ذیل نکات سامنے آتی ہیں۔

1. نکاح عقد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

2. نکاح وطی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

3. نکاح ایک خاص معاہدہ کو کہا جاتا ہے جس سے مرد اور عورت کے درمیان میں زوجیت کا تعلق پیدا ہوتا ہے اور ایک دوسرے کا محرم بن جاتا ہے اور ایک دوسرے کے جسم کے تمام حصے سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

خلاصہ بحث:

نکاح کی تعریف کے حوالہ سے دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ وہی معنی مراد لیتے ہیں جو اہل لغت نے بیان کیا ہے۔

1۔ شیخ حسن قاروني، النضید، انتشارات، داوری، قم، ۱۲۲۵، ص:۲۰/۱۹

مبحث دوم

نکاح کے احکامات کا تقابل

احکام اول:

نکاح پڑھنے کا طریقہ اور شرائط:

نکاح پڑھنے کا طریقہ کیا ہے کیا آیا نکاح ہر زبان میں ہوسکتا ہے یا عربی زبان میں پڑھنا ضروری ہے؟

نکاح کے جاری کرتے وقت گواہ کا ہونا ضروری ہے یا نہیں ہے؟

نکاح میں سربراہ کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟

جعفری نقطہ نظر:

امامیہ کے ہاں ازدواج خواہ دائمی ہو یا غیر دائمی ہو اس میں صیغہ نکاح پڑھنا ضروری ہے۔

صرف عورت اور مرد کا راضی ہونا کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ خود مرد یا عورت یا ان کے وکیل کا صیغہ عربی زبان میں جاری کرنا ضروری ہے۔

کنواری لڑکی کے لئے اس کے سربراہ یعنی باپ یا داد کی اجازت ضروری ہے ان کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں ہے لیکن بیوہ عورت کے لئے سربراہ کی اجازت ضروری نہیں ہے۔[1]

نکاح کے وقت گواہ کا ہونا ضروری نہیں ہے بغیر گواہ کے بھی عقد واقع ہوتا ہے یہ بات روایت اور اجماع دونوں سے ثابت ہے۔

دلیل:

منها : الحسان الصحاح على الصحيح ، الوثقات ففى الحسن : فى الرجل يتزوج بغير بنية ،قال لاباس ۔[2]

امامیہ کے ہاں نکاح کے چند شرائط ہیں

1. نکاح کا صیغہ صحیح عربی میں پڑھا جائے۔
2. قصد انشا کا ہونا ضروری ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اگر مرد اور عورت نکاح کا صیغہ جاری کر رہے ہوں تو اس

1۔المبانی فی شرح العروۃ الوثقی، سید محمد تقی خوئی، موسسہ الخوئی السلامیہ، باب ا لنکاح، ۱۳۱۷/۱۴۱۳

2۔الکافی، ج۵، ص۳۸۷

وقت جب عورت صیغہ پڑھ رہی ہو تو عورت کا زوجتک نفسی کہنا اس نیت سے ہو کہ خود کو اس کی بیوی قرار دے۔ اور مرد بھی جب صیغہ جاری کرئے تو مرد کی بھی نیت یہ ہو کہ اس عورت کو بیوی کے طور پر قبول کر رہے ہوں اگر دونوں کی طرف سے وکیل صیغہ جاری کر رہا ہوں تو اس کی نیت بھی ان دونوں کے درمیان زوجیت قائم کرنا ہو۔

3. صیغہ نکاح جاری کرنے والا عاقل اور بالغ ہو۔
4. نکاح کے وقت لڑکا اور لڑکی معین ہونا ضروری ہے۔
5. مرد اور عورت دونوں راضی ہو۔[1]

احناف نقطہ نظر:

احناف کے ہاں ولی کی اجازت فقط صغیرہ اور مجنونہ کے لئے ضروری ہے لیکن بالغہ، عاقلہ لڑکی چاہے باکرہ ہو یا اس کے نکاح میں ولی کی اجازت ضروری نہیں ہے وہ جس سے چاہے شادی کر سکتی ہے۔[2]

دلیل:

یہ نکاح بھی عقود میں سے ایک عقد ہے جیسے بیع و شرا ہے اور بالغ رشیدہ عورت جب چاہے وہ بیع و شرا کر سکتی ہے تو نکاح میں کیونکہ منع کر رہے ہیں۔

بس عقد نکاح کو عقد بیع پر قیاس کرنا چاہے۔

نکاح کا صیغہ:

احناف کے ہاں عربی پر قدرت کے باوجود عقد نکاح کسی بھی زبان میں پڑھا جا سکتا ہے۔[3]

احناف کے ہاں کتابت سے نکاح واقع ہو جاتا ہے

گواہ:

اہل سنت کے تین مذاہب احناف، شوافع اور حنابلہ اس بات پر متفق ہیں کہ عقد نکاح کے مواقع پر گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے ان کے بغیر عقد نکاح باطل ہو گا۔[4]

1۔ مستند الشیعہ فی احکام الشریعہ، احمد بن محمد مہدی النراقی، موسسہ ال البیتؑ، احیاالتراث الاسلامی، بیروت، ص:۱۴۲۹/۱۷

2۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، عبدالرحمن الجزیری، ص:۴۶/۴

3۔ فتاوی عالمگیری، علما کی ایک جماعت، مترجم سید امیر علی، ج۲: ص۱۲۷

4۔ المهذب البارع فی شرح المختصر النافع، جمال الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن فحد اعلی، الناشر: مؤسسة النشر الإسلامی، ص:۱۹۵/۳

خلاصہ بحث:

نکاح کی شرائط کے حوالہ سے دونوں مذاہب میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

احناف کے ہاں نکاح کا عربی میں جاری کرنا ضروری نہیں ہے لیکن فقہ جعفری کے ہاں عربی ضروری ہے۔

احناف کے ہاں نکاح کے وقت گواہ کا ہونا ضروری ہے لیکن جعفری کے ہاں ضروری نہیں ہے۔احناف کے ہاں سربراہ کی اجازت رشیدہ لڑکی کے لئے ضروری نہیں ہے لیکن جعفری کے ہاں کنواری لڑکی کے لے شرعی ولی کی اجازت ضروری ہے۔

دونوں مسالک کے پاس اپنی دلیل موجود ہے جو ان میں سے دلیل قوی اور محکم ہو اس کو آپ قبول کر سکتے ہیں۔

احکام دوم: عقد متعہ

جعفری نقطہ نظر:

امامیہ کے ہاں جہاں عقد دائمی واقع ہوتا ہے وہاں ان کے ہاں عقد متعہ بھی واقع ہوتا ہے۔

امامیہ کے ہاں عقد متعہ میں وہ تمام شرائط ضروری ہے جو عقد دائمی میں موجود ہیں ایک ہی وقت میں ایک عورت کے ساتھ دو مرد متعہ نہیں کر سکتے ہیں جب عورت نے ایک مرد کے ساتھ متعہ کیا ہو اس وقت جب مرد اس کو رخصت کرے تو عقد دائمی کی طرح عدت رکھنا ضروری ہے عدت پوری ہونے سے پہلے وہ عورت کسی اور مرد سے نکاح متعہ نہیں کر سکتی ہے۔

اس عقد میں وہ تمام شرائط موجود ہیں جو عقد دائمی میں موجود ہے مگر عقد متعہ میں وقت معین ہوتا ہے اور بیوی ہمبستری کا حق نہیں رکھتی اور شوہر سے میراث بھی نہیں پاتی اور شوہر بھی اس سے میراث نہیں پاتا ہے۔

عقد متعہ میں طلاق نہیں ہے بلکہ جس مدت تک کے لئے عقد کیا گیا ہے اس عدت کو پورا کرنا یا بخش دینا ہوتا ہے۔

دلیل:

امامیہ کے ہاں متعہ کے حکم منسوخ نہیں ہوا ہے ابھی بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

دلیل قرآن کریم سے:

﴿وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلنِّسَآءِ إِلَّا مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡۖ كِتَٰبَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡۚ وَأُحِلَّ

لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُواْ بِأَمْوَٰلِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَٰفِحِينَ ۚ فَمَا ٱسْتَمْتَعْتُم بِهِۦ مِنْهُنَّ فَـَٔاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَٰضَيْتُم بِهِۦ مِنۢ بَعْدِ ٱلْفَرِيضَةِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٢٤﴾ [1]

ترجمہ: اور شوہر دار عورتیں بھی (تم پر حرام ہیں) مگر جو تمہاری ملکیت میں آجائیں، (یہ) تم پر اللہ کا فرض ہے اور ان کے علاوہ باقی عورتیں تم پر حلال ہیں ان عورتوں کو تم مال خرچ کر کے اپنے عقد میں لا سکتے ہو بشرطیکہ (نکاح کا مقصد) عفت قائم رکھنا ہو بے عفتی نہ ہو، پھر جن عورتوں سے تم نے متعہ کیا ہے ان کا طے شدہ مہر بطور فرض ادا کرو البتہ طے کرنے کے بعد آپس کی رضامندی سے (مہر میں کمی بیشی) کر لو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، یقیناً اللہ بڑا جاننے والا، حکمت والا ہے۔

اس آیت کے ذیل میں علامہ شیخ محسن علی دامت برکاتہ لکھتے ہیں:

عقد متعہ اور عقد دائمی کے مشترکہ امور:

- عقد
- حق مہر
- حق حصانت
- عدت

تعجب کا مقام ہے کہ بعض معاصر حضرات نے نہایت غیرہ ذمہ داری سے لکھا ہے کہ متعہ میں عدت نہیں ہے۔ بھلا کوئی ایسا حکم ہو سکتا ہے جس میں تطہیر رحم کے بغیر اختلاط نسل کی اجازت دی گئی ہو یا کسی شخص نے آج تک ایسا فتوی دیا ہے؟[2]

استدلال

اولا اس میں استمتاع سے مراد نکاح متعہ ہے اور ثانیا یہ منسوخ نہیں ہوا ہے جائز بھی ہے۔

جہاں تک امر اول کا تعلق ہے یہاں پر استمتاع سے مراد نکاح متعہ ہونے میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ فریقین کی بہت سی روایات میں یہ بات واضح ہے اکہ مذکورہ آیۃ مجیدہ میں استمتاع سے مراد نکاح متعہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور ابن جبیر رضی اللہ عنہ نے اس آیت شریفہ کو یوں پڑھا ہے۔

1۔ سورۃ النساء: 24/4

2۔ الکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، سورۃ النساء ۲۴

((فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ---))[1]

ان ابحاث سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ متعہ ابتدائی طور پر تمام مذاہب کے ہاں ثابت ہے سوال اس کے نسخ ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت کی قرائت کو متعدد طرق سے نقل کیا ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے درج کرتے ہیں۔

> **((سألت ابن عباس عن المتعة فقال: أ ما تقرأ سورة النساء؟ فقلت: بلى فقال: فما تقرأ" فما استمتعتم به منهن إلى أجل مسمى" قلت: لا أقروها هكذا فقال ابن عباس: فو الله هكذا أنزلها الله، ثلاث مرات)) -**[2]

ترجمہ: ابونضرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے فما استمتم بہ منھن پڑھی تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا الی اجل مسمی میں نے کہا میں تو اس آیت کو اس طرح نہیں پڑھتا، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم یہ آیت ان الفاظ سمیت نازل ہوئی تھی اس بات کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تین بار دہریا۔

ان تمام ابحاث کے بعد بھی بعض افراد نے اس آیت کو دائمی پر حمل کیا ہے کہ اس سے مراد عقد دائمی کیا ہے۔

امامیہ کے ہاں اس آیت کو دائمی پر حمل نہیں کر سکتا ہے اس کے چند وجوہات ہیں۔

1. صحابہ کرام کی ایک جماعت نے مذکورہ آیت الی اجل مسمی کی تشریح میں یہ لکھا ہے کہ یہ تشریحی جملہ عارضی نکاح (متعہ) کے علاوہ کسی اور مفہوم سے ہم آہنگ نہیں ہوتا۔
2. اگر متعہ سے مراد دائمی نکاح ہو تو پھر نسخ کا دعوی کس حد تک درست ہو گا؟ کیا اس سے مراد یہ ہو گا کہ دائمی نکاح کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

آیت متعہ منسوخ؟

مذکورہ آیت کے بارے میں سوال یہ ہے کہ آیت منسوخ ہوئی ہے یا نہیں یعنی متعہ کے حلال ہونے کے بعد پھر اس کو حرام قرار دیا ہے یا نہیں؟

امامیہ نظریہ یہ ہے کہ مذکورہ آیت منسوخ نہیں ہوئی بلکہ ابھی حکم باقی ہے کیونکہ وہ آیات جو نسخ کے بارے میں بیان کی گئی ہیں ان میں نسخ کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے کیونکہ سورہ طلاق آیت نمبر ا آیت ناسخ یہ آیت مکی ہے

1۔ تفسیر قرطبیؒ، ابوعبداللہ، محمد بن احمد بن ابو بکر بن فَرح انصاری خزرجی اندلسی شمس الدین القرطبیؒ، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

2۔ المصاحف، ابی بکر عبداللہ بن سلیمان بن اشعث السجستانی، المعروف ابوداود، ناشر دار الشائر الاسلامیہ، بیروت لبنان، ص ۳۲۴

جبکہ جس آیت سے متعہ ثابت ہوا ہے وہ مدنی ہے اور یہ درست نہیں ہے کہ پہلے ناسخ ہو بعد میں منسوخ ہو یہ فصاحت و بلاغت قرآن کے خلاف ہے۔

دوسری آیت ناسخ

آیت متعہ اس آیت کے ذریعے نسخ ہو گئی ہے۔

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ﴾(1)

ترجمہ: تمہارے لیے اپنی بیوی کے ترکے میں سے آدھا حصہ ملے گا۔

یہ آیت میاں بیوی کے درمیان میراث کو ثابت کرتی ہے مگر جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے وہاں پر میراث ثابت نہیں ہوئی بس درحقیقت متعہ والی عورت زوجہ ہے ہی نہیں ہے لہذا وہ آیت منسوخ ہو گی ہے۔[2]

جس دلیل سے نکاح متعہ میں میراث کی نفی ہو گئی وہ آیت ارث کو تخصیص دے رہی ہے پس وہ آیت ارث کا مخصص ہے۔اور کسی دلیل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مطلق زوجیت میراث کی مستوجب ہو، چنانچہ یہ بات ثابت ہے کہ کسی کافر کو کسی مسلمان سے اور کسی قاتل کو کسی مقتول سے ارث نہیں ملتا ہے۔

امامیہ کے ہاں وہ تمام روایات جو آیت ناسخ کے لئے منسوخ کے طور پر بیاں کیا ہے ان سے نسخ نہیں ہوتا ہے۔ جیسے حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے:

((إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ)) (3)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں سے نکاح متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

اس کے حوالے سے اور بہت سی روایت بیاں کی گئی ہے جن سے آیت کی نسخ ثابت ہوتی ہے

جواب:

1. خبر واحد کے ذریعے سے نسخ ثابت نہیں ہو سکتا۔

1۔سورۃ النساء:12/4

2۔الناسخ والمنسوخ، ابی جعفر احمد بن محمد بن اسماعیل النحاس، دار العباصمۃ بیروت، لبنان، ص:۳/۱۰۰۔۱۰۶

3۔ صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل أبو عبداللہ البخاری، کتاب النکاح، باب نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم عن نکاح المتعۃ آخرا، ص:1966/5

2. یہ روایات ائمہ اہل بیت کی ان احادیث متواترہ سے متعارض ہیں جو نکاح متعہ کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

3. پیغمبر اکرم ﷺ کے کسی دور میں متعہ کی حرمت ثابت ہونے سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ آیت متعہ نسخ ہوگی ہے۔ کیونکہ عین ممکن اس بات کا بھی ہے کہ متعہ کی حرمت کا زمانہ اس کی حلیت کے زمانے سے پہلے ہو اور بہت سی روآیات موجود ہیں کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ متعہ رسول خدا ﷺ کے آخری زمانہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ابتدائی حکومت تک ثابت تھا۔

اس بارے میں بہت زیادہ روایت موجود ہے ان میں سے چند ایک مندرجہ زیل ہیں۔

زمانہ پیغمبر اکرم ﷺ، عہد ابو بکر رضی اللہ عنہ اور صدر حکومت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں نکاح ہوتا رہا ہے جسے کہ روایت میں آئی ہے۔

((أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ، قَالَ : كُنَّا نَعْمَلُ بِهَا ، يَعْنِي مُتْعَةَ النِّسَاءِ ، عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَفِي زَمَانِ أَبِي بَكْرٍ ، وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ حَتَّى نَهَانَا عَنْهَا عُمَرَ))-[1]

حضرت اسما بنت ابی بکر نے نکاح متعہ کیا ہے۔

حضرت ابو بکر کی بیٹی حضرت اسما رضی اللہ عنھا نے خود نکاح متعہ کیا ہے اور اپنے ممتوعہ ہونے کا اقرار فرمایا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

((وقد ثبت على تحليلها بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم جماعة من السلف منهم من الصحابة اسما ء بنت ابى بكر فاخرجه النسائى من طريق مسلم القرى قال دخلت على اسما بنت ابى بكر فسالنا ها عن متعه النسا فقالت فعلنا ها على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم)) -[2]

ترجمہ: رسول خدا ﷺ کی رحلت کے بعد متعہ کے حلال ہونا بعض علماء ماسلف کے نزدیک ثابت ہے صحابیات میں سے ایک اسماء بنت ابو بکر ہے جو حلیت کی قائل تھیں۔ نسائی نے اپنی کتاب سنن

1۔ السنن الکبری، امام ابی عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی 1411ھ، کتاب النکاح، حدیث: 5538، ص: 326/3

2۔ سنن الکبری للنسائی، احمد ابن شعیب نسائی، ج۳، ص: ۱۳۵

نسائی میں مسلم القری سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ مسلم القری کہتا ہے میں نے اسماء بنت ابو بکر سے متعہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم نے رسول خدا ﷺ کے زمانے میں انجام دیا ہے۔

خلاصہ بحث:

کثیر احادیث، اخبار عارضی نکاح {متعہ} کے جواز کے بارے میں مذکور آیت کریمہ کی تائید اور اس کی دائمی حلیت پر دلالت کرتی ہے۔ ان احادیث سے ثابت یہ ہوتا ہے کہ متعہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حرام قرار دیا ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اور ساتھ ہی حضرت علی علیہ السلام نے اس معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف کلی[1] فرمایا ہے۔[2]

احناف کے ہاں متعہ:

﴿فَمَا ٱسۡتَمۡتَعۡتُم بِهِۦ مِنۡهُنَّ﴾[3]

ترجمہ: پس جن عورتوں سے استمتاع کر لو تو ان کا مہر ادا کرو چونکہ تمہارے اوپر فرض ہے۔

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مذکورہ آیت میں استمتاع کا مطلب بیویوں سے ہمبستری کرنا اور وطی کرنا ہے اگر محض نکاح ہو جائے، شوہر کو استمتاع کا موقع بھی نہ ملے اور رخصتی بھی ہونے سے پہلے ہی طلاق دیدے تو شوہر پر آدھا مہر واجب ہو جاتا ہے۔ اگر شوہر استمتاع کر لے تو پورا مہر واجب ہو جاتا ہے"[4]

حرمت متعہ:

مذکورہ لفظ استمتاع کا مادہ اصلی م، ت، ع سے ہے جس کا مطلب کسی چیز سے فائدہ حاصل ہونے کے ہیں۔ کسی شخص سے یا مال سے فائدہ حاصل کیا ہو اس کو استمتاع کہا جاتا ہے۔

1۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: اگر حضرت عمر□ متعہ کو حرام قرار نہ دیتا تو شقی کے علاوہ کوئی زنا نہ کرتا۔ کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال، علاؤالدین علی متقی، دار الکتب العلمیہ بیروت، ص294/8

2۔ تفسیر کبیر، فخر الدین رازی، دار الکتب، طھران، ایران، ص: ۲۸۷/۳

3۔ سورۃ النساء ۲۴

4۔ معارف قرآن، مفتی محمد شفیع، سورۃ ۲۴

لفظ استمتاع سے ایک فرقہ نے متعہ کے حلال ہونے پر استدلال کیا ہے درحالانکہ اس کی صاف تردید قرآن کریم کے آیت محصنین غیر مسافحین سے ہورہی ہے۔

متعہ اصطلاحی جس کے ایک فرقہ قائل ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد وعورت سے یوں کہے کہ اتنے دن یا وقت کے لئے ایک معین مال کے بدل متعہ کرو۔

اس آیت کا متعہ اصطلاحی سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس سے متعہ ثابت ہی نہیں ہوتا ہے۔

قرآن کریم نے جن عورتوں سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے ان کو بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ حلال عورتوں کو تلاش کرو اس حال میں کہ پانی بہانے والے نہ ہوں۔

اس سے چند نکات سمجھ میں آتے ہیں کہ کسی عورت سے نکاح کریں تو صرف شہوت رانی مقصود نہ ہو اور عفت کا خیال رکھنے والی ہو اور پاک دامن ہو۔

لیکن اگر عورت سے متعہ کریں تو عورت تو حقوق سے مکمل محروم ہے نہ میراث کا حق دار بنتی ہے نہ ہی حصول اولاد مقصود ہوتا ہے نہ ہی گھر بار بسایا جاتا ہے پس محض شہوت پورا کرنے کے لئے ایک قصد کا ذریعہ ہو گیا اور متعہ کے صورت میں عفت وعصمت بھی باقی نہیں رہتی کیونکہ ایک مرد ایک مخصوص وقت کے لئے کریں گے تو اس کے بعد دوسرا مرد اس کے ساتھ متعہ کریں گے تو اس کا نتیجہ اس کی عفت وعصمت کا پردہ چاک ہو جائے گی پس متعہ عفت وعصمت کا محافظ نہیں بلکہ بڑا دشمن ہے

دلیل حرمت متعہ:

متعہ کی حرمت قرآن حدیث پاک اور اجماع سے ثابت ہے۔

قرآن کریم دو گواہ کے ساتھ خواہشات کی تکمیل کی اجازت دی ہے۔اپنی منکوحہ بیوی اور مملوکہ کنیز۔اس کے علاوہ جتنے طریقے ہیں شریعت نے حرام قرار دیتے ہیں۔

قرآن کریم کے منطوق، مدلول اور مفہوم سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ متعہ قطعا حرام ہے۔

اس پر بہت سی آیات موجود ہیں۔

﴿ إِلَّا عَلَىٰٓ أَزۡوَٰجِهِمۡ أَوۡ مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُهُمۡ فَإِنَّهُمۡ غَيۡرُ مَلُومِينَ ﴾[1]

ترجمہ: سوائے اپنی بیویوں اور ان کنیزوں کے جو ان کی ملکیت ہوتی ہیں کیونکہ ان پر کوئی ملامت نہیں ہے۔

اس آیت کریمہ میں صرف منکوحہ اور مملوکہ کے ساتھ وطی کو جائز قرار دی ہے باقی تمام صورتوں کی نفی کی

1۔ سورۃ المؤمنون:٦

ہے اس کا مطلب ہے باقی جو بھی راستہ ہے وہ سب کے سب حرام ہے۔

متعہ والی عورت نہ منکوحہ میں شامل ہے نہ مملوکہ میں شامل ہے اور متعہ کی صورت میں نہ نان نفقہ کی حقدار ہے نہ ایک دوسرے سے میراث پاتے ہیں اور خود اہل تشیع بھی قائل ہے متعہ والی عورت تزوجیت میں شامل نہیں ہے۔

حرمت متعہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے

((أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَذِنْتُ لَكُمْ فِي الِاسْتِمْتَاعِ، أَلَا وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيلَهَا، وَلَا تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا)) [1]۔

ترجمہ: اے لوگو میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کا اذن دیا تھا اور اب اللہ تعالی نے اس کو (متعہ) حرام قرار دیا ہے پس تم میں سے جس کسی کے پاس بھی ایسی کوئی خاتون ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو (اسے جانے دو) اور ان کو مت پکڑو اور جو چیز تم نے انہیں دی ہے اس کو بھی مت چھینو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حرمت متعہ

((عن ابن عباس إنما كانت المتعة في أول الإسلام. حتى إذا نزلت الآية {إلا على أزواجهم أو ما ملكت أيمانُهُم} قال ابن عباس: فكلُّ فرج سواهما فهو حرام))[2]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ تک متعہ کو حالت اضطرار میں جائز سمجھتے رہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سمجھایا تو سمجھ گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

((عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ، وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ))۔[3]

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن متعہ النساء اور انسان کے سرخ گوشت سے منع کیا ہے۔

متعہ کی حرمت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی شہرت کے ساتھ ثابت ہے اور اسی روایت کو حضرت حسن

1۔ صحیح بخاری، محمد بن إسماعيل أبو عبد الله البخاری، ص:۱/۴۵۱

2۔ سنن الترمذی، الترمذی، ابو عیسی، محمد بن عیسی:، رقم الحدیث ۱۶۵۵، ص ۱۳۳:۳

3۔ صحیح مسلم، أبو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری، دار الجیل بیروت،...، حدیث:3466، ص:۱/۴۵۱

اور محمد بن حنفیہ کی تمام اولاد نے نقل کی ہے جو ہر کتب احادیث میں موجود ہیں چاہے اہل سنت کی ہو یا اہل تشیع کی ہو۔

حرمت متعہ پر امت کا اجماع:

متعہ کے مطلقا حرام ہونے پر تمام علما کا اجماع ہے ایسے ہی اصحاب کے بعد تابعین، ائمہ دین اور تمام علما امت کا بھی اس کی حرمت پر اجماع ہے

مغنی ابن قدامہ رحمۃ اللہ میں ہے کہ:

وهذا قول عامة الصحابة والفقهاء۔[1]

یہ قول تمام صحابہ وفقہا کا ہے۔

خلاصہ بحث:

متعہ کی حرمت نص قرآن، احادیث پاک، اصحاب کرام اور اجماع علما سے ثابت ہے اس میں اختلاف کرنے کی گنجائش ہی نہیں ہے کیونکہ یہ واضح اور صریح امر ہے۔

احکام سوم:

کن عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے اور کن عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد رب العزت ہوتا ہے۔

﴿ حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمۡ أُمَّهَٰتُكُمۡ وَبَنَاتُكُمۡ وَأَخَوَٰتُكُمۡ وَعَمَّٰتُكُمۡ وَخَٰلَٰتُكُمۡ وَبَنَاتُ ٱلۡأَخِ وَبَنَاتُ ٱلۡأُخۡتِ وَأُمَّهَٰتُكُمُ ٱلَّٰتِيٓ أَرۡضَعۡنَكُمۡ وَأَخَوَٰتُكُم مِّنَ ٱلرَّضَٰعَةِ وَأُمَّهَٰتُ نِسَآئِكُمۡ وَرَبَٰٓئِبُكُمُ ٱلَّٰتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ ٱلَّٰتِي دَخَلۡتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمۡ تَكُونُواْ دَخَلۡتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ وَحَلَٰٓئِلُ أَبۡنَآئِكُمُ ٱلَّذِينَ مِنۡ أَصۡلَٰبِكُمۡ وَأَن تَجۡمَعُواْ بَيۡنَ ٱلۡأُخۡتَيۡنِ إِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورٗا رَّحِيمٗا ﴾[2]

ترجمہ: تم پر تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری خالائیں، تمہاری بھتیجیاں، تمہاری بھانجیاں، تمہاری وہ مائیں جو تمہیں دودھ پلا چکی ہوں اور تمہاری دودھ شریک بہنیں، تمہاری بیویوں کی

1۔ مغنی ابن قدامہ، موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن احمد بن محمد ابن قُدامۃ المقدسی الحنبلی العدوی القرشی المقدسی الصالحیؒ، ص: ۷/۵۷۱

2۔ سورۃ النسا ۲۳۔

مائیں اور جن بیویوں سے تم مقاربت کر چکے ہو ان کی وہ بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں رہی ہوں کو حرام کر دی گئی ہیں، لیکن اگر ان بیویوں سے (صرف عقد ہوا ہو) ہم بستری نہ ہوئی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے نیز تمہارے نسبی بیٹوں کی بیویاں اور دو بہنوں کا باہم جمع کرنا، مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

قرآن کریم نے واضح انداز میں وہ تمام رشتے بیان کئے ہیں جن سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے

محرمات نسبی: یہ سات ہیں

- ماں۔اس کا اطلاق تمام ماوں پر ہوتا ہے چاہے سگی ہو یا سوتیلی ہو یا دادی یا نانی ہو
- بیٹی: اس میں تمام بیٹی شامل
- بہن: تمام بہن شامل
- پھوپھی
- خالہ
- بھتیجی
- بھانجی

محرمات رضاعی:

کچھ ایسے رشتے بھی ہیں جو دودھ پینے کی وجہ سے محرم بن جاتے ہیں:

دودھ پینے کی وجہ سے درج ذیل افراد کا محرم بن جاتے ہیں۔

- رضاعی ماں: یعنی وہ عورت جس نے دودھ پیلاتی ہے
- رضاعی باپ: اس عورت کے شوہر جو اس دودھ کا مالک ہے
- رضاعی ماں کے والدین یہ سلسلہ جتنا اوپر جائے
- رضاعی بہنیں بھائی یا وہ بچے جو بعد میں پیدا ہو جائے
- رضاعی ماں کی اولاد چاہے یہ سلسلہ جتنا بھی نیچے جائے۔
- رضاعی ماں کے بھائی بہن
- رضاعی ماں کے ماموں اور خالہ
- رضاعی ماں کے چچا اور پھوپھی
- رضاعی ماں کے شوہر

- ❖ رضاعی ماں کے شوہر کے بھائی بہیں
- ❖ رضاعی ماں کے شوہر کی اولاد
- ❖ رضاعی ماں کے شوہر کے چچا اور پھوپھیاں

دودھ پلانے سے محرم بننے کی شرائط:

اٹھ شرائط کی ساتھ محرم بنتا ہے

1. بچہ زندہ عورت کا دودھ پیے لیکن اگر مردہ عورت کے پستان سے دودھ پیئے تو اس سے محرم نہیں بناتا ہے
2. عورت کا دودھ فعل حرام کی وجہ سے نہ ہو
3. بچہ دودھ پستان سے پیئے لیکن اگر خلق میں انڈیل دیا جائے تو محرم نہیں بنے گا
4. دودھ ایک ہی شوہر کا ہو
5. دودھ پینے کے بعد میں بیماری وغیرہ کی وجہ سے بچہ قے نہ کرے
6. بچے کی ہڈی اس دودھ کی وجہ سے مضبوط ہو
7. ایک رات ایک دن مسلسل دودھ پیئے یا ۱۵ مرتبہ مسلسل پیئے مقدار رضاعت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

حنفی کے نزدیک اتنا دودھ پیئے جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہو حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔

جعفری: ایک رات و دن یا ۱۵ بار مسلسلہ دودھ پینے اور درمیان میں کوئی وقفہ بھی نہ آئے۔

8. بچے کا دو سال مکمل نہ ہوا ہو

اہم نکتہ:

مدت رضاعت میں فقہا کے درمیان اختلاف موجود ہے۔

فقہ حنفی: ڈھائی سال شرط ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے عمر کی کوئی قید نہیں ہے

فقہ جعفری: مدت دو سال ہے

محرمات مصاہرہ:

- ❖ بیوی کی ماں: محض نکاح کرنے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے اگرچہ مقاربت نہ بھی کی ہو۔

- بیوی کی اولاد: بیوی کی بیٹی اس کی پوتیاں اور نواسیاں بھی شامل ہیں
- بیٹے کی بیوی:
- دو بہنوں سے بیک وقت نکاح کرنا حرام ہے مگر ایک کو طلاق دے کر دوسرے سے نکاح کر سکتے ہیں۔
- وہ عورتیں جن سے باپ نے نکاح کیا ہو
- ﴿وَلَا تَنكِحُوا۟ مَا نَكَحَ ءَابَآؤُكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ فَٰحِشَةً وَمَقْتًا وَسَآءَ سَبِيلًا﴾[1]

ترجمہ: اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں ان سے نکاح نہ کرو مگر جو کچھ ہو چکا اس میں کوئی حرج نہیں، یہ ایک کھلی بے حیائی اور ناپسندیدہ عمل ہے اور برا طریقہ ہے۔

- شوہر دار عورتوں سے شادی نہ کرو
- زانی صرف زانیہ یا مشرکہ سے نکاح کرے مومنوں پر ایسے نکاح حرام ہے۔

﴿ٱلزَّانِى لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَٱلزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَآ إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٣﴾﴾[2]

ترجمہ: زانی کا نکاح صرف زانیہ یا مشرکہ سے ہو سکتا ہے اور زانیہ عورت صرف زانی یا مشرک مرد سے نکاح کر سکتی ہے اور مومنوں پر ان کو حرام قرار دیا ہے۔

خلاصہ بحث:

ان تمام عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے ان سب کے ساتھ شرعی نکاح نہیں ہو سکتا ہے ان رشتوں کے علاوہ تمام عورتوں سے شادی جائز ہے۔

ان رشتوں سے نکاح کے حرام ہونے کے حوالے سے کوئی اختلاف موجود نہیں ہے بلکہ متفقہ طور پر ان کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے

احکام چہارم: کفار اہل کتاب اور دیگر فرقوں سے نکاح کا حکم

شریعت اسلام میں نکاح کا مقصد میاں اور بیوی کا ایک ساتھ پوری زندگی ساتھ گزارنا ہے اس کے لئے بہت

1۔ سورۃ النساء ۲۲

2۔ سورۃ النور ۳

سی چیزوں کی ضرورت ہے ان میں سے ایک دونوں کے درمیان میں محبت کا ہونا ضروری ہے اگر محبت نہ ہو تو ساتھ زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا ہے۔

محبت اس وقت ہو گی جب دونوں کے مزاج میں موافقت ہو مزاج میں موافقت اس وقت ہو گی جب دونوں ہم کفو ہو ہر لحاظ سے دونوں ایک دوسرے کے برابر ہو ہم کفو ہو ہم سر، ہم پلہ اور ہم مرتبہ ہونے کے ہیں۔یعنی لڑکا ذات پات، خاندان قبیلہ، تعلیم، مقام، و مرتبہ اور سماجی، معاشرتی حیثت میں ہر لحاظ سے برابر ہو۔[1]

ہم کفو ہونے کے لئے احناف نے چھ چیزوں کا اعتبار کیا ہے۔

- اسلام
- حرفہ
- حریت
- مال[2]

جعفری کے ہاں بھی یہ تمام شرائط ضروری ہے صرف مال کا برابر ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے برابر ہو یہی کافی ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا مشرک یا مشرکہ ہم کفو ہے یا نہیں ایک مسلمان مرد یا عورت کے لئے ؟؟

قرآن کا نقطہ نظر:

﴿ وَلَا تَنكِحُواْ ٱلۡمُشۡرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤۡمِنَّۚ وَلَأَمَةٞ مُّؤۡمِنَةٌ خَيۡرٞ مِّن مُّشۡرِكَةٖ وَلَوۡ أَعۡجَبَتۡكُمۡۗ وَلَا تُنكِحُواْ ٱلۡمُشۡرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤۡمِنُواْۚ وَلَعَبۡدٞ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٞ مِّن مُّشۡرِكٖ وَلَوۡ أَعۡجَبَكُمۡۗ أُوْلَٰٓئِكَ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلنَّارِۖ وَٱللَّهُ يَدۡعُوٓاْ إِلَى ٱلۡجَنَّةِ وَٱلۡمَغۡفِرَةِ بِإِذۡنِهِۦۖ وَيُبَيِّنُ ءَايَٰتِهِۦ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُونَ ﴾[3]

ترجمہ: اور تم مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں، کیونکہ مومنہ لونڈی مشرک عورت سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں بہت پسند ہو نیز (مومنہ عورتوں کو) مشرک مردوں کے عقد میں نہ دینا جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں، کیونکہ ایک مومن غلام مشرک مرد سے بہتر ہے خواہ وہ (مشرک) تمہیں پسند ہو، کیونکہ وہ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے اور اپنی نشانیاں

1۔الفقہ الاسلامی وادلتہ فیہ الکفانۃ اوصاف الکفاۃ، ڈاکٹر وہبہ الزحیلیج، ۹ دار الاشاعت کراچی، ص: ۹۲۲/۹

2۔الفتاوی الھندیہ، دار صار، ص: ۳۰۹/۱

3۔سورۃ البقرہ، ۲۲۱

لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے شاید کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

یہ بات واضح اور روشن ہے کہ اگر بچہ کی نشو ونما اور تربیت ایک مشرکہ کے آغوش میں ہو تو اس کے کیا اثرات ہوتے ہیں سب جانتے ہیں۔اس سے نہ صرف فرد واحد پر اثر ہوتا ہے بلکہ اسلامی معاشرے کی اصل شکل بھی مسخ ہو کر رہ جائے گی۔جیسا کہ بہت سی عظیم قوموں کی تہذیب و تمدن کی تباہی میں ازدواجی بے قاعدگیوں کو بڑا دخل رہا ہے۔

اسلامی اقدار میں اہم نکتہ ہم کفو ہونا ہے اس میں رنگ نسل ذات کی کوئی حیثت نہیں ہے مگر نظریاتی اختلاف میں آرام وسکوں کا میسر آنا ممکن نہیں ہوتا ہے۔

پس ایک مومن کے لئے ایک مشرکہ عورت ہم کفو نہیں ہو سکتی ہے اگرچہ وہ مومن غلام ہی کیوں نہ ہو اور اسطرح ایک مومنہ عورت کے لئے ایک مشرک ہم کفو نہیں ہو سکتا۔

دلیل:

نص قرآن کے بعد مفسریں کی طرف سے اور کوئی دلیل بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

اہل کتاب سے نکاح:

﴿ ٱلۡيَوۡمَ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَٰتُۖ وَطَعَامُ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ حِلّٞ لَّكُمۡ وَطَعَامُكُمۡ حِلّٞ لَّهُمۡۖ وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ وَٱلۡمُحۡصَنَٰتُ مِنَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡكِتَٰبَ مِن قَبۡلِكُمۡ إِذَآ ءَاتَيۡتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحۡصِنِينَ غَيۡرَ مُسَٰفِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِيٓ أَخۡدَانٖۗ وَمَن يَكۡفُرۡ بِٱلۡإِيمَٰنِ فَقَدۡ حَبِطَ عَمَلُهُۥ وَهُوَ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ﴾[1]

ترجمہ: آج کے دن تمہارے واسطے تمام پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیا ہے اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے اور پاکدامن مومنہ عورتوں کے علاوہ اہل کتاب عورتیں بھی تمہارے لیے حلال حلال کی گئی ہیں بشرطیکہ ان کا مہر دے دو اور ان کی عفت کے محافظ بنو، چوری چھپے باہمی تعلقات یا بدکاری نہ کرو اور جو کوئی ایمان سے منکر ہو، یقیناً اس کا عمل ضائع ہو گیا اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

احناف نقطہ نظر:

اس آیت کے ذیل میں مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

1۔ سورۃ مائدہ۔۵

"جمہور کااور تابعین کے نزدیک اگرچہ ازروئے قرآن اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح فی نفس حلال ہے لیکن ان سے نکاح کرنے سے جودوسرے مفاسدہ اور خرابیان اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے بلکہ پوری امت مسلمہ کے لئے ازرئے تجربہ لازمی طور سے پیدا ہوں گی اس کی بناپر اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو وہ مکروہ سمجھتے ہیں"۔[1]

دلیل:

امام محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے کتاب الاثار میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کت واقعہ کو بیان فرماتے ہیں۔

جس میں حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا حرام تو نہیں ہے لیکن حسن بھی نہیں ہے۔

فقہائے احناف سے یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ حرام تو نہیں ہے مگر مکروہ ہے۔

جعفری نقطہ نظر:

اہل کتاب عورتوں سے نکاح متعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن احتیاط لازم کی بناپر ان سے دائمی عقد نہ کیا جائے۔

شیخ محسن علی نجفی صاحب فرماتے ہیں:

ان آیات میں صریحاً ملتا ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے۔اہل کتاب عورتوں سے نکاح کے جواز کے لیے چار باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے:۔ان کا حق مہر ادا کر دیا جائے: إِذَآ ءَاتَيۡتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ[2]۔۔۔ ان کی عفت کا محافظ بن جائے۔ بدکاری کا ارتکاب نہ کرے۔ چوری چھپے آشنائیاں بھی نہ رکھے۔اس سے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنے میں موجود خطرات کی طرف لطیف اشارے ملتے ہیں،ان کو خاطر میں رکھنا ضروری ہے۔[3]

دلیل:

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

﴿لَا بَأْسَ اَنْ يَتَمَتَّعَ الرَّجُلُ بِالْيَهودِيَّةِ وَ النَّصْرَانِيَّةِ وَ عِنْدَهُ حُرَّةٌ -﴾[4]

1۔معارف قرآن، مفتی محمد شفیع، سورۃ مائدہ ۵

2۔سورۃ المائدہ ۵

3ا۔لکوثر فی تفسیر القرآن، شیخ محسن علی نجفی، سورۃ مائدہ ۵

4۔تھذیب الاحکام، علامہ ابی جعفر محمد بن الحسن الطوسی، ص: ۲۵۶/۷

ترجمہ: آزاد عورتیں موجود ہونے کی صورت میں بھی انسان یہودی و نصرانی عورت کے ساتھ متعہ کر سکتا ہے۔

اہم نکتہ:

دونوں کے ہاں مسلمہ عورت اہل کتاب مرد سے نکاح کسی بھی صورت نہیں کر سکتی ہے۔[1]

احناف کے ہاں شیعہ سے نکاح کا حکم:

اگر شیعہ عورت حضرت علی کرم اللہ وجہ کی خدائی کے قائل ہو اور اصحاب کرام اور امہات المومنین رضی اللہ عنھم کے احترام کے قائل نہ ہو ان کے شان میں گستاخی کرتا ہو اور تحریف قرآن کے قائل ہو تو اس سے نکاح جائز نہیں ہے لیکن ان عقائد کا حامل نہ ہو تو اس صورت میں شیعہ عورت سے نکاح جائز ہے۔

لیکن عقد متعہ سے عقیدہ خراب ہونے کا امکان ہے لہذا اس سے اجتناب لازم ہے۔

دلیل:

((قال ابن عابدين رحمة الله تعالىٰ وبهذا ظهر ان الرافضى ان كان ممن يعتقد الالوهية فى على او ان جبرائيل غلط فى الوحى او كان ينكر صحة الصديق او يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القوا المعلومة من الدين بالضرورة-))[2]

ترجمہ: ابن عابدین فرماتے ہیں کہ یہاں سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ رافضی اگر اس بات پر اعتقاد رکھتا ہے کی علی اللہ ہے یا یہ اعتقاد رکھتا ہے رسالت کی وحی لانے میں جبرائیل نے غلطی کی ہے علی کی بجائے پیغمبر پر وحی کی ہے یا ابو بکر کی خلافت کے صحیح ہونے کے منکر ہے یا حضرت عائشہ پر تہمت لگاتے ہیں تو یہ لوگ کافر ہے کیونکہ اسی صورتحال میں انہوں نے ضروریات دین کی مخالفت کی ہے۔

جعفری کے ہاں اہل سنت کے ساتھ نکاح کا حکم۔

تمام کلمہ گو مسلمان عورتوں سے نکاح جائز ہے لیکن ناصبی[3] جو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں لیکن وہ کفار کے حکم میں ہے مسلمان مرد اور عورتیں ان کے ساتھ دائمی یا غیر دائمی نکاح نہیں کر سکتے ہیں۔[4]

1۔ فتاوی الھندیہ، کتاب النکاح، الباب ثالث، ص: ۲۸۲/۱

2۔ ردالمختار علی درالمختار، ابن عابدین، فصل فی المحرمات، کتاب النکاح، ص: ۴۶/۳

3۔ ناصبی وہ ہے جو امام علیؑ یا اہل بیتؑ میں سے کسی ایک کے ساتھ دشمنی رکھتا ہو اور اپنی دشمنی کا اظہار بھی کرتا ہو۔

4۔ منھاج صالحین، سید علی سیستانی، ص: ۵۴/۲

دلیل:

((روی فضیل بن سینا عن ابی جعفر علیه السلام قال ذکر الناصب فقال لا تناکحھم ولا تاکل ذبیحتھم ولا تسکن معھم۔))[1]

ترجمہ: فضیل بن سنان نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ کے سامنے ناصبی اور دشمن اھل بیت کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا ان کے ساتھ نکاح مت کرو ان کا ذبح شدہ جانور مت کھاؤ اور ان کے ساتھ سکونت بھی اختیار مت کرو۔

خلاصہ بحث:

اہل کتاب کے نکاح کے حوالے سے دونوں کے درمیان کوئی خاص اختلاف نہیں ہے کیونکہ نقطہ اول دونوں کے ہاں جائز ہے مگر اس کے جو خطرات موجود ہیں اس کو مشاہدہ کرنے بعد احناف کے ہاں مکروہ ہے اور جعفریہ کے ہاں احتیاط کی بنا پر نکاح متعہ جائز ہے دائمی نکاح جائز نہیں ہے۔

اہل سنت اور شیعہ کا ایک دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے کے حوالے سے حکم اولی بھی یہی ہے کہ نکاح جائز ہے مگر احناف کے ہاں اجتناب کرنا بہتر ہے اور شیعہ کے ہاں تمام اہل سنت کے ساتھ نکاح میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

دونوں کے ہاں جو شخص صحیح عقیدہ اور بنیادی اصول سے انحراف نہ کرے اس کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے لیکن جو مسلمات دین سے انکار کرتا ہو ان کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

احکام پنجم: ولایت نکاح و منگنی کی شرعی حیثت:

لڑکا اور لڑکی اپنا نکاح خود کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یا اس کے سرپرست شرعی کی اجازت کی ضرورت ہے؟

اگر ولی کے اجازت کے بغیر نکاح کرئے تو کیا نکاح درست ہے یا نہیں؟

احناف نقطہ نظر:

بالغ عاقل آزاد عورت کا نکاح اس کی رضامندی کے ساتھ واقع ہو جاتا ہے اگرچہ ولی سے اجازت نہ لی ہو۔

امام ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ عاقلہ بالغہ عورت کے لئے مباشرت عقد نکاح علی الاطلاق جائز ہے یعنی وہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے اسی طرح اپنے علاوہ کا نکاح بھی کر سکتی ہے البتہ مستحب یہ ہے کہ نکاح ولی کی اجازت کے ساتھ ہو۔[2]

1۔ کتاب الکافی، ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی، حدیث ۳، ص: ۳۴۸/۵

2۔ غایۃ السعایۃ فی حل مافی الھدایۃ، محمد حنیف گنگوھی، کتاب النکاح، ناشر المکتبہ الاشرفیہ، لاہورہ، ص: ۸۲/۶

دلیل:

((وینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ برضاھا وان لم یعقد علیھا ولی بکرا کانت او ثیبا عند ابی حنیفہ وابی یوسف۔))[1]

ترجمہ: بالغ عاقل اور آزاد لڑکی اپنی رضایت اور مرضی سے کسی سے نکاح کر لے تو نکاح صحیح ہے اگرچہ اس کا ولی نکاح کے منعقد نہ بھی کرے

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس بات میں کوئی فرق نہیں کہ وہ لڑکی باکرہ ہو یا بیوہ ہو

۔

جعفری نقطہ نظر:

باپ یا دادا اپنے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کر سکتے ہیں اور اگر بالغ ہونے کے بعد ان کو اس میں کوئی خراب و نقص نظر آئے تو اس صورت میں ان کو اختیار حاصل ہے کہ نکاح کو برقرار رکھنے یا ختم کریں۔

دوشیزہ لڑکی بالغ ہو اور رشیدہ ہو اور شادی کرنا چاہتی ہو تو اس صورت میں اسے چاہے کہ اپنے باپ دادا سے اجازت طلب کرے اگرچہ وہ خود مختار ہو اپنی زندگی کے کاموں کو خود انجام دیتی ہو البتہ ماں اور بھائی سے اجازت طلب کرنا ضروری نہیں ہے۔

دلیل:

((عن ابن أبي یعفور ، عن أبي عبداللہ (علیہ السلام) قال : لا تنکح ذوات الآباء من الابکار إلا باذن آبائھن)) [2]

ترجمہ: جناب ابن ابی یعفور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: باکرہ لڑکیاں جن کے باپ دادا موجود ہوں ان کی اجازت کے بغیر شادی نہ کریں۔

لڑکی کنواری ہو یا نہ ہو لیکن باپ دادا اس مرد کے ساتھ شادی کی اجازت نہیں دیتے جو عرفا اور شرعا اس کے ہم پلہ اور کفو ہو یا باپ دادا دونوں کو اس میں کوئی دلچسپی نہ ہو تو اس صورت میں ان کے اجازت کے بغیر نکاح کر سکتے ہیں۔[3]

1۔ شرح فتح القدیر، امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد، المعروف بابن الھمام الحنفی، اعادت طبعہ بالاوفست مکتبۃ المثنی بغداد، باب الاولیا والاکفاء، ص: ۳۹۱/۲

2. وَسائل الشیعہ اِلی تحَصیل مسائل الشّریعہ، محمد بن الحسن بن علی بن حسین الحر العاملی ص: : ۲۰/۲۷۷،

3۔ ریاض المسائل فی تحقیق الاحکام بالدلائل، سید علی ابن سید محمد علی طباطبائی، موسہ ال البیت علیہ السلام، ص: ۱۱/۱۴۲۱

منگنی کی شرعی حیثیت:

شرعاً منگنی کی حیثیت ایک وعدہ کی ہیں اور مسلمانوں کے لئے وعدہ کی وفا کرنا ضروری ہے مگر اس صورت میں جب کوئی مانع موجود ہو جس کی وجہ سے وعدہ وفا نہیں کر سکتے ہوں تو اس صورت میں جب کوئی عذر شرعی موجود ہو تو وعدہ کو وفا کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہ تمام اس صورت میں ہے کہ جب دونوں طرف سے زبان دیتے ہیں کوئی صیغہ جاری نہیں کرتے ہیں

((قال ابن عابدین رحمة الله : تحت { قوله ان الوعد عد لو قال : اعطیتها فقال : اعطیت ان كان المجلس للوعد فوعد و ان كان للعقد فنكاح))۔[1]

ترجمہ: منگنی کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے پس اس محفل میں رشتہ داروں کو جمع کرنا اور ان پر خرچ کرنا ضروری نہیں ہے ہاں اگر منگنی کے محل میں صیغہ نکاح جاری کریں تو اس صورت میں دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتے ہیں جب تک وہ نکاح اول میں باقی ہو۔

منگنی کے وقت جو سامان لڑکے والوں کی طرف سے لڑکی کو دیا گیا تھا اگر لڑکی والے انکار کریں تو واپس لے سکتے ہیں لیکن کھانے اور پینے والے اشیا کو واپس نہیں لے سکتے ہے ہاں اگر لڑکے کی طرف سے انکار کریں تو اس صورت میں کوئی شے واپس نہیں لے سکتا ہے۔[2]

خلاصہ بحث:

نکاح کے لئے کیا ولی کی اجازت ضروری ہے یا نہیں اس بارے میں علماء میں شدید اختلاف موجود ہے خود احناف کے ہاں بھی اس شرط کے بارے میں مختلف اقوال موجود ہیں ولی کی اجازت ضروری ہے یا نہیں ہے دونوں پر روایت موجود ہیں مگر احناف میں ضروری نہیں ہے کہ قبول کیا ہے ہاں اگر شرعی ہم کفو ہو تو اس صورت میں شوافع اور مالکی کے ہاں بھی ولی کی جازت کے بغیر نکاح واقع ہو سکتا ہے۔ نابالغ لڑکی کے لئے ولی کی اجازت ضروری ہے اس کے بارے میں تمام فقہا کا اتفاق موجود ہے۔ امامیہ کے ہاں کنواری لڑکی کے لئے ہر حال میں ولی کی اجازت ضروری ہے۔

ولی کون کون بن سکتا ہے اس کے حوالے سے بھی اختلاف موجود ہے امامیہ کے ہاں صرف باپ اور دادا شرعی ولی ہے ماں اور بھائی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔

1۔ ردالمختار علی درالمختار، ابن عابدین، الشامی، محمد امین بن عمر، عابدین، ص: ۱۱/۳

2۔ ایضا، ص: ۱۵۳/۳

منگنی کے شرعی حوالہ سے دونوں حضرات کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے پس یہ ایک رسم ہے اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

احکام ششم: نکاح کے جدید مسائل

زمانہ کے گزرنے کے ساتھ فقہی احکام میں بھی جدید مسائل درپیش آتے ہیں مثلاً آج کل کے زمانہ میں کال اور نیٹ پر نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ اگر ہو سکتا ہے تو کن شرائط کے ساتھ ہو سکتا ہے ؟

احناف نقطہ نظر:

جدید طریقے سے نکاح واقع ہو گا یا نہیں اس سوال سے پہلے ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس جدید طریقے میں وہ تمام شرائط موجود ہوتیں ہے جو نکاح کے واقع ہونے کے لئے ضروری ہے۔

ضروری ہے کہ نکاح میں دو گواہ نکاح کی مجلس میں موجود ہوں اور ایجاب و قبول دونوں سنیں اس لئے ٹیلیفون پر منعقد نکاح درست نہیں ہے اگر دوسرے کسی شہر یا کسی دوسرے ملک میں نکاح کرنا ہو تو اس کا آسان اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ جس شہر میں لڑکی ہے کسی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل مقرر کرے اور وکیل اس کی طرف سے دوسرے فریق کے ساتھ دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کریں اس طرح نکاح صحیح قرار پائے گا۔

جعفری نقطہ نظر:

امامیہ کے ہاں نکاح کے وقت گواہ کا ہونا ضروری نہیں ہے اسلئے اگر دوسرے شہر میں دونوں میں سے ایک موجود ہو مثلاً عورت دوسرے شہر میں موجود ہو تو اس صورت اس کی اجازت کے بعد میں اس کا نکاح دوسرے شہر میں پڑھ سکتے ہے۔

خلاصہ بحث:

اس مسئلہ میں بھی اخلاف پایا جاتا ہے امامیہ کے ہاں کال پر نکاح درست ہے کیونکہ ان کے ہاں گواہ شرط نہیں ہے لیکن احناف کے وقت گواہ بھی ضروری ہے اور ایجاب اور قبول دونوں کالنا ضروری ہے لہذا کال پر نکاح درست نہیں ہے۔

تحریری نکاح کا حکم:

آیا تحریر کے ذریعے نکاح واقع ہوتا ہے یا نہیں اگر میسج پر نکاح کریں تو کیا نکاح درست ہے یا نہیں واٹس ایپ پر میسج کریں یا میل کریں تو ان تمام زائع سے نکاح واقع ہو گا کہ نہیں ؟

تحریری نکاح کی صورت میں کیا شرائط ہیں ؟

احناف کانقطہ نظر:

تحریر کے ذریعے نکاح واقع ہو تو سکتا ہے مگر اس صورت میں ضروری ہے کہ ایک طرف گواہوں کے سامنے تحریر پڑھ کر سنائیں اور ساتھ قبول بھی کریں۔ مثلا لڑکی ہے وہ تحریر کر کے بھیج دے اور لڑکے کا نام حسن ہے اس وقت حسن کے لئے ضروری ہے کہ دو گواہوں کے سامنے پہلے بانو کی طرف سے جو تحریر ملی ہے اس کو پڑھ کر سنائے اس کے بعد خود قبول کریں اس سے نکاح واقع ہو جائے گا۔

اس طرح اگر وہ عورت لکھ دیں کہ اس نے بنایا ہے کہ حسن کو اپنا وکیل بنایا ہے تا کہ اس کا اپنا نکاح اس لڑکی بانو کے ساتھ پڑھ لے تو اس صورت میں بھی نکاح درست ہے [1]

جعفری نقطہ نظر:

یشترط فی النکاح -دواما ومتعة الایجاب والقبول اللفظیان ،فلایکفی مجرد التراضی القلبی کما لاتکفی -علی الاحوط لزوما -الکتابة ولاالاشارة المفهمة من غیر الاخرس [2]۔

ترجمہ: نکاح چاہے دائمی ہو یا متعہ دونوں میں ایجاب اور قبول لفظی ہونا شرط ہے رضایت قلبی کافی نہیں ہے اور تحریری اور اشارہ کافی نہیں ہے گونگے کے علاوہ۔

گونگے کے نکاح:

نکاح کی شرائط میں سے ایک شرط ایجاب و قبول کا جاری کرنا ہے اب گونگے کس طرح ایجاب و قبول کریں گے؟

احناف کانقطہ نظر:

گونگے ایجاب و قبول کے لئے ایسا کوئی کام یا اشارہ کریں جس سے سمجھ آجائے کہ اس نے قبول کیا ہے مگر اس وقت دو گواہ موجود ہو۔

دلیل:

1۔ رد المختار علی در المختار، ابن عابدین، الشامی، محمد امین بن عمر، عابدین، ص: ۳۶۴/۲

2۔ منھاج الصالحین، سید علی ستانی، ص: ۲۴/۳

قال ابن عابدين رحمه الله : تحت (قوله و شرط سماع كل) وفی الفتح ينعقد النكاح من الاخرس اذا كانت له اشارة معلومه -[1]

ترجمہ: ابن عابدین رحمۃ اللہ کہتا ہے کہ گونگے کا نکاح صریح اشارہ سے واقع ہوتا ہے۔

جعفری نقطہ نظر:

گونگے ایجاب وقبول کے لئے ایسا کوئی کام یا اشارہ کریں جس سے سمجھ آجائے کی اس نے قبول کیا ہے۔[2]

خلاصہ بحث:

تحریری نکاح کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے احناف کے ہاں شرائط کے ساتھ نکاح درست ہے لیکن امامیہ کے ہاں الفاظ کا ادا کرنا لازم ہے لہذا تحریر کے ساتھ نکاح درست نہیں ہے۔

گونگے کے بارے میں دونوں کے درمیاں میں اتفاق پایا جاتا ہے دونوں کے ہاں اشارہ کے ذریعے نکاح درست ہے۔

کورٹ میرج (عدالتی نکاح)

اسلام میں شادی کا پسندیدہ طریقہ یہ ہے کہ والدین کی رضایت کے ساتھ شادی کریں لیکن آج کل لڑکے اور لڑکیاں والدین کو بتائے بغیر از خود نکاح کر لیتے ہیں اس کام کے لئے زیادہ تر لڑکے اور لڑکیاں عدالت کا سہارا لیتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ عدالتی نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟؟

احناف کے نقطہ نظر:

فقہا احناف کے ہاں اس کا حکم یہ ہے کہ لڑکی اگر والدین کی اجازت کے بغیر غیر کفو سے نکاح کریں تو یہ نکاح منعقد نہیں ہو گا۔

لیکن اگر کفو کے ساتھ نکاح کریں اور دیگر تمام شرائط بھی موجود ہوں تو نکاح منعقد ہو جائے گا لیکن عرفا اور شرعا اس کو مستحسن عمل تصور نہیں کرتا ہے۔

دلیل:

1۔ ایضا

2۔ جامع المقاصد فی شرح القواعد، علی بن الحسین الکرکی، ص: ۳۰۳/۳

قال العلامه المرغینانی رحمۃ اللہ: و ینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغہ برضائھا ۔[1]

ترجمہ: علامہ مرغینانی فرماتے ہیں کہ آزاد عاقلہ اور بالغہ کا نکاح اس کے رضایت کے ساتھ واقع ہوتا ہے:

جعفری نقطہ نظر:

شیعہ حضرات کے ہاں نکاح کے واقع ہونے کے لئے چند شرائط کا ہونا ضروری ہے ان شرائط میں سے چند ایک یہ ہے کہ لڑکی اگر کنواری ہے تو ولی (والد) کی اجازت لینا ضروری ہے، اس کے عاوہ عربی میں صیغہ جاری کریں اور جب صیغہ جاری کریں اس وقت قصد انشا بھی رکھتا ہو اور صیغہ صحیح ادا کر سکتا ہو۔ لیکن یہ تمام شرائط موجود نہ ہونے کی وجہ سے کورٹ میرج درست نہیں ہے۔[2]

ایک اور اہم وجہ یہ ہے کہ کیونکہ عدالتی فیصلہ اہل سنت کے فقہی احکام کے مطابق دیا جاتا ہے شیعہ افراد کے لئے الگ قانون وضع نہیں کیا ہے لہذا عدالتی نکاح طلاق کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

خلاصہ بحث:

عدالتی فیصلہ کے حوالہ سے جزئی اتفاق موجود ہے وہ ایک صورت میں دونوں عدم وقوع کے قائل ہیں احناف کے نزدیک ہم کفو نہ ہو تو اس صورت میں نکاح واقع نہیں ہوگا اور شیعہ حضرات کے ہاں اصلا واقع نہیں ہوگا لیکن احناف کے ہاں ہم کفو ہو تو اس صورت میں نکاح واقع ہوگا۔

پس کورٹ میرج کے حوالہ سے اختلاف موجود ہے اور دونوں مسالک کے پاس اپنے نظریہ پر دلیل موجود ہے۔

1۔ الھدایہ شرح بدایۃ المبتدی، امام برھان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، ص: ۳۱۳/۲

2۔ منھاج الصالحین، سید علی سیستانی، ص: ۲۴/۳

فصل دوم

طلاق کے احکامات کا تقابلی جائزہ

مبحث اول: طلاق کا مفہوم، مشروعیت اور شرائط

مبحث دوم: طلاق کی اقسام

مبحث اول

طلاق کا مفہوم، مشروعیت اور شرائط

طلاق کا مفہوم:

طلاق کا معنی ترک کرنا چھوڑنا ہے کسی بندے ہوئے جانور کی رسی کھول دینے پر عرب "طلاق" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اگر بندھی ہوئی اونٹنی کی رسی کھول کر اسے رہا کر دیا جائے تو اسے طلق النافۃ طلاق کہا جاتا ہے یعنی کہ اونٹنی کو چھوڑ دیا گیا۔[1]

اصطلاحی تعریف:

طلاق اس قید کو اٹھا دینے کا نام ہے جو شرعی نکاح سے مرد اور عورت کے درمیان قائم ہوئی تھی۔

نکاح کی قید کو اٹھا دینا، طلاق ہے۔ الفاظ مخصوصہ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو مادہ نفس طلاق پر صراحت یا کنایہ مشتمل ہوں۔[2]

خلاصہ بحث:

دونوں مفسر کے ہاں تعریف کے حوالے سے کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ متفق طور پر دونوں کے ہاں طلاق سے مراد شرعی طور پر نکاح کے ذریعے ایک نامحرم مرد اور عورت کے درمیان میں شرعی رشتہ جو قائم ہو گیا تھا وہ رشتہ طلاق کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے اور پہلے ہی کی طرح یہ دونوں عدت کے بعد میں پھر سے نامحرم ہو جاتے ہیں۔

طلاق کی مشروعیت:

اسلامی معاشرے میں نکاح کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے اس سے معاشرے ہر قسم کے برائی سے محفوظ کیا ہیں اور عفت و عصمت باقی رہتی ہے اور رشتوں کا احترام بھی باقی رہتا ہے۔

لیکن کچھ حالات ایسے بھی پیش آتے ہیں جہاں پر نکاح کو باقی رکھنا بہت زیادہ مشکلات کا باعث بنتا ہے اور نکاح کا مقصد یہی ہے کہ ایک دوسرے سے آرام و سکون حاصل کرے۔ اب اگر مقصود نکاح مفقود ہو جائے اور ایک دوسرے کے لئے باعث تکلیف اور زحمت ہو جائے وہاں طلاق دینا ہی مشروعیت ہے۔ لیکن طلاق کو انتہائی ناپسند امر

1۔ کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ۔ عبد الرحمن الجزیری، ص: ۲۷۸/۴

2 ۔ تبیان القرآن، غلام رسول، سعیدی، فرید بک سٹال لاہور، الطبع الثانی عشر، ۱۴۳۳ھ، ۱۴۳۳ھ، ۲۰۱۲ء، ص ۸۱۱/۱

قرار دیا گیا ہے اسی لئے صرف شدید ضرورت کے وقت طلاق کو سزاوار قرار دی ہے۔ اگر دونوں کے درمیان میں صلح و صفائی کا کوئی بھی راستہ باقی نہ رہے تو اس صورت میں طلاق دی جا سکتی ہے۔

قرآن کریم میں طلاق کے نام پر ایک مکمل سورۃ ہے تاکہ اس کے احکام کو درست طریقے سے سمجھ سکے۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُواْ ٱلنِّسَآءَ كَرْهًاۖ وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُواْ بِبَعْضِ مَآ ءَاتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّآ أَن يَأْتِينَ بِفَٰحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰٓ أَن تَكْرَهُواْ شَيْـًٔا وَيَجْعَلَ ٱللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنی عورتوں کے اکراہاً وارث مت بنو اور انہیں اس ارادے سے قید میں نہ رکھو کہ تم نے جو کچھ انہیں دیا ہے اس میں سے کچھ حصہ واپس لے۔ مگر یہ کہ وہ کھلی بدکاری کا ارتکاب کرے اور ان کے ساتھ اچھے انداز میں زندگی بسر کرو، اگر وہ تمہیں اچھی نہیں لگتی تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں تو ناپسند ہو مگر اللہ نے اس میں بہت سی خوبیاں رکھی ہو۔

سنت رسول اللہ ﷺ میں بھی طلاق کو صرف ضرورت کے وقت جائز قرار دیا ہے مگر ساتھ ہی ناپسند ترین عمل قرار دیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

((أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللهِ الطَّلَاقُ))۔[2]

ترجمہ: حلال چیزوں میں سے اللہ کے نزدیک مبغوض ترین طلاق ہے۔

طلاق کی مشروعیت کے حوالہ سے کوئی اختلاف موجود نہیں ہے کیونکہ قرآن و سنت کے ارشادات سے یہ بات معلوم ہوتا ہے کہ نکاح ایک ایسا مقدس رشتہ ہے جسے قائم رکھنا چاہے لیکن چونکہ اس کا دارومدار تعلق پر ہے جب یہ تعلق بوجھ بن رہا ہو اسے ختم کر دینا چاہے۔

خلاصہ بحث:

طلاق کی مشروعیت قرآن کریم کے صریح نص اور احادیث پاک سے ثابت ہے لہٰذا اس حوالہ سے دونوں مفسرین کے درمیان کوئی اختلاف ہی موجود نہیں ہے۔ جہاں پر نص موجود ہو اس موارد میں اختلاف ہی ممکن نہیں

1۔ سورۃ النسا ۱۹

2۔ سنن ابن ماجہ، ابن ماجہ أبو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی، فیصل عیسی البابی الحلبی، كِتَابُ الطَّلَاقِ ، بَابُ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ، حدیث: 2018، ص: 650/1

ہے۔

طلاق کی شرائط:

طلاق کے واقع ہونے کے لئے دونوں کے ہاں مشترکہ اور اضافی شرط موجود ہے۔

جعفری نقطہ نظر:

جو مرد اپنی بیوی کو طلاق دے رہے ہو اس کے لئے چند چیزوں کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے ورنہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

- بالغ ہو۔ اگر دس سال کا بچہ اپنی بیوی کو طلاق دے تو اس صورت میں احتیاط کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

دلیل:

((عن احمد بن محمد عن محمد بن اسماعيل عن محمد بن الفضيل -عن أبي الصباح الكناني، عن أبي عبدالله عليه السلام قال: ليس طلاق الصبي بشئ))[1]

ترجمہ: امام جعفر صادق سے روایت ہے: بچے کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

قال المجلسی فی کتابیه ملاد الاخیار 153/13 ومرآة العقول 211/41، ان حکمه مجهول

- عاقل ہو۔ اگر مجنون شخص اپنی بیوی کو طلاق دے تو واقع نہیں ہوگی۔ بے ہوش شخص بھی اپنی بیوی کو طلاق دے تو واقع نہیں ہوگی۔

دلیل:

((رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلاَثَةٍ:عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الْغُلاَمِ حَتَّى يَحْتَلِمَ، وَعَنِ الْمَجْنُونِ حَتَّى يُفِيقَ))[2]

ترجمہ: حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین افراد سے حکم کو اٹھایا گیا ہے جو بندہ سو رہا ہو جب تک وہ جاگ نہ جائے مجنوں سے یہاں تک کہ وہ ٹھیک نہ ہو جائے

1۔ الفروغ من الکافی، ابو محمد بن یعقوب الکلینی۔، باب طلاق الصبیان، حدیث ۴، ص: ۱۲۲/۶

2۔ شَرائعُ الِاسلام فی مسائل الحَلال والحَرام المعروف بہ شرائع، ابوالقاسم نجم الدین جعفر بن حسن ہذلی، الناشر: مؤسسة الِامام علي عليه السلام بیروت، لبنان، ص: ۵۷۹/۳

اور بچہ سے یہاں تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔
[قال الألباني]: صحيح
إسناده صحيح على شرط مسلم، وحماد: هو ابن أبي سليمان الأشعري مولاهم ابو إسماعيل الكوفي الإمام الثقة المجتهد.
وأخرجه أحمد 100/6، 101، والدارمي 171/2 عن عفان بن مسلم، عن حماد بن سلمة، بهذا الإسناد.
وأخرجه أحمد 144/6، وأبو داود "4398" في الحدود: باب في المجنون يسرق أو يصيب حداً، من طريق يزيد بن هارون، عن حماد بن سلمة، به.
وأخرجه النسائي 156/6 في الطلاق: باب من لا يقع طلاقه من الأزواج، وابن ماجة "204" في الطلاق: باب طلاق المعتوه والنائم والصغير، وابن الجارود في "المنتقى" "148" من طريق عبد الرحمن بن مهدي، عن حماد بن سلمة، به.
وصححه الحاكم 59/2 من طريق أبي الوليد الطيالسي وموسى بن إسماعيل، عن حماد، به، ووافقه الذهبي.

- مرد طلاق اپنی مرضی سے دے لیکن اگر کوئی مجبور کریں تو اس صورت میں طلاق واقع نہیں ہو گی ۔

دلیل:

((سمعت محمد بن يحيى عن احمد عن ابن محبوب عن يحيى بن عبدالله بن الحسن ، عن أبي عبدالله (عليه السلام) ، قال : سمعته يقول: لا يجوز الطلاق في استكراه))[1]

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں میں نے سنا ہے کہ حالت اکراہ میں طلاق دینا جائز نہیں ہے۔

قال المجلسی فی المرآۃ العقول 216/21 ان حکمه مجهول

- طلاق قصد اور ارادہ کے ساتھ ہو لیکن اگر مذاق میں طلاق کا صیغہ جاری کریں تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔

دلیل:

1۔وسائل الشیعہ إلی تحصیل مسائل الشّریعہ، محمد بن الحسن بن علی بن حسین الحر العاملی، حدیث ۲۸۰ص: ۸۶/۲۲

((عن اليع عن ابی عبدالله عن عبد الواحد بن المختار عن ابی جعفر علیه السلام قال : لاطلاق الا لمن اراد الطلاق))[1]

ترجمہ: امام محمد باقراور امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت نقل ہوا ہے فرمایا اس کا طلاق واقع نہیں ہو گی جو ارادہ نہیں کرتے۔

قال المجلسی فی المرآة العقول105/41 ان حکمه حسن و موثق علیه

- عورت حیض و نفاس سے پاک ہو اور شوہر نے اس پاکیزی کے ایام میں ہمبستری نہ کی ہو۔

دلیل:

((عدة من اصحابنا عن سهل بن زياد عن احمد بن محمد بن ابی نصر عن عبد الكريم عن الحلبی قال سالت ابا عبد الله ع عن رجل طلق امرأته و هي حائض ، فقال : " الطلاق لغير السنة باطل))-[2]

اخرجه الكلينی فی الكافی و الطوسی فی تهذيب الاحكام

قال المجلسی فی کتابیه ملاد الاخیار106/13 ومرآة العقول105/41 ان حکمه ضعیف

امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے درحالانکہ وہ حیض کی حالت میں تھی فرمایا کہ طلاق اگر غیر سنت طریقہ سے دے تو باطل ہو گی۔

- تعین ہوا گر ایک بندے کی ایک سے زیادہ بیوی ہو تو اس صورت میں طلاق دیتے وقت معین کرنا ضروری ہے نام لے یا اشارہ کریں یا اس کی کوئی صفت بیان کریں جس سے وہ معین ہو جائے لیکن اگر وہ یہ کہے کہ **احدی زوجاتی طالق یااحدی کن طالق** تو یہ باطل ہو گی۔

جعفری نقطہ نظر:

صیغہ طلاق میں کچھ شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

- صیغہ طلاق میں صراحت ہو۔**انت طالق**
- صیغہ صحیح عربی میں ہونا چاہے

1۔الفروع من الکافی، ابو جعفر محمد بن یعقوب الکینی، باب ان طلاق لایقع الا لمن اراد الطلاق، حدیث ۲، ص:۶۲/۶

2 ۔ تہذیب الاحکام فی شرح المقنعہ ، ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، معروف بہ شیخ طوسی ،دار لاتعارف للمطبوعات بیروت ،لبنان ،حدیث ۶۳،ص:۸ص۴۷

- طلاق مشروط نہ ہو مثلا **انت طالق ان طلعت الشمس**
- طلاق کی نسبت خود عورت کی طرف دے اس کے کسی اعضا کی طرف نہ ہو اور قصد انشا بھی موجود ہو۔[1]

احناف کا نقطہ نظر:

- صیغہ طلاق ایسا صریح یا کنائی ہو جو طلاق پر دلالت کرتی ہو۔ کنائی لفظ استعمال کرتے وقت طلاق کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ نیت کے بغیر بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔[2]

خلاصہ بحث:

صیغہ طلاق کی شرائط کے لحاظ سے زیادہ اختلاف پایا نہیں جاتا ہے بس احناف کے ہاں کنائی الفاظ کے ذریعے طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر امامیہ کے ہاں طلاق واقع نہیں ہو گی ہے۔

1۔ شَرائعُ الِاسلام فی مسائل الحلال والحَرام، ابوالقاسم نجم الدین جعفر بن حسن ہذلی، ص: ۵۸۳/۳

2۔ کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ۔ عبدالرحمن الجزیری، ص: ۴۸۸/۴

مبحث دوم:

طلاق کی اقسام

- طلاق رجعی
- طلاق بائن
- طلاق ثلاثہ
- طلاق خلع
- طلاق مبارات

طلاق رجعی:

اس طلاق کو کہا جاتا ہے جس میں مرد طلاق دینے کے بعد جدید نکاح پڑھے بغیر اپنی سابقہ بیوی کو زوجیت میں لا سکتا ہے۔ چاہے بیوی راضی ہو یا نہ ہو۔[1]

دلیل:

از قرآن کریم۔

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ
إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ
مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾[2]

ترجمہ: اور جو عورتیں طلاق یافتہ ہیں وہ تین طہر تک انتظار کریں اور اگر اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کے لیے اپنے رحم میں موجود خلق کو پوشیدہ رکھنا جائز نہیں ہے اور ان کے شوہر اگر قابل اصلاح و سازگاری کے متمنی ہیں تو عدت کے دوران انہیں پھر اپنی زوجیت میں واپس لینے کے پورے حقدار ہیں اور عورتوں کو سماجی رواج کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں، البتہ مردوں کو عورتوں پر فوقیت حاصل ہے اور اللہ بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے۔

1۔ جواہر الکلام فی شرح شرائع الاسلام، محمد حسن نجفی، موسسۃ التاریخ العربی، بیروت، لبنان، ص: ۱۲۱/۳۲

2۔ سورہ البقرہ ۲۲۸

خلاصہ بحث:

طلاق رجعی میں کوئی اختلاف نہیں ہے تمام فقہا کے ہاں رجوع کرنا جائز ہے مگر عدت کب تک اس کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے علما کرام کے ہاں۔

اقسام عدت:

1۔جب عورت تیسرے حیض سے فارغ ہو کر پاک ہو جائے گی۔

2۔خون آنے کی عمر میں ہو لیکن خون نہ آتا ہو تو اس صورت میں تین ماہ عدت ہے۔

﴿ وَٱلَّٰٓـِٔي يَئِسۡنَ مِنَ ٱلۡمَحِيضِ مِن نِّسَآئِكُمۡ إِنِ ٱرۡتَبۡتُمۡ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَٰثَةُ أَشۡهُرٖ وَٱلَّٰٓـِٔي لَمۡ يَحِضۡنَۚ ﴾[1]

ترجمہ: تمہاری عورتوں میں سے جن کو حیض سے ناامید ہو گئی ہیں اگر تمہیں شک ہو جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔

3۔وضع حمل:

﴿ وَأُوْلَٰتُ ٱلۡأَحۡمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ ﴾[2]

ترجمہ: وضع حمل حاملہ عورتوں کی عدت ہے۔

4۔وفات کی صورت میں ۴ماہ دس دن:

﴿ وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوۡنَ مِنكُمۡ وَيَذَرُونَ أَزۡوَٰجٗا يَتَرَبَّصۡنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرۡبَعَةَ أَشۡهُرٖ وَعَشۡرٗا ﴾[3]

ترجمہ: اور تم میں فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ بیویاں چار ماہ دس دن اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں۔

جس عورت کو طلاق رجعی دی جاتے وہ بیوی کے حکم میں ہے اس کو گھر سے باہر نکلنا اور اس کا شوہر کی اجازت کے بغیر باہر جانا جائز نہیں ہے کیونکہ شرعی طور پر وہ زوجیت کے حکم میں ہے۔

خلاصہ بحث:

رجعی میں عدت کے دوران رجوع کر سکتے ہیں اور رجوع کی صورت میں کوئی جدید نکاح کی ضرورت نہیں

1۔سورۃ طلاق ۴

2۔سورۃ طلاق ۴

3۔سورۃ البقرہ ۲۳۴

ہے شوہر کوئی ایسا کام کریں جس سے یہ معلوم ہو کی اس کہ رغبت پھر بڑھ گی ہے بیوی کی طرف یہی کافی ہے۔
عدت کے دوران نان نفقہ کی ذمہ داری شوہر کی ہے۔
دونوں کے ہاں کوئی اختلاف موجود نہیں ہے اس حوالہ سے۔

طلاق بائن:

طلاق بائن یہ ہے کہ گول مول الفاظ یعنی کنایہ میں طلاق دی ہو یا طلاق کے ساتھ کوئی ایسی صفت ذکر کی جائے جس سے اس کی سختی کا اظہار ہو۔ مثلا یوں کہے کہ تجھ کو سخت طلاق یا لمبی چوڑی طلاق۔

جعفری کے ہاں:

طلاق بائن میں شوہر کے لئے رجوع کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔

طلاق بائن کی اقسام:

- طلاق بائن صغری
- طلاق بائن کبری

طلاق بائن صغری:

ایسی طلاق مراد ہے جس کے نتیجہ میں فوری طور پر بدون انقضائے عدت فرقت واقع ہو جاتی ہے اور مرد عورت کے مابین رشتہ زوجیت منقطع ہو جاتا ہے شوہر اپنی سے دوران عدت رجوع نہیں کر سکتا، البتہ عدت کے بعد اگر فریقین باہم راضی ہوں تو از سر نو نکاح کر سکتے ہیں

طلاق بائن کبری

طلاق بائن کبری یا طلاق مغلظ سے ایسی طلاق مراد ہے جس کے نتیجے میں مرد عورت سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا تاوقت کہ اس کی مطلقہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح کر کے اس سے مجامعت کے بعد طلاق حاصل نہ کرے یا وہ مرد فوت نہ ہو جائے۔

جمہور فقہا کے نزدیک طلاق بائن کبری یا مغلظہ اس وقت واقع ہونی ہے جب کہ مرد اپنی بیوی کو بیک وقت یا متفرق اوقات میں بلفظ واحد یا متفرق کلمات میں تین طلاقیں دے دے۔[1]

طلاق بائن کی کچھ دیگر اقسام

1۔ مجموعہ قوانین اسلام، تنزیل الرحمن، ادارہ تحقیقات اسلامی الجامعہ الاسلامیہ العالمیہ اسلام اباد، ص: ۳۷۰/۲

- غیر مدخولہ کی طلاق
- صغیرہ کی طلاق
- یائسہ کی طلاق
- طلاق خلع
- طلاق مبارات
- حاکم شرع کی طلاق[1]

خلاصہ بحث:

اس بحث کے حوالہ سے دونوں کے درمیان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔دونوں کے ہاں مندرجہ بالا صورتوں میں رجوع نہیں کر سکتے ہیں۔

طلاق ثلاثہ: تیسری طلاق

جعفری نقطہ نظر:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو دو دفعہ طلاق دے اور دونوں کے بعد میں رجوع کریں یا ایک دفعہ عقد جدید کریں ایک دفعہ رجوع کریں تو اس صورت میں تیسری طلاق کے بعد میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے مگر حلالہ کی ضرورت ہو گی۔

لیکن اگر ایک ہی مجلس میں تین طلاق دے تو وہ ایک ہی شمار ہو گا تین طلاق واقع نہیں ہو گا تو اس صورت میں شوہر عدت کے دوران رجوع اور عدت ختم ہو جانے کے بعد عقد جدید کر سکتا ہے۔

مستند قرآن:

﴿ٱلطَّلَٰقُ مَرَّتَانِۖ فَإِمۡسَاكُۢ بِمَعۡرُوفٍ أَوۡ تَسۡرِيحُۢ بِإِحۡسَٰنٍ﴾[2]

ترجمہ: جب وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انہیں دستور سے رکھ لو یا انہیں سماجی رواج سے چھوڑ دو۔

مرتان تثنیہ ہے جس کا مطلب صاف ہے طلاق دو مرتبہ ایک کے بعد دوسری مراد ہے۔

ابو حیان اندلسی نے **الطلاق مرتان** کی تفسیر میں لکھا ہے۔

1۔ الھدایہ شرح بدائۃ المبتدی، امام برھان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، ص: ۳۱۳/۲

2۔ سورۃ البقرہ: ۲۲۹

فاذا قال انت طالق ثلاثا فهوا لفظ واحد و مدلوله واحد والواحد يستحيل ان يكون ثلاثا او اثنين ۔[1]

ترجمہ: جب کوئی کہتا ہے تجھے تین طلاق تو یہ ایک لفظ ہے لہذا اس کا معنی بھی ایک ہی ہے کیونکہ ایک کا تین یا دو ہونا محال ہے۔

مفتی اشرف علی تھانوی کے استاذ شیخ محمد تھانوی لکھتے ہیں۔

قاله تعالیٰ الطلاق مرتان معناه مرة بعد مرة فالتطليق الشرعی علی التفريق دون الجمع والاسال "

الطلاق مرتان "کا معنی ایک ہے بعد دوسری شرعی طلاق الگ الگ نہ رکھی یا پے در پے۔[2]

امامیہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ تین طلاقیں ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہیں لہذا اگر کوئی ایک ہی نشت میں اپنی بیوی کو تین مرتبہ طلاق دے دے تو وہ اس پر حرام نہیں ہوتی بغیر محلل کے اس کا رجوع کرنا جائز ہے اگر رجوع کے بعد پھر طلاق ہو جائے اس کے بعد پھر رجوع پھر طلاق تو تیسری بار وہ حرام ہو جائے گی اور پھر اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتی جب تک کہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے اگر نو بار عمل جاری رہے تو اس مرتبہ حرام موبد ہو جائے گی۔[3]
قرآن وسنت پر مبنی اس موقف کی تائید مستند علماء کے تصریحات سے ہوتی ہے۔
مشہور مفسر فخر الدین الرازیؒ نے اپنی تفسیر میں طلاق مرتان کے تحت لکھا ہے

هو احتيار كثير من علماء الدين انه لو طلقها اثنين او ثلاثا لا يقع الا الواحد وهذا هو الاقيس لان النهی يدل علی اشتمال المنهی عنه علی مفسدة راجعة والقول بالوقوع سعی فی ادخال تلک المفسدة فی الوجود وانه غير جائز فوجب ان يحكم بعدم الوقوع۔[4]

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے واضح کیا کہ ان کے دور میں طلاق ثلاثہ کے ایک ہونے کا مذہب بہت سے ائمہ

1۔ تفسیر البحر المحیط، أبو حیان محمد بن یوسف بن علي بن یوسف بن حیان أثیر الدین الأندلسي، ناشر دار الفکر بیروت، ص: ۱۹۲/۲
2۔ حاشہ نسائی، أحمد بن شعیب النسائي، مترجم وحید زمان، ص: ۲۹/۲ طبع دہلی
3۔ اصل واصول شیعہ، شیخ محمد حسین آل کاشف، ترجمہ علامہ سید ابن حسن نجفی، ادارہ تمدن اسلام ص ۱۴۰،
4۔ تفسیر کبیر، ابو عبداللہ محمد فخر الدین رازی محمد بن محمد بن الحسن بن الحسین ابن علی، دار الکتب العلمیہ طھران، مطبوع قاہرہ، ص: ۹۶/۶،

حدیث کا تھا پھر انہوں نے خود اپنا موقف بھی بتادیا کہ میرا موقف بھی یہی ہے کہ ان علماء کا نظر سب سے زیادہ مناسب اور درست ہے۔

مسند احمد میں ثابت ہے کہ رکانہ بن عبدالیزید[1] نے اپنی بیوی کو مجلس واحد میں تین طلاقیں دیں جنہیں نبی اکرم نے ایک ہی طلاق قرار دیا۔اس سنت کے خلاف آنحضرت ﷺ سے کوئی بات ثابت نہیں، مخالف روایتیں تو ضعیف اور مرجوح ہیں یا اگر صحیح ہیں تو ان سے اس کے خلاف استدلال درست نہیں۔[2]

یہ سلسلہ حضرت رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر پھر حضرت عمر میں ایک مجلس میں دی کہ تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔[3]

خلاصہ بحث:

امامیہ کے ہاں ایک ہی طلاق واقع وہ ہوتی ہے اس کے بعد اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

احناف کا نقطہ نظر:

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُۥ مِنۢ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُۥ﴾ [4]

ترجمہ: اگر (تیسری بار) پھر طلاق دے دی تو وہ عورت اس کے لیے اس وقت تک حلال نہ ہو گی جب تک کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے

جب شوہر تیسری طلاق بھی دے تو اس کے بعد میں رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر دونوں راضی ہو جائیں نکاح کرنے پر تو بھی نکاح نہیں کر سکتے ہیں بلکہ دوبارہ نکاح کرنے کے لئے ضروری ہے کہ عدت کے بعد عورت کسی اور مرد سے شادی کریں اور شادی کے بعد وہ بندہ مر جائیں یا وہ طلاق دے تو اس صورت میں پھر دوبارہ شادی کر سکتا ہے۔

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"الفاظ آیت الطلاق مرتن کے بعد تیسری طلاق کو حرف ان کے ساتھ فان طلقھا فرمانے میں

1۔ صحابی رسول

2۔ فتاوی ابن تیمیہ ج ۲، ص ۸۴ طبع بیروت

3۔ مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، عبدالرحمن بن محمد بن سليمان المدعو بشيخي زاده, يعرف بداماد أفندي (المتوفى: 1078ھ)، الناشر: دار إحياء التراث العربي، ص: ۱۹۰/۲

4۔ سورة البقرہ: 230

اس کی طرف اشارہ موجود ہے ورنہ سیدھی تعبیر یہ تھی کہ الطلاق ثلث کہا جاتا اس کو چھوڑ کر یہ تعبیر اختیار کرنے میں واضح اشارہ ہے کہ تیسری تک پہونچنا نہیں چاہیے۔"[1]

خلاصہ بحث یہ ہے کہ اگر طلاق دے تو اس صورت میں اس طہر میں طلاق دے جس میں مجامعت نہ کیا ہو اور اس طلاق کو علمانے حسن قرار دیا ہے اور قرآن کریم میں الطلاق مرتن کہہ کر دو دفعہ طلاق کی اجازت دی ہے مگر الگ الگ دینے کی اجازت دی ہے اور ایک ساتھ دینے سے منع فرمایا ہے اور تیسری طلاق کے غیر مستحسن ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

ایک دفعہ میں تین طلاق:

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک دفعہ میں تین طلاقیں دے دے تو یعنی یوں کہے تجھے تین طلاق یا تین طلاقیں یا یوں کہے تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے یا یوں کہے تجھے طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے ان تینوں صورتوں میں طلاق تین ہی واقع ہو گی اور ساتھ بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔

احادیث پاک:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن لبید سے نقل کیا ہے۔

((أُخْبِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيعًا، فَقَامَ غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ: «أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللَّهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟» حَتَّى قَامَ رَجُلٌ وَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا أَقْتُلُهُ))۔[2]

ترجمہ: رسول کریم ﷺ کو ایک آدمی کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی تھی آپ غصہ ہو کر کھڑے ہو گے اور فرمایا کیا اللہ ﷺ کی کتاب کیساتھ کھیل کیا جاتا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیاں موجود ہوں اتنے میں ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول کیا میں اس کو قتل کروں؟؟

خلاصہ بحث یہ ہوا کہ تین طلاق واقع ہو جاتی ہے

اگر حقیقت میں واقع ہی نہ ہوتی تو رسول خدا ﷺ غضبناک نہ ہوتے کیوں فرمایا کہ میرے ہوتے ہوئے کتاب اللہ

1۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ادارہ المعارف کراچی، ص: ۱/۵۵۷

2۔ السنن النسائی، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعیب، النسائی، مکتب المطبوعات الإسلامیہ، حلب، الطبعہ الثانیہ، 1406ھ، 1986ء، كِتَابُ الطَّلَاقِ، الثَّلَاثُ الْمَجْمُوعَةُ وَمَا فِيهِ مِنَ التَّغْلِيظِ، حدیث: 3401، ص: 142/6

کے حکم یعنی ایک طہر میں طلاق دو کے خلاف حکم دیا۔

- یہ بھی نہیں فرمایا اس تین طلاق سے ایک ہی واقع ہوگا جا کر رجوع کرو یہ بھی نہیں فرمایا۔
- اس حدیث کی شرح میں علامہ سندھی فرماتے ہیں والجمہور علی انہ اذا جمع بین الثلاثہ یقع الثلاث: جو جمہور علما اسی پر متفق ہیں کہ جب اٹھے تین طلاق دی جائیں تو تین ہی واقع ہو جائیں گی۔[1]

دلیل:

جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ کو حالت حیض میں طلاق دی اور حضور کے حکم پر رجوع کیا تو اس کے بعد امتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت فرمایا:

((يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَرَأَيْتَ لَوْ أَنِّي طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا كَانَ يَحِلُّ لِي أَنْ أُرَاجِعَهَا؟ قَالَ :« كَانَتْ تَبِينُ مِنْكَ وَتَكُونُ مَعْصِيَةً »))[2]

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرمانا کہ میں اگر اپنی زوجہ کو تین طلاق دے دین تو کیا میرے رجوع کرنا حلال ہوتا حضور نے فرمایا نہیں وہ تم سے بائنہ ہو جاتی اور یہ عمل معصیت ہوتا۔

خلاصہ بحث یہ ہوا کہ اس حدیث پاک سے یہ بات ثابت ہو گیا کہ حضور پاک کے عہد مبارک میں بھی تین طلاقیں دیکدم دینا تین ہی سمجھا جاتا تھا ان تمام احادیث کے ساتھ طلاق ثلاثہ کے اثبات کے لئے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عمل ہی کافی ہے کیونکہ کیا یہ ممکن ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین طلاق کو ایک ہی طلاق قرار دی ہو اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس کو تین طلاق شمار کریں۔

لہذا یہ بات ثابت ہوگی کہ تین طلاق ایک ہی مجلس میں دینے کی صورت میں تین ہی واقع ہوگا۔

جلیل القدر اصحاب رسول کے فتوے:

حضرت زید بن وہب فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک دم ایک ہزار طلاق دے دی۔

((أطلقتها ألفا؟ قال: إنما كنت ألعب فعلاه بالدرة وقال: إنما يكفيك من ذلك

1۔ حاشہ نسائی، أحمد بن شعیب النسائي، مترجم وحید زمان، ص: ۲۹/۲ طبع دہلی

2۔ سنن الکبری، أحمد بن الحسین بن علی بن موسی أبو بکر البیہقی، مکتبہ دار الباز، مکہ المکرمہ، 1414ھ، 1994ء، كِتَابُ الخلع والطلاق، باب الاختيار للزوج أن لا يطلق إلا واحدة، حدیث: 14716، ص: 330/7

ثلاث))[1]

ترجمہ: کیا تونے اپنی بیوی کو ہزار طلاق دی ہے تو اس نے کہا میں تو صرف مذاق کیا تھا آپ نے اسکو درہ مارا اور فرمایا ان میں سے تجھے تین ہی کافی ہیں یعنی تین طلاق ہو گی۔

خلاصہ بحث یہ ہوا کہ اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوا کہ از راہ مذاق بھی طلاق دے تو وہ طلاق واقع ہو گی اور حضرت عمر کا یہ فتوی رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

((ثَلاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ النِّكَاحُ وَالطَّلاَقُ وَالرَّجْعَةُ))[2]

ترجمہ: تین چیزیں وہ ہیں جن کی سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے نکاح طلاق اور رجوع کرنا۔

حدیث:

حضرت حبیب بن ابی ثابت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک دم ہزار طلاق دی ہے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ:

((يُحَرِّمُهَا عَلَيْكَ ثَلاَثٌ وَسَائِرُهُنَّ اقْسِمْهُنَّ بَيْنَ نِسَائِكَ))[3]

ترجمہ: تین طلاق نے اسے تجھ پر حرام کر دیا اور باقی تو اپنی اور بیویوں کے درمیان تقسیم کر دے یعنی وہ لغو نہیں۔

خلاصہ بحث:

جس طرح قرآن کریم سے طلاق ثلاثہ کے وقوع ہونے پر نص موجود ہے اسطرح احادیث پاک اور اصحاب کرام کے فتوی سے بھی ایک ہی مجلس میں تین طلاق کے واقع ہونے پر فتوی موجود ہے۔

طلاق ثلاثہ کے بارے میں ابتدائی حکم میں دونوں مفسر کے درمیاں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ طلاق ثلاثہ کے بعد دونوں کے ہاں حلالہ کے بغیر نکاح جدید جائز نہیں ہے۔

مگر اختلاف اس میں ہے کہ امامیہ کے ہاں مجلس واحد میں تین طلاق واقع نہیں ہو گی جب تک الگ الگ طہر

1۔ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، علاء الدین علی بن حسام الدین، مؤسسہ الرسالہ، الطبعہ الخامسہ، 1401ھ، 1981ء، کتاب الطلاق من قسم الأفعال، حدیث: 2018، ص: 669/9

2۔ سنن ابی داؤد، ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی، دار الکتاب العربی، بیروت، كِتَابُ الطَّلَاقِ، باب الطَّلَاقِ عَلَى الْهَزْلِ، حدیث: 2196، ص: 225/2

3۔ سنن الدارقطني، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد، الدار قطنی، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، لبنان، الطبعہ الاولی، 1424ھ، 2004ء، كِتَابُ الطَّلَاقِ وَالْخُلْعِ وَالْإِيلَاءِ وَغَيْرِهِ، حدیث: 3946، ص: 38/5

میں طلاق نہ دے لیکن احناف کے ہاں ایک وقت میں تین طلاق کوئی مستحسن عمل تو نہیں ہے مگر تین طلاق واقع ہو جاتی ہے اور بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔

طلاق خلع:

اگر میاں بیوی میں کسی طرح نباہ نہ ہو سکے اور شوہر طلاق بھی نہ دے تو اس صورت میں بیوی شوہر سے الگ ہونے کے لئے کچھ مال دے دیتی ہے تا کہ شوہر اس کے بدلے اس کو طلاق دیتا ہے۔

احناف کے ہاں سوال اور جواب دونوں کا ایک ہی محفل میں ہونا ضروری ہے ورنہ واقع نہیں ہو گی۔

خلع ایک قسم کی طلاق ہے اس میں طلاق کی دوسری تمام شرائط کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ بیوی اپنے شوہر سے نفرت کرتی ہو اور فدیہ دے کر شوہر سے طلاق حاصل کرے۔[1]

امامیہ کے ہاں عورت نے جو مال دیا ہے اگر وہ مال واپس لیتی ہے اس صورت میں یہ طلاق بائن سے رجعی میں تبدیل ہو گی اور شوہر طلاق سے رجوع کر سکتی ہے۔

قال العلامه المرغینانی رحمة الله : اذا تشاق الزوجان و خان ان لا یقیما حدود الله فلا باس بان تفتدی نفسها منة بما یخلعها به: [2]

طلاق مبارات:

زوجین ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہوں اور دونوں جدا ہونا چاہتے ہوں۔

مبارات میں فدیہ حق مہر سے زیادہ مقدار میں نہیں لیا جا سکتا ہے بلکہ مہر کی مقدار کے برابر یا اس سے کم ہو۔

یہ بھی طلاق بائن کی اقسام میں سے ایک ہے مگر یہ کہ بیوی فدیہ کی واپسی کا مطالبہ کریں تو اس صورت میں شوہر رجوع کر سکتا ہے۔

دلیل:

((قَالَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع الْمُبَارَاةُ تَطْلِيقَةٌ بَائِنَةٌ وَ لَيْسَ فِي شَيْ ءٍ مِنْ ذَلِكَ رَجْعَةٌ))

ترجمہ: ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا طلاق مبارات، طلاق بائن ہے کہ جس رجوع پھر نہیں ہوتا ہے۔

1۔ فقہ الامام جعفر صادق، محمد جواد مغنیہ، موسسہ السبطین العالمیہ نجف اشرف، عراق، ص:۲۰/۶

2۔ الھدایہ شرح بدایۃ المبتدی، امام برھان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، مکتبہ البشری کراچی، الطبعۃ الاولی، ۲۰۰۷، کتاب الطلاق باب الخلع، تاب، ص: ۳۸۳/۲

حاکم شرع[1] کے ذریعہ طلاق: حاکم شرعی قرآن وسنت کی روشنی میں کسی شخص کی بیوی کو چند شرائط کے ساتھ طلاق دے سکتا ہے۔

عورت چند موارد میں وہ حاکم شرع کی طرف رجوع کر کے طلاق لے سکتی ہے۔[2]

- شوہر غائب ہو مفقود الخبر ہو ۔

مفقود الخبر سے مراد

جعفریہ کے ہاں:

ایسا شخص جو غائب ہو جائے اور اس کی غیبت کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو اس کے بارے میں کوئی خبر بھی نہ ہو اور نہ ہی اس کی حیات اور موت کے بارے میں کسی کو معلوم ہو۔[3]

احناف کے ہاں:

کسی موجود کا نام جو اپنی پہلی حالت کے اعتبار سے زندہ ہے لیکن وہ مخفی الاثر ہو۔

- اگر شوہر بیوی کو نان نفقہ دینے سے انکار کریں یا دینے سے عاجز ہو تو اس صورت میں پہلے حاکم شرح اس کو مجبور کریں گے کہ نان نفقہ دے لیکن اگر وہ پھر بھی نہ دے تو اس صورت میں حاکم شرح اپنی طرف سے صیغہ طلاق جاری کر سکتا ہے۔[4]

احناف کا نقطہ نظر:

احناف کے نزدیک اگر شوہر اپنی زوجہ کو نفقہ دینے سے گریز کرے تو اس صورت میں تفریق کے حکم کرنے کے بجائے شوہر کو قید کر دے یا اس کے مال کو فروخت کر کے عورت کو نفقہ دلائے۔[5]

خلاصہ بحث:

اس مسئلہ میں دونوں کے درمیاں میں اختلاف پایا جاتا ہے فقہا حنفی کے نزدیک شوہر کا بیوی کو نفقہ نہ دینے

1۔ وہ شخص جس کو مسلمانوں پر ولایت کا حق ہو۔ یہ اصطلاح فقہ جعفریہ میں مجتہد جامع الشرائط یا ان کے وکیل مطلق کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ حاکم شرع مخاصمات میں فیصلہ، طلاق، حقوق شرعیہ وغیرہ کا مجاز ہوتا ہے۔ (اللمعۃ الدمشقیہ، زین الدین العاملی، ص 87/2)

2۔ مختصر عائلی قوانین، حافظ بشیر احمد نجفی، تسلسل ۲۶، فصل ۴، مادہ ۱۰، ص ۷

3۔ کتاب المکاسب، شیخ مرتضیٰ انصاری، کتاب العقد والایقاعات، طبع بیروت، ص 177/3

4۔ تحریر الوسیلہ، سید روح اللہ خمینی، باب ا لنکاح، فصل فی النفقات، ج ۲، ص: ۳۱۹، مسئلہ ۱۹

5۔ کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ، عبدالرحمن الجزایری، ص: ۵۸۱/۴

کی صورت میں بیوی کے لئے طلاق کی درخواست کرنے کا حق نہیں سمجھتے خواہ نفقہ نہ دینے کی وجہ انکار نفقہ ہو یا عجز و تنگدستی ہو قاضی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ نفقہ دینے پر مجبور کریں۔

لیکن امامیہ کے ہاں اگر شوہر انکار کریں نان نفقہ سے تو اس صورت میں عورت جا کر حاکم شرع کو شکایت کر سکتی ہے اس صورت میں حاکم شرح شوہر کو مجبور کریں گے اس کو نان نفقہ دینے پر پھر بھی نہ دے تو اس صورت میں حاکم شرع اس عورت کے لئے اس کے شوہر کی طرف سے طلاق کا صیغہ جاری کر سکتا ہے۔

مبحث سوم:

طلاق کا طریقہ کار

طلاق کے الفاظ:

جعفریہ نقطہ نظر:

فقہ جعفری کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ طلاق کا صیغہ صحیح عربی میں لفظ "طالقٌ" کے ساتھ پڑھا جائے اور دو عادل مرد صیغہ طلاق کو سنیں۔ اگر شوہر خود صیغہ طلاق پڑھنا چاہے تو اس کی مثال یہ ہے کہ مثلا اس کی بیوی کا نام زینب ہو تو اسے چاہئے کہ کہے: زَوجَتِی زینب طَالِقٌ یعنی میری بیوی زینب آزاد ہے اور اگر وہ کسی دوسرے شخص کو اپنا وکیل بنائے تو ضروری ہے کہ وکیل کہے: "زَوجَۃُ مُوَکِّلِی زینب طَالِقٌ" اور اگر عورت معینہ ہو تو اس عورت کا نام لینا ضروری نہیں ہے اور اگر مرد عربی میں طلاق کا صیغہ نہ پڑھ سکے اور وکیل بھی نہ بنا سکتا ہو تو اس صورت میں وہ جس زبان میں چاہے ہر اس لفظ کے ذریعے طلاق جاری سکتا ہے جو عربی الفاظ کے ہم معنی ہو۔[1]

فقہ جعفری میں صیغہ طلاق میں کچھ شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

- صیغہ طلاق میں صراحت ہو۔ انت طلاق
- صیغہ صحیح عربی میں ہونا چاہے
- طلاق مشروط نہ ہو مثلاانت طالق **ان طلعت الشمس**
- طلاق کی نسبت خود عورت کی طرف دے اس کے کسی اعضا کی طرف نہ ہو اور قصد انشا بھی موجود ہو۔[2]

احناف کی نقطہ نظر:

• صیغہ طلاق ایسا صریح یا کنائی ہو جو طلاق پر دلالت کرتا ہو۔ کنائی لفظ استعمال کرتے وقت طلاق کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ نیت کے بغیر بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔[3]

1۔ منہاج الصالحین، سید علی سیستانی، باب طلاق، ص، ۵۴/۲

2۔ حوالہ سابق، ص 63/2

3۔ الھدایہ شرح بدایۃ المبتدی، ص: ۳۸۳/۲

خلاصہ بحث:

صیغہ طلاق کی شرائط کے لحاظ سے زیادہ اختلاف نہیں جاتاہے بس احناف کے ہاں کنائی الفاظ کے زریعے طلاق واقع ہو جاتاہے مگر امامیہ کے ہاں طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

اورحناف کے ہاں طلاق کے وقت گواہ کا ہونا ضروری نہیں ہے لیکن امامیہ کے ہاں طلاق کے وقت گواہ کا ہونا ضروری ہے۔

طلاق سنت کا طریقہ:

طلاق سنت اس طلاق کو کہا جاتاہے جو اس وقت اس طرح ادا کیا جائے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی ہے۔

اس طلاق ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اس طریقہ سے طلاق دینے سے کوئی ثواب ملتا ہو ایسا نہیں ہے بلکہ اس طریقہ کو رسول اکرم ﷺ نے پسند فرمایا ہے اس وجہ سے اس کو حسن کہا جاتاہے۔[1]

طلاق سنت کی اقسام:

- طلاق احسن
- طلاق حسن

طلاق احسن:

قال محمد طلاق السینه ان یطلقها یقبل عدتها طاهرا من غیر جماع حین تطهر من حیضها قبل ان یجامعها وهو قول ابی حنیفه والجامة من فقهالنا۔[2]

ترجمہ: امام محمدؒ نے کہا طلاق سنت وہی طلاق ہے جس میں عدت رکھی جاتی ہے بغیر ہمبستری کے جب ہمبستری سے پہلے خاتون حیض سے پاک ہو جاتی ہے اور یہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور ہمارے فقہا میں سے کچھ کا فتوی بھی یہی ہے۔

1۔البر الرائق کنزالد قائق، ابن نجیم المصری، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، ص ۲۵۶/۳

2۔بدائع الصانع فی ترتیب الشرائع، امام علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی، ص: ۹۱/۳

طلاق حسن:

وہ طلاق ہے کہ تین طہروں میں تین طلاقیں دی جائیں اس طرح ہر طہر میں ایک طلاق ہو گی۔[1]

طلاق سنی کی چند شرائط:

- حالت حیض میں طلاق نہ دے

احناف کے نزدیک اگر حالت حیض میں طلاق دے تو واقع ہو گی لیکن امامیہ کے ہاں حالت حیض میں طلاق واقع نہیں ہو گی۔

دلیل:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا حَتَّى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ، ثُمَّ تَطْهُرَ))[2]

ترجمہ: اسے کہو کہ رجوع کرئے اور اسے اس وقت تک روک لے کہ طہر شروع ہو جائے۔

ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں مرد نے عورت سے مباشرت نہ کی ہو۔

طلاق سنت کی مزید اقسام:

- طلاق سنت باعتبار عدد
- طلاق سنت باعتبار وقت

طلاق سنت باعتبار عدد:

ایک ہی طہر میں دو یا اس سے زیادہ طلاق دے لیکن اصل میں ایک ہی طہر میں ایک ہی طلاق ہونا چاہے تھا:

اس میں فرق نہیں ہے کہ تین طلاق ایک ہی کلمہ سے ادا ہو یا متفرق کلمات کے ساتھ ادا ہو دونوں صورت میں تین طلاقیں ہی واقع ہوں گی۔

جعفریہ کے ہاں اگر ایک ہی کلمہ سے تین طلاق جاری کریں اس صورت میں کوئی بھی طلاق واقع نہیں ہو گی۔

لیکن احناف کے ہاں واقع ہو گی مگر ادا کرنے والے گناہ گار ضرور ہو گا۔

1۔ کتاب المبسوط، ابی بکر محمد بن ابی سہیل السرخسی الحنفی المتوفی سنہ ۴۹۰، تحقیق ابی عبداللہ محمد حسن محمد حسن اسماعیل الشافعی، مکتب رشیدیہ کرکی روڈ کوئٹہ بلوجستان، کتاب طلاق، ص:۶/۴۰۳

2. سنن أبي داؤد، أبوداؤد، كِتَابُ الطَّلَاقِ، باب فِي طَلَاقِ السُّنَّةِ، حديث:2181، ص:221/2

کسی طلاق کے بدعت، حرام اور مکروہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ واقع ہی نہیں ہو گی بلکہ واقع تو ضرورت ہو گی مگر گناہ گار ہو گا۔

قتل کرنا ایک جرم ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف حلال گولی انسان کو ماراجائے گی نہیں بلکہ گناہ گار ہو گا لیکن گولی اپنا اثر تو دکھائے گا۔

خلاصہ بحث:

صیغہ طلاق کے جاری کرنے کے بعد میں طلاق ہر حال میں واقع ہو گی مگر ادا کرنے والے کس صورت میں گناہ گار ہو گا اور کس صورت میں نہیں ہو گا اس میں فرق ہے باقی کوئی فرق نہیں ہے۔

جعفریہ کے ہاں ایسا نہیں ہے اگر حالت حیض میں صیغہ طلاق جاری کریں تو واقع نہیں ہو گی بلکہ اس طہر میں صیغہ طلاق جاری کرنا ضروری ہے جس میں ہمبستری نہ کی ہو۔

طلاق بدعت:

طلاق بدعت یہ ہے کہ ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دے دی جائیں یا ایک طہر میں تین طلاقیں الگ الگ دے دی جائیں۔[1]

طلاق بدعی کی اقسام:

- باعتبار وقت
- باعتبار تعداد

باعتبار وقت:

حالت حیض میں ایک رجعی طلاق دینا اس شرط کے ساتھ کہ نکاح کے بعد بیوی کے ساتھ ہمبستری کی ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو اس وقت حضرت رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو فرمایا کہ اس کو حکم دو کہ رجوع کرے یہ بہتر طریقہ ہے مگر شوہر کو رجوع کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے ہیں۔[2]

طلاق بدعت عددی:

1۔ الھدایہ شرح بدایۃ المبتدی، امام برھان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر امرعینانی، مکتبہ البشری کراچی، الطبعۃ الاولی، ۲۰۰۷، کتاب، ص: ۳۳۴/۲

2۔ بدائع الصانع فی ترتیب الشرائع، امام علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی، المتوفی ص: ۹۴/۳

اکٹھی دو یا تین طلاقیں ایسے طہر میں دی جائیں جس میں ہمبستری نہ کی ہو خواہ یہ طلاقیں ایک بار دی جائیں یا الگ الگ مگر طہر ایک ہی ہو۔

خلاصہ بحث:

اس موارد میں دونوں کے درمیان کچھ موارد میں اختلاف پایا جاتا ہے جمہور علما کے نزدیک طلاق بدعت واقع ہو جاتی ہے مگر امامیہ کے ہاں واقع نہیں ہوتی ہے کیونکہ طلاق بدعت سے منع کیا گیا ہے لہذا اگر بدعی طریقہ سے دے تو واقع بھی نہیں ہو گی۔

امامیہ کے ہاں طلاق سنت یہ ہے کہ حیض کے بعد طہر کا انتظار کریں پھر اس میں طلاق دے طلاق دیتے وقت اس مجلس میں گواہ کا ہونا بھی ضروری ہے [1] اور پھر تین حیض کے گزر جانے کے بعد میں عورت مرد نکاح جدید اور مہر جدید کے ساتھ دوبارہ رشتہ ادواج سے منسلک ہو سکتا ہے۔

1۔ من لایحضرہ الفقیہ، ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ، موسسہ الاعمی للمطبوعات، ص: ۳۲/۳

نتائج تحقیق:

اردو زبان میں بیسیوں تفاسیر لکھی گئی ہیں ساتھ ہی دیگر زبانوں سے اردو میں تفاسیر کے تراجم دستیاب ہیں۔ ان تفاسیر میں سے اہمیت کی حامل تفسیر مفتی محمد شفیع صاحب کی تفسیر "معارف القرآن "اور شیخ محسن علی نجفی کی "الکوثر فی تفسیر القرآن" ہے۔یہ دونوں تفسیر 10 جلدوں پر مشتمل ہیں۔جسے علمی و عوامی حلقوں میں بے حد پزیرائی ملی ہے اردو میں شائستہ 'آسان' جامع اور رواں ترجمہ و تفسیر پر مشتمل تفسیر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے جب اس کائنات کی تخلیق کی تو اس میں انسان کو دیگر تمام مخلوقات سے افضل واشرف بنایا صرف ظاہری حسن و جمال ہی نہیں بلکہ اسے عقل و خرد کی عظیم نعمت دے کر دیگر مخلوقات سے ممتاز کر دیا پھر اس افضیلت اور امتیاز پر ہی اکتفا نہیں بلکہ جملہ دیگر مخلوقات کو اس کے لیے مسخر کر دیا اور اس کی خدمت پر معمور کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں ایک کامیاب زندگی گزارنے کا پابند بنایا ہے۔ایسی زندگی جس میں ایک مہذب اسلامی معاشرہ ترتیب پائے اور ایک معاشرہ جس میں انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی پر امن اور کامیابی کے ساتھ گزرے ایک ایسا معاشرے تشکیل پائے جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں ادا ہو سکیں جس میں انسان کی ازدواجی سماجی اور معاشرتی استوار ہو سکے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اور اسے عقل و خرد کی قوت عطا کی ہے معاشرتی زندگی میں بگاڑ اور فساد ضرور ہوتا ہے اس میں خامیاں اور کمزوریاں بھی ہوتی ہیں ان خرابیوں اور کمزوریوں کو نہ تو سرے سے ختم کیا جاسکتا ہے اور نہ انہیں اپنے حال پر چھوڑا جاسکتا ہے کہ وہ پروان چڑھتی رہیں بلکہ ان کے سد باب کے لیے اپنی کاوشیں جاری رکھنے کا انسان کو پابند بنایا گیا ہے معاشرتی زندگی کے مختلف شعبوں میں خامیاں پائی جاتی ہیں مگر معاشرے جس اکائی سے تشکلیل پاتا ہے وہ ایک خاندان ہے اور ایک خاندان میں اگر فساد پیدا ہو جائے تو سارے معاشرے پر اس کے اثرات پڑتے ہیں اور معاشرہ میں بے چینی اور بے قراری کی کیفیت رہتی ہے لہذا یہ ماننا پڑے گا کہ ایک خاندان میں اور بگاڑ دیگر تمام معاشرتی فسادات اور خامیوں کے مقابلہ زیادہ نقصان دہ ہے۔

مذکورہ دونوں تفاسیر میں عائلی زندگی کے بہترین اصولوں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ نکاح اور طلاق کے موضوعات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی جو در حقیقت دو بڑے مکاتب فکر کی ترجمانی بھی کر رہے ہیں۔

میاں اور بیوی کسی بھی خاندان کی اساس ہیں ہم اپنے معاشرے دیکھتے ہیں کہ میاں اور بیوی کے درمیان تنازعات اور فسادات میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے یہ معمولی نوعیت کے اختلافات میاں بیوی کے درمیان بعض

اوقات طلاق پر منتج ہوتے ہیں جس سے ایک ہستا بستا گھر اجڑ جاتا ہے اور خاندانی فسادات کی اصل وجہ حقوق وواجبات سے ناآشنائی اور شرعی حدود سے تجاوز ہے معاشرہ کے اکثر لوگوں کو عائلی حقوق وفرائض کا علم ہیں نہیں اور کہیں عائلی مسائل کے بارے غلط فہمیاں پائی جاتی ہین اس لاعلمی کی بناپر بعض اوقات میاں اور بیوی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں جس سے فساد پیدا ہوتا ہے اور آخر کار طلاق پر بات ختم ہوتی ہے چناچہ نکاح وطلاق کے مسائل اور احکام سے اگاہی اور ان کے شرعی حل کے لئے ان دونوں تفسیر میں خاص اہمیت دی ہے۔

ازواجی زندگی کے اس طویل سفر میں کئی ایسے موڑ آتے ہیں کہ جہاں خاوند اور بیوی کے درمیان اختلاف اور نزاع پیدا ہو جاتا ہے یہ اختلاف پیدا ہونا خلاف فطرت نہیں کیون کہ طبع انسانی جدا جدا ہیں لیکن اس اختلاف کی بناپر خاوند اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ہو جانا ایک ناپسندیدہ فعل اور معاشرتی بے چینی کا باعث ہے اسی طرح نکاح و طلاق کے حوالہ سے ہمارے معاشرے میں کچھ غلط فہمیاں اور غیر شرعی رویات بھی پائی ہیں جن کی وجہ سے بہت سارے خوشحال گھرانے ویران ہو جاتے ہیں دینی تعلیم سے دوری اور بالخصوص نکاح و طلاق کے بنیادی اصولوں سے لاعلمی کی وجہ سے آج ہمارے معاشرے میں طلاق اور خلع کا تناسب بڑھ چکا ہے۔ چنانچہ نکاح و طلاق کے بارے میں معاشرے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازلہ اور ازدواجی اور عائلی پیچیدگی کا قرآن وسنت کے مطابق حل تلاش کرنا ،اس تحقیق کا بنیادی مسئلہ ہے تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ اسلام جہاں ہمیں ایک طرف کامل ضابطہ حیات عطا کرتا ہے وہاں دوسری طرف اس معاشرتی نظام میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل بھی پیش کرتا ہے۔

تجاویز:

معارف القرآن اور تفسیر الکوثر فی تفسیر القرآن میں نکاح وطلاق: تجزیاتی مطالعہ کے بعد چند ایک تجاویز پیش خدمت ہیں۔

1۔خاندان کی اہمیت اور اس کی تشکیل کی ضرورت سے لوگوں کو اگاہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تعلیمی نصاب میں الگ سے ایک مضمون کی حیثیت سے اس کو شامل کیا جائے۔

2۔خاندانی نظام کو انتشار سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو اسلام کے خاندانی نظام سے آشنا کیا جائے اس سلسلہ میں علما کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے خطبوں میں اس کی اہمیت پر روشنی ڈالیں۔

3۔لوگوں میں خاندان کو تشکیل دینے کا شعور اجاگر کرنا چاہے اور انھیں بتادینا چاہے کہ نکاح ہی وہ اصل ہے جس کے ذریعے خاندان کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ نکاح کے علاوہ تمام راستے خاندان کی تباہی کے راستے ہیں۔ نکاح کو آسان بنانے کے لئے اس میں موجود فضول رسوم ورواج کا خاتمہ کرنا چاہے اور ریاست کی زمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس سلسلے میں موثر قوانین بنائے۔

4۔میڈیا کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ ایسے پروگرام نشر کریں جو خاندان اور معاشرے کے لئے مفید ہوں اور ایسے پروگرام پر پابندی لگادی جائے جن کے زریعے معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی پھیلتی ہو۔

5۔فقہ اسلامی میں ازواجی قوانین کے متعلق جو احکامات ہیں انہیں آسان فہم زبان میں پیش کیا جائے اور پاکستانی عائلی قوانین میں جو دفعات شرع اسلامی کے خلاف ہیں ان پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

6۔نکاح کے معاملہ میں زوجین کو کلی آزادی دی جائے فریقین کے اولیاء کو رائے کا حق ہو۔نہ کہ کلی اختیار۔

7۔الکوثر فی تفسیر القرآن اور معارف اقرآن میں فقہی اور خاندانی مباحث پر ایم فل سطح کا مقالہ الگ الگ لکھا جاسکتا ہے۔

8۔الکوثر فی تفسیر القرآن اور معارف اقرآن یا کا منہج واسلوب پر پی ایچ ڈی کا مبسوط مقالہ لکھا جاسکتا ہے۔

فہارس

فہرست آیات

فہرست احادیث

فہرست اماکن

فہرست مصادر و مراجع

فہرست آیات

آیات مبارکہ	سورہ	سورہ نمبر	آیت نمبر
﴿صِرَاطَ الَّذِينَ انعَمتَ عَلَيهِم---﴾	الفاتحہ	7	38
﴿هن لباس لكم---﴾	البقرة	168	83
﴿وَ لَا تَنكِحُوا الْمُشرِكٰتِ حَتّٰى يُؤمِنَّ---﴾	البقرة	221	169
﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ---﴾	البقرة	228	141
﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمسَاكٌ بِمَعرُوفٍ اَو تَسرِيحٌ ----﴾	البقرة	229	123
﴿والوالدات يرضعن اولادهن-----﴾	البقرة	233	147
﴿فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّ-----﴾	آل عمران	39	84
﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ----﴾	النساء	10	54
﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ---﴾	النساء	۱۲	۱۶۲
﴿اِنَّمَا التَّوبَة عَلَى اللهِ لِلَّذِينَ يَعمَلُونَ السُّوءَ بِجَهالَةٍ ---﴾	النساء	۱۷	۳۷
﴿لَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ-----﴾	النساء	۱۹	۱۴۱
﴿وَإِنْ أَرَدتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ-----﴾	النساء	۲۰	۱۳۶
﴿وَ لَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَآءِ-----﴾	النساء	۲۲	۱۶۹
﴿حُرِّمَت عَلَيكُم اُمَّهٰتُكُم وَ بَنٰتُكُم وَ اَخَوٰتُكُم-----﴾	النساء	۲۳	۱۶۷
﴿وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ-----﴾	النساء	۲۴	۷۵
﴿وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً-----﴾	النساء	۲۷	۵۷
﴿وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا----﴾	النساء	۳۵	۲۰۹
﴿ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاٰيٰتِنَا سَوفَ نُصلِيهِم نَارًا-----﴾	النساء	۵۶	۴۰

﴿وَ مَن يُّطِعِ اللهَ وَ الرَّسُولَ فَاُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ----﴾	النساء	۶۹	۳۹
﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ يَّهدِيْ بِهِ-----﴾	المائدہ	۳	۲۴
﴿اَلْيَومَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَ طَعَامُ الَّذِينَ اُوتُوا----﴾	المائدہ	۵	۱۷۱
﴿وَ اِذ اَخَذَ رَبُّکَ مِن بَنِیٓ اٰدَمَ مِن ظُهُورِهِم----﴾	الاعراف	۱۷۲	۳۶
﴿وَ لَقَد ذَرَانَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الجِنِّ وَ الاِنسِ---﴾	الاعراف	۱۷۹	۳۶
﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ-----﴾	الاعراف	۱۸۹	۵۸
﴿وَ لَا تُمسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعتَدُوا----﴾	التوبۃ	۱۰۷	۱۰۷
﴿قَالَ هَل عَلِمتُم مَّا فَعَلتُم بِيُوسُفَ وَ اَخِيهِ---﴾	یوسف	۸۹	۳۷
﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا---﴾	الرعد	۳۸	۵۶
﴿وَاللهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا----﴾	النحل	۸۵	۵۷
﴿اِنَّ هٰذِه اُمَّتُكُم اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُم فَاعبُدُونِ-----﴾	الانبیاء	۹۲	۳۸
﴿اِلَّا عَلٰى اَزوَاجِهِم اَو مَا مَلَكَت اَيمَانُهُم -----﴾	الانبیاء	۶	۱۶۵
﴿الَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِم حَافِظُوْن-----﴾	الانبیاء	۱۰۵	۹۰
﴿اَلزَّانِی لَا يَنكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَو مُشرِكَةً وَّ الزَّانِيَةُ---﴾	النور	۳	۱۷۰
﴿وانكحوا الايامىٰ منكم------﴾	النور	۶	۷۶
﴿وَأَنكِحُوا الايامىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ---﴾	النور	۹۲	۶۱
﴿وَ لَا يَاتُونَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئنٰكَ بِالحَقِّ -----﴾	الفرقان	۳۳	۳۵
﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ-----﴾	العنكبوت	۲۰	۲۶
﴿وَمِنْ اٰيٰتِه اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا ---﴾	الروم	۲۱	۸۸
﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ---﴾	الاحزاب	۲۸	۱۱۷
﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ--------﴾	الطلاق	۱	۱۳۷
﴿فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ----﴾	الطلاق	۲	۱۴۲

﴿وَ الّٰیِ ٔ یَئِسنَ مِنَ المَحِیضِ مِن نِّسَائِکُم------﴾	الطلاق	۴	۱۸۸
﴿أَسْکِنُوھُنَّ مِنْ حَیْثُ سَکَنتُم----﴾	الطلاق	۶	۱۴۶
﴿وَ اذکُرِ اسمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّل اِلَیہِ تَبتِیلًا----﴾	المزمل	۸	۸۰
﴿فَسَوفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیرًا ،وَّ یَنقَلِبُ ----﴾	الانشقاق	۹	۲۹

فہرست احادیث

صفحه نمبر	مصدر	متن احادیث
191	نسائی شریف	((اخبر رسول الله صلی الله علیه وسلم عن رجل طلق...))
118	صحیح مسلم	((اذا کرم الرجل علیه احرامه فهی یمین یکفرها))
116	المعجم الکبیر	((اذا اخبر الرجل امراته فتفرقا قبل ان ینقضی شی ء فلا ام لها))
66	ترھیب وترغیب	((إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ اِسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّيْنِ فَلْيَتَّقِ فِيْ النِّصْفِ الْبَاقِيْ.))
79	الجامع الکبیر	((أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ: التَّعَطُّرُ، وَالْحَيَاءُ، وَالسِّوَاكُ، وَالنِّكَاحُ))
121	المعجم الکبیر	((الطلاق لمن اخذ الساق))
108	سنن بیہقی	((المنتزعات والمختلعات هنّ المنافقات))
92	سنن ابی داود	((النسب الذی لا یحل نکاحه والصهر الذی یحل نکاحه))
152	سنن ابن ماجه	((النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي))
25	المسند الدرامی	((اما انی سمعت رسول الله يقول: ستكون فتن...))
106	مجمع الزوائد	((انّ الله لا يحبّ الذوّاقين والذوّاقات...))
160	صحیح بخاری	((إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ))
96	سنن ابن ماجه	((إِنَّمَا الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَلَيْسَ مِنْ مَتَاعِ الدُّنْيَا شَيْءٌ أَفْضَلَ مِنَ الْمَرْأَةِ الصَّالِحَةِ))
193	المصنف	((انی طلقت امراتی الفاً قال علی یحرمها علیک ثلاث))
63	سنن ابی داود	((إِنِّي أَصَبْتُ امْرَأَةً ذَاتَ جَمَالٍ وَحَسَبٍ وَأَنَّهَا لَا تَلِدُ بِهَا...))
104	سنن ترمذی	((ایما امراة سالت زوجها طلاق غیر ما باس فحرام علیه رائحة الجنة))
77	صحیح بخاری	((بان النهی عن الشی ام یقنده اعلمو النکاح ولو باالرف...))
72	معرفة سنن واثار	((تناکحوا تکثروا فانی اباهی ....))

((تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ : لِمَالِهَا ، وَلِحَسَبِهَا ، وَجَمَالِهَا))	صحیح بخاری	96
((ثَلَاثٌ كُلُّهُمْ حَقٌّ عَلَى اللَّهِ عَوْنُهُ: الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ))	سنن ترمذی	64
((حذروا اهوائكم كمتحذرون اعدائكم فليس شئى اعدى للرجال))	الکافی	90
((رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتى يستقظ))	شرائع الاسلام	120
((رفع عن امتى الخطا و النسيان وماستكرهواعليه))	شرح فتح القدیر	125
((روى فضيل بن سينا عن ابى جعفر عليه السلام قال ذكر الناصب))	الکافی	172
((عن اسماعيل بن الفضيل الهاشمى قال: سالت ابا عبد الله---))	اصول کافی	131
((عن هشام بن سالم عن ابى عبد الله قال: لا طلاق الالمن اراد الطلاق))	تہذیب الاحکام	127
((عن يحيٰ بن عبد الله بن الحسن عن ابى عبد الله قال: سمعته بقول))	فروع الکافی	130
((عَنْ عَبْدِاللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ))	صحیح مسلم	72
((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ قَالَ : (تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ))	صحیح بخاری	72
((عن ذرارة محمدبن مسلم عن ابى عبدالله قال : المبارأة))	الکافی	194
((عَنْ أَبِي أُمَامَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ : " مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ	السنن الصغری	63
((عن على عليه السلام قال قال رسول الله رفع القلم))	الشرائع اسلام	181
((عن اليع عن ابى عبدالله عن عبد الواحد بن المختار عن ابى جعفر))	فروع الکافی	182
((عن ابن يعفور عن ابى عبدالله عليه السلام قال : لاتنكح زوات آلاباء))	الوسائل شیعہ	173
((عن ابى نضرة قال قرات على ان عباس فمااستمتعتم به منهن))	المستدرک الحاکم	159
((عن ابن عباس قال انما كانت المتعة فى اول الاسلام حتى))	سنن ترمذی	164
((فازا قال انت طالق ثلاثا فهوا لفظ واحد و مدلوله واحد))	البحر المحیط	189
((فلقية عمر فقال اطلقها الفا ،قال انما كنت العب فغلاه بالدرة))	المصنف ابی بکر	192
((فمااستمتعتم به منهن الى اجل مسمى فاتوهن اجورهن))	تفسیر قرطبّی	158
((قال رسول الله لا طلاق قبل النكاح ولا عتق قبل ملك))	الفروغ من الکافی	130

((قال: الطلاق على ثلاثه اوجه حسن، و احسن وبدعه..))	کنز العمال	113
((کل طلاق جائز الا طلاق الصبی والمجنون والنائم))	ہدایۃ	120
((کل طلاق جائز الا طلاق المجنون، او الصبی ،او مبرم))	الفروع من الکافی	119
((کل طلاق جائز الا طلاق الصبی والمعتوه))	بدائع الصانع	123
((لا قیلولة فی الطلاق))	المعجم الکبیر	124
((ما أحلّ الله شیئا أبغض الیه من الطلاق))	سنن ابن ماجہ	107
((مالم یستعمل ال افیه لطلقتک و انت طالق و مطلقة یقع بها))	ردالمختار	114
((من قال فی القرآن برایه فاصاب فقد اخطا...))	سنن الترمذی	48
((من قرأ حرفا من کتاب الله تعالیٰ فله حسنة و الحسنة..))-	سنن الترمذی	28
((من ترک التزویج مضافة العلیلة فقد اسا بالله ظن ...))	المعجم الکبیر	71
((من رزقه الله امرأة صالحة، فقد اعانه علی شطر دینه، فلیتق الله ...))	المستدرک	96
((وان ابعض المباحات عند الله تعالیٰ الطلاق))	سنن ابن ماجہ	106
((وروي انه علیه الصلاة والسلام لما قال 'حبب إِلي من...))	السنن الصغریٰ	72
((وقد ثبت علی تحلیلها بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم جماعة))	سنن النسائی	161
((ومن لن یستطع فلیصم))	صحیح البخاری	75
((وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وان لم یعقد ...))	شرح فتح القدیر	173
((یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ))	صحیح البخاری	152

فہرست اماکن

نمبر شمار	جگہ کا نام	صفحہ نمبر
۱	ایران	۱۴
۲	پاکستان	۴
۳	سعودی	۱۶۲
۴	عراق	۱۴
۵	لبنان	۱۳۲
۶	مصر	۵۳

کتابیات

- القرآن الکریم
- ابن الھمام، امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد، شرح فتح القدیر، مکتبۃ المثنی بغداد، شیخ حسن قارونی، النضید، انتشارات، داوری، قم، ۱۲۲۵
- ابن تیمیۃ، تقی الدین أبوالعبّاس أحمد بن عبدالحلیم، الفتوی الحمویۃ الکبری، دار الصمیعي، الریاض، 1425ھ، 2004ء
- ابن عابدین، الشامی، محمد امین بن عمر، ردالمختار علی درالمختار، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ، ۱۹۹۲ء
- ابن قدامہ، عبد اللہ بن أحمد بن محمد المقدسي المغني ویلیہ الشرح الکبیر، دار الکتاب العربي للنشر والتوزیع، بیروت، لبنان 1347ھ
- ابن قدامہ، عبداللہ بن أحمد بن محمد المقدسي، المقنع في فقہ الإمام أحمد بن حنبل الشیباني، مکتبہ السوادی التوریخ جدہ، سعودی، ۱۴۱۵ھ
- ابن ماجہ أبوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، داراحیا التراث العربی، ۱۹۷۵ء، ۱۳۹۵ھ
- ابن منظور الافریقی، علامہ ابی الفضل جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب،
- ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم بن محمد المصری، البحر الرائق شرح کنزالد قائق، دارالمعرفۃ، بیروت
- أبو القاسم الطبرانی، سلیمان بن أحمد بن أیوب بن مطیر اللخمی الشامی، المعجم الکبیر الطبرانی، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاھرۃ، الطبعۃ الثانیۃ
- ابوالقاسم نجم الدین جعفر بن حسن ہذلی، شَرائعُ الِاسلام فی مسائل الحلال والحَرام المعروف بہ شرائع، مؤسسۃ الِامام علی علیہ السلام بیروت، لبنان
- أبو بکر بن أبي داؤد السجستانی عبد اللہ بن بن سلیمان بن الأشعث، المصاحف، دار الشائر الاسلامیہ، بیروت، لبنان، ۳۱۶ھ
- ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی، الفروع من الکافی، منشورات الفجر قم ایران
- أبوحیان محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان أثیر الدین الأندلسي، کتاب البحر المحیط، دارالفکر، بیروت
- ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، دارالکتاب العربی، بیروت
- أبوعبداللہ الحاکم محمد بن عبداللہ، النیسابوري، المستدرک علی الصحیحین، دارالمعرفت بیروت، لبنان
- ابوعبداللہ محمد فخر الدین رازی محمد بن محمد بن الحسن بن الحسین ابن علی، تفسیر کبیر، دارالکتب العلمیہ طہران،

مطبوع قاہرہ، ۵۴۴ھ
- ابو نصر اسماعیل بن حماد الجوھری الفارابی ،الصحاح تاج اللغۃ و صحاح العربیہ ،دار العلم للملابین ، بیروت، ۱۴۰۷ھ،۱۹۸۷ء
- ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، معروف بہ شیخ طوسی، تہذیب الاحکام فی شرح المقنعہ ،دار لاتعارف للمطبوعات بیروت، لبنان، س ن
- ابی الحسین عبدالرحیم بن محمد بن عثمان الخیاط المعتزلی، الانتصار والرد علی ابن الروندی الملحد، موسسہ النشر الاسلامی التابعۃ لجماعۃ المدرسین بقم المقدس، س،ن
- ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ، من لایحضرہ الفقیہ، موسسہ علمی للمطبوعات بیروت، لبنان، ۱۳۳۲
- ابی عبدالرحمن الخلیل بن احمد الفراھیدے، کتاب العین، موسسہ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، لبنان
- الترمذی، ابوعیسی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، دار الکتب العلمیہ بیروت، 1411ھ
- جلال الدین السیوطی، عبدالرحمن بن أبی بکر، الاتقان فی علوم القرآن، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، الطبعۃ، 1394ھ، 1974ء
- جمال الدین ابو العباس احمد بن محمد بن فحد اعلی ،المھذب البارع فی شرح المختصر النافع ،مؤسسۃ النشر الإسلامی، ۸۴۱ھ
- الحلی الحسن بن یوسف بن مطہر، علامہ، مختلف الشیعہ فی احکام الشریعہ، موسسہ بوستان کتاب قم، ایران
- خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، ۲۰۰۴
- ذکی الدین العظیم بن عبدالقوی المنذری، مترجم محمد عثمان، الترغیب والترھیب، مکتبہ الرحمانیہ، لاہور، ۲۰۰۷
- راغب اصفہانی، ابوالقاسم حسن بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، دار القلم، الدار الشامیۃ، دمشق، بیروت
- السرخسی، شمس الدین أبو بکر محمد بن أبی سہل، المبسوط، مکتب رشیدیہ کرکی روڈ کوئٹہ، بلوجستان، س،ن
- سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، فرید بک سٹال لاہور، الطبع الحادی عشر، ۱۴۳۳ھ، ۲۰۱۲ء
- سید جواد ذھنی تہرانی ، المباحث الفقہیۃ فی شرح الروضۃ البھیۃ ،انتشارات کتاب فروشی وجدانی قم گذرخان، ایران، س،ن
- سید عارف حسین نقوی، مکتوب علامہ شیخ محسن علی نجفی بنام سید محمد کاظمی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۴ھ
- سید علی سستانی، توضیح لمسائل، ناشر الھدی انفارمیشن ٹیکنالوجی سنٹر، لاہور، ۲۰۰۷

- سید علی سیستانی، منہاج الصالحین، ۱۴۳۹
- سید محمد تقی خوئی، المبانی فی شرح العروۃ الوثقی، موسسہ الخوئی السلامیہ
- شمس الدین، محمد بن أحمد الخطیب ، مغني المحتاج إلی معرفۃ معاني ألفاظ المنهاج، دار الکتب العلمیہ، بیروت ،لبنان، ۱۳۴۰
- الشیبانی، محمد بن الحسن، الاصل، دار ابن حزم، بیروت، لبنان ۱۸۹ھ، ۸۰۵ء
- شیخ حسن قاروبی، النضید فی شرح روضہ الشہید، انتشارات داوری، قم، ۱۴۲۵
- شیخ شمس الدین محمد بن عبداللہ، تنویر الابصار و جامع البحار، الطبعہ الاولی علی نفقہ، صاحب المکتبۃ النبویہ بشارع التبانہ بالدرب الاحمر بمصر، س،ن
- شیخ محمد حسین آل کاشف، ترجمہ علامہ سید ابن حسن نجفی، اصل واصول شیعہ، ادارہ تمدن اسلام، س،ن
- الطباطبائی، السید محمد علی ، ریاض المسائل فی تحقیق الاحکام بالدلائل، موسسہ آل البیت علیہ السلام لاحیاء التراث مشہد، ۱۳۷۶
- ظفر احمد صاحب عثمانی، امداد الاحکام، ناشر مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۳۴۰
- عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان، مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، دار إحياء التراث العربي
- عبد اللہ بن محمد بن أبي شيبۃ الكوفی أبو بكر، الكتاب المصنف فی الاحاديث والآثار، دار التاج ، بيروت، 1409ھ، 1989
- عبدالرحمن الجزیری، ترجمہ منظور احسن عباس، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف پنجاب، لاہور، ۱۹۷۷
- عبیداللہ بن مسعود بن محمود بن عبیداللہ بن محمود، مختصر الوقایہ، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان
- علاء الدین السمرقندی، تحفۃ الفقہاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۵
- علی بن أبی بکر بن سلیمان الھیثمی نور الدین، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان
- علی بن الحسین الکرکی، جامع المقاصد فی شرح القواعد، موسسۃ اهل البیت علیہ السلام الاحیاء التراث، بیروت
- القرطبیؒ، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن أبی بکر بن فرح الأنصاری، الجامع لأحکام القرآن، معروف بہ تفسیر قرطبیؒ، دار الفکر بیروت، لبنان 1364ھ
- الکاسانی، الامام علاء الدین ابی بکر بن مسعود الحنفی ، بدائع الصانع فی ترتیب الشرائع ، دار الکتب العلمیہ بیروت ،لبنان، ۵۸۶

- محمد انور شاہ بن معظم شاہ الکشمیری، فیض الباری علی صحیح بخاری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، الطبعہ الاولی، 1426ھ، 2005
- محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، صحیح بخاری، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۲ھ
- محمد بن الحسن الاصفہانی، کشف اللثام عن قواعد الاحکام، موسسہ النشر الاسلامی، الطبعہ الاولی، قم، ایران
- محمد بن الحسن بن علی بن حسین الحر العاملی، وَسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشّریعہ، ۱۴۲۷
- محمد بن الحسین ابن احمد الاسروشنی الحنفی، جامع احکام الصغار، الادارۃ القاھرۃ، القاہر، ۱۹۹۰
- محمد بن محمد السبزواری۔ تاج الدین الشعیری، جامع الاخبار و معارج الیقین فی اصول الدین، موسسہ آل البیت علیہم السلام لاحیاء التراث، بیروت، لبنان، س ن
- محمد تقی عثمانی، تقریر جامع ترمذی، ترتیب و تحقیق، رشید اشرف سیفی، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۲۰۰۸
- محمد جواد مغنیہ، فقہ الامام جعفر صادق، موسسہ السبطین العالمیہ نجف اشرف، عراق
- محمد حنیف گنگوھی، غایۃ السعایۃ فی حل مافی الھدایۃ، ناشر المکتبہ الاشرفیہ، لاہور
- محمد رفیع عثمانی، حیات مفتی اعظم، ادارہ المعارف کراچی، مئی ۲۰۰۵
- محمد شفیع، مفتی، میرے والد ماجد، ادارہ معارف، کراچی، ۱۹۹۸ء
- محمد بن علی بن عبد الرحمن الحنفی، الدر المختار، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، س، ن
- مرعینانی، امام برھان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر، الھدایہ شرح بدایۃ المبتدی، مکتبہ البشری کراچی، الطبعۃ الاولی، ۲۰۰۷
- منصور بن یونس بن إدریس البھوتي، کشاف القناع فی متن الاقناع، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان
- النسائی، ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی، السنن الصغری، س، ن
- وہبہ الزحیلی، ڈاکٹر، الفقہ السلامی وادلتہ، دار الاشاعت، کراچی، ۲۰۱۲ء